تذکرۃ الرضا لراحۃ المصطفیٰ

شہنشاہِ ولایتؒ

سیّدنا امام علیؑ رضا رضی اللہ عنہ

۱۴۸ - ۲۰۳ھ ------ ۷۶۵ - ۸۱۸ء

تصنیف فضیلۃ الاستاذ

مفتی ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ

دربار مارکیٹ لاہور

تَذۡکِرَۃُ الرِّضَا لِرَاحَۃِ المُصۡطفٰی

شہنشاہِ ولایت

سیّدنا امام علی رِضا رضی اللہ عنہ

(۱۴۸ـ ۲۰۳ھ.....۷۶۵ـ ۸۱۸ء)

"تصنیف"

فضیلۃ الاستاذ

مفتی ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ

زاویہ پبلشرز

کل الحقوق محفوظة

نام کتاب	:	تذکرۃ الرضا لراحۃ المصطفیٰ
تصنیف	:	فضیلۃ الاستاذ مفتی ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ
نظر ثانی	:	محقق رضویات ڈاکٹر حامد علی علیمی حفظہ اللہ
تزئین اوراق	:	فرقان مرزا حفظہ اللہ / زبیر قادری حفظہ اللہ
اشاعت اوّل	:	محرم الحرام ۱۴۳۶ھ / بمطابق نومبر ۲۰۱۴ء
حسن اہتمام	:	نجابت علی تارڑ حفظہ اللہ
صفحات	:	256
قیمت	:	

زاویہ پبلشرز

8-C دربار مارکیٹ، لاہور، پاکستان

E-mail : *zaviapublishers@gmail.com*

Contact : *0321.9467047.0300.9467047*

Ph: 042.37248657-37112954
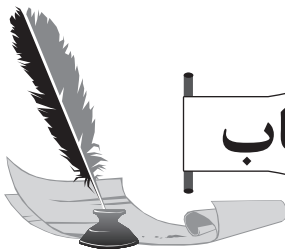
سیّدۂ کائنات، راحت قلب رسول،

سیّدتنا فاطمہ زہرا بتول

سلام اللہ علی أبیہا و زوجہا و علیہا و أولادھا أجمعین

کی حریم ناز میں بصد اَدب واحترام پیش کرتا ہوں

واللہ العظیم! سگانِ در کو محروم کرنا اِن کا شیوہ نہیں

سگِ کوئے فاطمہ و مرتضیٰ

اعجاز

فہرس

یہ میرے دل کی آوازیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أصلی و أسلم علی رسوله الکریم و علی آله اجمعین

اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کو جو مقام ورفعت عطا فرمائی ہے کائنات کی ابتداء سے انتہاء تک ایسا شرف کسی اور گھرانے اور خانوادے کو نہ نصیب ہوا اور نہ ہی ہوگا۔ لہٰذا اس خانوادے سے محبت اور اس سے تعلق کی لازمی حقیقت پر بہت سی احادیث بھی شاہد ہیں، اب محروم ہی ہوگا جو ان کے خزینۂ فیض سے تہی دامن رہے اور الطاف ورحمت کی بارش سے خود کو سیراب نہ کرے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوبین کا ادب واحترام نصیب فرمائے۔

الغرض خانوادۂ نبوت کی مہکتی ہوئی شاخوں میں تو بہت سے ایسے پھول ہیں جن کی خوشبو کا تذکرہ نہ کرنا گویا گلشن میں رہتے ہوئے خود کو گلوں سے فیض یاب نہ کرنے کے مترادف ہے لیکن "مَا لَا یُدْرَكُ كُلُّهُ لَا یُتْرَكُ كُلُّهُ" کے مصداق ہم یہاں صرف ایک گل نورانی، محبوب اہل بیت سیّدنا و مولانا امام علی رضا بن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما کا تذکرہ یکجا کر رہے ہیں کہ اس سے مقصودِ من صرف اس قدر ہے کہ محبوب دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بیٹی سیّدۂ کائنات فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا اور باب العلم سیّدنا و مولانا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی رضا حاصل ہو جائے

اور ان کی خوشنودی سے میرا ربّ جلیل و کریم اپنے عطا و بخشش سے دارین میں شرف یاب کرے۔ آمین

ہم نے تحقیق و تدقیق کے ساتھ سیّدنا امام علی رضا رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر اس لیے یکجا کیا ہے کہ ہمارے یہاں امام موصوف پر کوئی مستقل و معیاری کام آج تک نہ تو عربی و فارسی زبان میں ہوا ہے اور نہ ہی اردو زبان میں، اور اردو زبان میں کچھ کام یا چند صفحات جو کسی ماہنامہ وغیرہ میں چھپے بھی ہیں تو ان کی اصل غیر مستند اور اہل تشیع کے ماخذ سے بھرپور مواد کی عکاسی کرتی نظر آتی ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ عوام الناس کا ان ماخذ کی اصلیت و حقیقت نہ جاننا تو قول دیگر است لیکن اچھے خاصے اہل علم حضرات بھی انہیں مصادر و ماخذ سے فیض یاب ہوتے دکھائی دیتے ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ بر آمد ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ وہ روایات وحکایات اور موضوع کرامات اہل علم کی جانب سے عوام الناس کے سینوں میں اترتی چلی جاتی ہیں، جس کے نقصانات کا اعتقادی خمیازہ کچھ تو ہم اب بھی بھگت رہے ہیں اور باقی ماندہ شاید آگے بھگتیں گے۔ **الامان والحفیظ**

افسوس! صد افسوس! کہ ہمارے اہل علم حضرات کی بہت ناروائی رہی کہ انہوں نے اہل بیت رسالت پر جس تفصیل سے مستقل و باضابطہ کام کرنا چاہیے تھا نہ کیا اور یوں اس کام پر اہل تشیع میں سے جس نے جو چاہا رطب و یابس لکھ دیا، اب عوام الناس کو بھی جو آسانی سے ملا اسے پڑھ لیا اور عقیدت کی روش میں بہتے ہوئے کہاں سے کہاں پہنچے اس افراط کا منظر بھی بارہا دیکھا گیا۔

لہٰذا ضرورت اور اشد ضرورت ہے کہ ہمارے موجودہ اہل علم و تحقیق حضرات اس گوشے کی جانب بھی توجہ کریں اور قدرے تحقیقی معیار پر مشتمل مواد تحریر کریں تاکہ یہ خلا پُر ہو سکے، نیز یہاں اہل قلم حضرات کے لیے دو اہم باتیں بھی عرض کر دوں کہ اہل بیت کے نام سے قلم کی رفتار صرف اور صرف وہیں نہ دوڑنے لگے جہاں پہلے بھی بہت کام ہو چکا ہے مثلاً شہادت حسین، فضائل اہل بیت، پنجتن پاک، فضائل سیّدہ فاطمہ، شان علی مرتضیٰ، وغیرہ بلاشبہ تمام ہی موضوعات قابل اجر و ثواب ہیں لیکن ان پر ہمارے بہت سے ائمہ اسلام نے مستقل کتابیں صدیوں سے لکھ رکھی ہیں لہٰذا ان پر اپنی محنت کو صرف کرنا مناسب نہیں بلکہ آپ ایسے موضوعات لیں جو ابھی تک ہمارے یہاں تشنہ تحریر و طالب تحقیق ہیں اور جن پر مستقل کوئی کام نہیں ہوا مثلاً، تذکرۂ امام زین العابدین، تذکرۂ امام محمد الباقر، تذکرۂ امام محمد الجواد، تذکرۂ امام موسیٰ کاظم ..... وغیرہ۔

نیز اپنے زمانے میں ان حضرات کا علمی تفوق، سیاسی اقدامات، تبلیغی محاسن اور روحانی کمالات وغیرہ کے ابواب میں کی گئی گراں قدر خدمات کو موضوع سخن بنایا جائے اور ان کے مختلف نہاں گوشوں کو آشکارا کیا جائے اور ان کی متفرق جہات کا موجودہ زمانے میں فیض رساں ہونے کا پہلو بھی بیان کیا جائے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ جو بھی کام کریں اس کے لیے سب سے پہلے موضوع کی اہمیت دیکھ لیں جس میں عقیدت کے ساتھ ساتھ منفعت عامہ کا پہلو بھی پیش نظر رہے اور جلد از جلد ''مولف کتاب'' بلکہ ''مصنف کتاب'' بننے کی

ناکام کوشش کے بجائے معیاری مواد کی تلاش میں وقت اور وسائل کو صرف فرمائیں تاکہ محنت کے بعد کوئی تحقیقی مواد منصہ شہود پر آئے۔

انہی امور متذکرہ بالا کے پیش نظر ہم نے اس کتاب میں ممکنہ حد تک مواد کی تحقیق کا کام کیا ہے اور اسی لیے پوری کتاب میں کسی غیر مستند ماخذ و مصدر سے مطلقاً اِستفادہ نہیں کیا تاکہ مخالفین کو اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اس لیے ہم نے بالخصوص چند کتابوں سے مواد لینے سے گریز کیا ہے جن میں نورالابصار، شواہد النبوۃ، ینابع المودۃ، تذکرۃ الخواص وغیرہ جیسی کتب شامل ہیں ان تمام کی استنادی حیثیت پر کلام کرنا ہمارا یہاں مقصود نہیں اور نہ ہم ان تمام کو کلیتاً غیر مستند جانتے ہیں لیکن ان میں چونکہ رطب ویابس سب کچھ موجود ہے اس لیے ہم نے ان سے استفادہ ہی نہیں کیا، اگر صرف نقل مواد ہی مطلوب ہوتا تو ان کتب میں امام علی رضا رضی اللہ عنہ پر بہت سا مواد موجود ہے لیکن ہمارے نزدیک وہ اکثر موضوع وغیر مستند اور اہل تشیع کی روایات پر مبنی ہے۔ مثلاً نورالابصار ہی کو لے لیجیے کہ اس میں امام موصوف کے بارے میں قریباً وہ تمام ہی مواد ذکر کیا گیا ہے جو کہ نا صرف موضوع بلکہ بسا اوقات آپ کے شایانِ شان ہی نہیں ہے۔

انہیں مشکلات کے پیش نظر ہم نے اسماء الرجال کی مستند اور تاریخ و سیر کی اہم و منتہی کتب کی معاونت اور انتہائی عرق ریزی سے کچھ مواد اکٹھا کیا ہے جسے ممکنہ ترتیب و تنقیح کے بعد پیش کیا ہے لیکن یہ صرف نقش اوّل ہے جس میں بہت سی اصلاحات اوراضافات کی ضرورت ہے کہ ہمیں کئی اہم دستاویز اور

مطلوبہ تاریخی کتب میسر نہ آسکیں جن میں بالخصوص امام حاکم کی ''تاریخ نیشاپور'' قابل ذکر ہے۔

یہاں کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہمیں کتب کی تنگی کا سامنا تھا بحمد اللہ تعالی راقم کے پاس ہر موضوع پر اتنی منتھی کتابوں کا ذخیرہ ہے جس میں موجود کئی کتب کے تو اچھے خاصے اہل علم حضرات نے نام تک نہیں سنے ہوں گے، ہماری مطلوبہ کتب سے مراد ایسی کتب تھیں جن میں امام موصوف کے حالات زندگی پر ممکنہ مواد مفصلاً دستیاب ہو سکتا تھا ورنہ جو کتب کا ذخیرہ ہمارے پاس موجود تھا اسے ہم نے اپنی بساط کے مطابق کھنگال کر رکھ دیا ہے، تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اسماء الرجال کی ۱۴۰، تفسیر کی ۸۵، تراجم واعلام کی ۱۶۲، تصوف کی ۱۲۳، اور تاریخ کی قریبا ۷۸ کتابوں کو کھنگالا ہے، ادب وبلاغت اور دیگر موضوع سے متعلقہ کتب اس کے علاوہ ہیں۔

ان تمام میں سے اکثر کتابوں میں ہمیں ایک لفظ بھی نہیں ملا جبکہ بعض کتابوں میں صرف اتنا ملا ''کہ امام علی رضا رضی اللہ عنہ اہل بیت سے تعلق رکھتے تھے آپ کا وصال ۲۰۳ھ میں طوس میں ہوا''۔ قارئین کرام کو شاید حیرت ہو لیکن حقیقت حال یہی ہے۔ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ خاکم بدہن گویا ائمہ اثنا عشریہ کو ہم نے اہل تشیع کے لیے چھوڑ رکھا ہے اور صحابہ کرام کے ذکر خیر کو اہل بدعت کے لیے۔

بہر کیف طوالت کی باعث ہم اس بابت تفصیل لکھنے سے گریزاں ہیں کہ صفحات کی وسعت بعد ازاں ہمیں طباعتی مراحل میں بھی رنگ دکھائے گی اور

ہمارے اہل بیت سے محبت کے بڑے بڑے دعویدار و سرمایہ دار اس پر پیسہ لگانے سے بھی پریشان ہوں گے، اہل بیت کی محبت میں شاندار اور عظیم الشان کانفرس و جلسہ کروالیں سارے سیٹھ ایک سے بڑھ کر ایک رقم لگانے کو اپنی نجات کو ذریعہ سمجھیں گے، ایسے ایسے مشائخ جن کے القاب لیتے لیتے زبان تھک جائے اہل بیت کے نام لے لے کر خوب مریدین کو لبھائیں گے لیکن ذرا ایسے پیروں اور سیٹھوں سے کہہ کر تو دیکھیں کہ اہل بیت کے حوالے سے اب تک فلاں موضوع پر کچھ نہیں لکھا گیا اگر حضرات کچھ تعاون کریں تو یہ کام ہو سکتا ہے.... بس اتنا کہیں اور پھر ان کا عقیدت و محبت بھرا لیکچر سنیں.... ارے حضرت! اہل بیت .... کیا بات ہے.... کیا بات ہے.... انہیں بھلا کسی کتاب کی کیا ضرورت.... وہ تو محبوب کی آل ہیں.... ہماری جان ہے.... وہ تو ایسے ہیں.... وہ تو ایسے ہیں.... وغیرہ.... بس مریدین آئے اور پیر صاحب جھرمٹ میں گم.... بات ختم....

اللہ تعالیٰ ہمارے حالوں پر رحم فرمائے، ہمیں کتاب و علم سے دوری کہاں لیتی جارہی ہے، اہل بیت کی محبت ہمیں علم سے دور کرنے کے لیے نہیں بلکہ علم سے روشناس کرانے کا درس دینے والی ہے پھر بھلا کیوں ہم نے ان کی محبت کو محفلوں اور جلسوں کی حد تک ہی محدود کر رکھا ہے کہ آج پیر صاحب گئے تو محفل ختم، سب باتیں ہوا میں گئیں، معاذاللہ۔ لہٰذا ہمیں اپنے اس رویے اور بے حسی پر غور کرنا چاہیے۔

آمدم بر سر مطلب، ہمیں اس کتاب کی تیاری میں قریباً بیس ۲۰ دن لگے اور یوں لگے کہ لائٹ آتے ہی اس پر کام ہوتا اور جاتے ہی باقی مواد کی تحقیق،

کیونکہ خیر سے ہم جس ملک اور پھر جس علاقے میں رہتے ہیں وہاں لائٹ نام کی چیز کبھی کبھی آتی ہے ورنہ زیادہ تر ناراض ہو کر جاتی ہی جاتی ہے۔

ہمارے اس کام کی تکمیل میں اللہ تعالیٰ کا خاص کرم اوراس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت نیز ائمہ اہل بیت بالخصوص سیّدنا امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی جو کرم نوازی شامل حال رہی وہ محتاج بیان نہیں کہ انہی کے فیض نے یہ چند کلمات لکھوا دیے ورنہ بیس دن میں قریباً ۲۰۰ صفحات کا مواد تلاش کرنا پھر ترتیب دینا اور تحقیق کے ساتھ کمپوز کرنا کم از کم میرے لیے ممکن نہ تھا بہر حال یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا، اس میں میرے ساتھ سب سے زیادہ تعاون محققِ رضویات، ڈاکٹر علامہ حامد علی علیمی کا رہا کہ میری مطلوبہ معاونت کو بصد خلوص اوّلیت دی بلکہ ضرورۃً لائبریری میں بھی لانے لے جانے کا ساتھ دیتے رہے، کہ ان کی بھی یہی خواہش تھی کہ امام علی رضا رضی اللہ عنہ پر یہ کام جلد مکمل ہو جائے۔ اس کے علاوہ میرے تکنیکی معاون مرزا فرقان احمد نے بھی انتھک کوشش کی اور عید کی تعطیلات میں کتاب کے مواد کی تزئین وآرائش میں کوشاں رہے، اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنی رحمت سے توجہ فرمائے۔ آمین

مفتی اعجاز احمد

کراچی، پاکستان

Contact: 0321.2166548
aijazalqadri@hotmail.com

شیخ الاسلام، مرشد و مربی اہلسنّت

علامہ سیّد شاہ تراب الحق قادری

امیر جماعت اہل سنت، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس فقیر نے حضرت **مولانا مفتی ابو محمد اعجاز احمد صاحب** کی شہنشاہِ ولایت حضرت سیّدنا امام علی رضا بن حضرت سیّدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما کی سیرت مبارکہ پر لکھی گئی کتاب **"سیّدنا امام علی رضا رضی اللہ عنہ"** کے مسودے کو کہیں کہیں سے دیکھا، میں اپنی علالت سے بالاستیعاب تو نہیں پڑھ سکا البتہ جہاں جہاں سے بھی دیکھا اسے خوب پایا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مولانا موصوف کی اس کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس کتاب کو نافع ہر خاص وعام بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ و علی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم

سیّد شاہ تراب الحق قادری

امیر جماعت اہل سنت، کراچی

۲۹/ ذوالحجہ ۱۴۳۵ھ / ۲۵/ اکتوبر ۲۰۱۴ء

جو کام مسلمانوں کے تھے وہ کام مسلماں بھول گئے

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی خاتم النبیین وعلی آلہ وعترتہ الطاھرین الطیبین واصحابہ الھادین المھدیینo

اَللّٰہُ رَبَّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج، آل واَولاد اور اصحاب کی عظمت شان و رفعت مقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں ان کی طہارت وپاکیزگی، بلند ہمتی، غیرت ایمانی اور دشمنانِ اسلام پر سختی کے ساتھ ساتھ اُن سب سے اَبدی زندگی کے وعدے اور دخول جنت کی خوشخبری کا ذکر کیا گیا ہے نیز اَزواجِ مطہرات کو اتنا بڑا مرتبہ عطا ہوا کہ انہیں مؤمنین کی مائیں قرار دیا گیا۔ ذیل میں فرامین مصطفیٰ کا ایک گلدستہ حضراتِ صحابہ واہل بیت سے متعلق پیش کیا جاتا ہے:

شانِ صحابہ کرام کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرامین میں صحابہ کرام کی شان یوں بیان فرمائی کہ:

۱۔ انہیں آسمانِ ہدایت کے درخشاں ستارے بتایا۔

۲۔ اپنے بعد انہیں اُمت مسلمہ کے لیے اَمان بتایا۔

۳۔ ہمیں اپنے بچوں کو اُن پیاروں کی محبت سکھانے کا حکم دیا۔

۴۔ ہمیں اُن کے آپس کے اختلافات ومشاجرات میں پڑنے سے منع فرمایا۔ اور

۵۔ انہیں بُرا کہنے والوں سے ہر قسم کی راہ ورسم ختم کرنے کا حکم دیا۔

شانِ اہل بیت کرام کا بیان

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرامین میں اہل بیت کرام کی شان یوں بیان فرمائی کہ:

۱۔ حجۃ الوداع کے عظیم موقع پر حرم میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہاہوں، اگر انہیں مضبوطی سے تھام لیا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، وہ قرآن کریم اور میری عترت ہیں۔

۲۔ انہیں کشتی نوح کی طرح قرار دیا کہ اس کشتی میں سوار ہونے والے کو نجات اور پیچھے رہ جانے والے کو ہلاکت کا مژدہ سنایا۔

۳۔ ہمیں اپنے بچوں کو ان دُلاروں اور ناز کے پالوں کی محبت سکھانے کا حکم دیا۔

۴۔ ان سے محبت کرنے والوں کو دخول جنت کی نوید سنائی۔

۵۔ قیامت کے دن اُمت مسلمہ میں سب سے پہلے اہل بیت کے داخل جنت ہونے کی خبر دی۔

۶۔ کہیں خبر دی کہ میرے ربّ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت سے جو شخص اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لائے گا اُسے عذاب نہ فرمائے گا۔

۷۔ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نہ تجھے عذاب فرمائے گا اور نہ ہی تیری اولاد کو۔

۸۔ کہیں فرمایا: فاطمہ زہرا کا نام فاطمہ اس لیے ہوا کہ اللہ تعالی نے اسے اور اس کی نسل کو قیامت میں آگ سے محفوظ فرمادیا۔

۹۔ کہیں تنبیہ فرمائی :ستارے زمین والوں کے لیے غرق ہونے سے امان ہیں اور میرے اہل بیت میری اُمت کے لیے اختلاف سے امان ہیں۔

۱۰۔ یہاں تک کہ ایک مقام پر صاف صاف فرمادیا: میرے اہل بیت میری اُمت کے لیے امان ہیں، جب اہل بیت نہ رہیں گے تو اُمت پر وہ وقت آئے گا جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے۔

۱۱۔ کہیں واضح فرمایا: کسی بندے کو اُس کا عمل نفع نہ دے گا، جب تک وہ ہمارا حق نہ پہچانے۔

اُستادِ زمن مولانا حسن رضا خان کہتے ہیں:

باغ جنت کے ہیں بہرے مدح خوانِ اہلبیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہلبیت
کس زبان سے ہو بیاں عز و شانِ اہلبیت
مدح گوئے مصطفی ہے مدحِ خوانِ اہلبیت
ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلبیت

مسلمانوں سے سوال

اللہ اللہ.....! جن حضرات کی علوِ مرتبت اور رفعت شان کا یہ عالم ہے، کیا ہمیں ان کے بارے میں صحیح معلومات بھی ہیں.....؟ کیا ہمیں ان کی بے مثال سیرت پڑھنے کا موقع ملا ہے.....؟ کیا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ ساتھ اپنے بچوں کو صحابہ کرام واہل بیت اطہار کی محبت بھی سکھائی ہے.....؟ کیا ہمیں گھرانہ نبی کے افراد میں سے دس کے نام یاد ہیں.....؟ کیا ہمیں امام سیّدنا موسیٰ کاظم اور امام سیّدنا علی رضا رضی اللہ عنہما کے اسمائے پاک کے ساتھ "کاظم" اور "رضا" لاحق ہونے کی وجہ معلوم ہے.....؟ غالباً یہ مصرعہ تو سنا ہی ہو گا..... "بے غضب راضی ہو کاظم اور رِضا کے واسطے....." بلکہ کیا ہمیں ان دونوں کے بارے میں کچھ معلوم بھی ہے.....؟ ہم نے کبھی یہ جاننے کی کوشش کی ہے یا

کبھی کریں گے کہ آخر صحابہ کرام اور اہل بیت اَطہار کی دین وایمان کے سلسلے میں اتنی اہمیت کیوں ہے.....؟

یہ وہ سوالات ہیں جو ایک غمگین دل رکھنے والے آپ کے مسلمان بھائی کے دل کی آواز ہیں، ہم سوادِ اعظم مسلک حق اہل سنت وجماعت سے تعلق رکھنے والے ہیں.....! پھر کیا وجہ ہے کہ ہم میں سے ایک بڑی تعداد نے نہ خود صحابہ کرام کے عظیم کارناموں کو پڑھا اور نہ ہی اہل بیت اطہار کی قربانیوں کی حقیقت کو سمجھا..... دینی ذمہ داری تو ہماری ہی تھی مگر آج کل بازار میں چند بے رَہ روِی کے شکار لوگ گویا شانِ صحابہ کے علمبردار بن کر بیٹھ گئے ہیں اور کچھ شان اہل بیت کے.....

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اِن دونوں قسم کے لوگوں کی وجہ سے ہم نے تقریباً حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کی سیرت کو پڑھنا چھوڑ دیا ہے یا قریب قریب چھوڑ دیں گے.....!اور ہم یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ یہ تو اُن لوگوں کا کام ہے، ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے..... الامان الامان

اب کیا کریں.....؟..... اگر آپ کے خیال میں مذکورہ باتیں درست ہیں تو بتایئے اب آپ کیا کریں گے.....؟ کیا یوں ہی بے حس رہنے کا ارادہ ہے یا پھر اب اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہوئے صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کی مبارک سیرت کو پڑھ کر اُن کی اداؤں کو اپنانے کی کوشش کریں گے.....؟ فیصلہ آپ کو کرنا ہے، اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال اُٹھ رہا ہے کہ بھلا علیمی صاحب ہماری

توجہ اُن کتب کی طرف بھی مبذول کروائیں جنہیں ہم پڑھیں اور ان نفوسِ قدسیہ کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کر کے اس پر عمل کریں۔ تو بالکل میں آپ کو چند کتابوں کے بارے میں ضرور بتا دیتا ہوں کہ آپ انہیں پڑھیں اور عظمت صحابہ واہل بیت جانیں۔ مثلاً

"مدارج النبوۃ" اَز، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، مترجم: غلام معین الدین نعیمی

"الشفاء فی حقوق المصطفیٰ" اَز، امام قاضی عیاض مالکی، مترجم: غلام معین الدین نعیمی

"بزرگوں کے عقائد" مفتی جلال الدین امجدی، انڈیا

"سیرت مصطفیٰ:" اَز، علامہ عبد المصطفیٰ ازہری

"جنتی زیور" اَز، علامہ عبد المصطفیٰ ازہری وغیرہ مستند علمائے اہلسنّت کی کتب۔

اللہ اللہ ظلمتوں میں ایک ہالہ نور کا

الحمد للہ! ہم عوام پاکستان کی خوش نصیبی کہ سوادِ اعظم اہلسنّت وجماعت میں پہلی بار ایک مستند و محقق کاوش کا ظہور ہونے جا رہا ہے، یہ کوشش مستند ماخذ و مصادِر کی روشنی میں عالم اہل بیتِ رسالت حضرت امام علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی وبتول بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم وبارک وسلم کی سیرتِ پاک پر کی گئی ہے۔

اس کوشش کا سہرا **افاضل جلیل، فضیلۃ الاستاذ مفتی محمد اعجاز احمد** حفظہ اللہ کے سر جاتا ہے، بلاشبہ امام علی رِضا رضی اللہ عنہ سے ان کی عقیدت و محبت نے وہ کام لے لیا ہے جو ایک گراں قدر علمی و تحقیقی اضافہ ہے۔

مفتی اعجاز احمد صاحب ایک مستند عالم دین، علم دوست اور بہترین محقق وناقد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین ماہر تعلیم بھی ہیں،(شاید مولانا کی مؤخر الذکر صفت سے بہت کم لوگ ہی آشنا ہوں گے)ان کی اس ساری کوشش کو راقم نے بہت قریب سے دیکھا ہے، اس موضوع پر مستند مگر بکھرا مواد جمع کرنا ایسا ہی تھا جیسے سوکھی گھاس کے ڈھیر سے سوئی تلاش کرنا، مفتی صاحب بعض اوقات ایک حوالہ کی تنقیح کے لیے کئی کئی کتب کی ورق گردانی کرتے دکھائی دیے، لیکن میں کہتا ہوں کہ امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی خصوصی نظر کرم مصنف کے شامل حال رہی کہ یہ کام انتہائی قلیل مدت میں پایہ تکمیل پا کر منصہ شہود پر پہنچ گیا بایں ہمہ اِس تحریر میں افراط و تفریط شاید نظر ہی نہ آئے (قصورِ نظر قاری کا ہو تو بات دوسری ہے)۔

راقم یہ کہنے میں بجا ہو گا کہ یہ تحریر اہل بیت اطہار کے احوال سے عامۃ الناس کو (بلکہ بعض خواص کو بھی) روشناس کرانے کے سلسلے میں، نیز جہالت کی تاریکی اور بے حسی کے قحط کو ختم کرنے کے لیے "ایک ہالہ نور".....یا..... بارانِ رحمت کا ایک اور قطرہ ثابت ہو گی۔

"کتاب ہذا کے چند گوشوں پر اِک نظر"

میدانِ تحقیق و تنقید کے شہ سواروں کے لیے اس کتاب میں کئی مقامات ایسے ہیں جنہیں دیکھ کر مصنف کے لیے دِل سے دُعا دیئے بغیر آگے جانا مشکل ہو گا۔ مثلاً "عالم مدینہ سیّدنا امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کا امام علی رضا رضی اللہ عنہ سے

تعلق'' کا عنوان اور اس پر کیا گیا تجزیہ ایک نئے وا کئے گئے دریچہ کی طرف دعوتِ فکر دے رہا ہے۔

جب معاملہ ہو امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے بے شمار فیض یافتہ گان میں سے بعض کے اسماء کا، تو اس کتاب میں محنت شاقہ سے اُن مہکتے ہوئے پھولوں میں سے فیض یافتہ گان کے اسماء کا خوبصورت گلدستہ نظر آئے گا۔ امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی ایک نادر تحریر (امام علی کا توثیق نامہ) کا اصل متن اور اس کا ترجمہ پڑھ کر دلی راحت ہوتی ہے۔ سیاست دین اسلام کا ایک جزوِ لا ینفک ہے اور رہے گا، امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی سیاسی بصیرت سے مستفید ہونے کے لیے آپ کی مثالی سیاسی بصیرت کا تذکرہ بھی آج کے مسلمانوں کو دعوتِ حق دیتا دکھائی دیتا ہے۔

بعض جاہل یا متعصب لوگوں کا خیال ہے کہ اہل بیت میں سے بھی کچھ افراد نارِ جہنم میں جائیں گے، حالانکہ یہ خلافِ واقع بات ہے۔ اس اہم اَمر کی تحقیق کے لیے ایک عنوان ''اہل بیت آگ میں نہیں جا سکتے'' قائم کر کے جو دلائل دیئے ہیں، وہ جاہل و متعصب کے لیے شفا ہیں (اگر طالبِ شفا ہوں)۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی اولادِ امجاد کا ذکر خیر کیا گیا ہے، ان کے پاکیزہ اسماء کو اہل ایمان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دلوں کی راحت کے لیے لکھا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ ذکر کردہ اَسمائے گرامی اہل محبت کو دعوت دیتے ہیں کہ اپنی اولادوں کے نام ان دُلاروں کے ناموں پر بھی رکھیں تاکہ فیوض و برکات گھر میں نازل ہوں اور اس طرح پوشیدہ محبت کا راز فاش ہو۔ نیز اس مقدس گھرانے کے ایک امام محمد الجواد رضی اللہ عنہ کے احوال کا ذکر بھی قابل ستائش ہے۔

ایک عنوان اس کتاب میں ''امام علی رضا کی اجتہادی شان'' کا بھی ہے، اِسے پڑھ کر اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ کس وجہ سے امام علی رضا رضی اللہ عنہ سے بڑے بڑے ائمہ، مجتہدین اور محدثین نے اکتسابِ علم وفیض کیا تھا۔

عقیدت ومحبت انسان سے وہ کام بھی کروا لیتی ہے جو کوئی اور طاقت بمشکل کروا پائے، سیّدنا امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی محبت میں غلو پر فائز افراد نے یا جھوٹوں نے امام علی رضا کی ذات والا صفات سے بعض اَوراد ووظائف منسوب کر رکھے ہیں، اس کتاب میں اُن کی حقیقت سے متعلق بھی تحقیق کی گئی ہے جس سے منسوب اَوراد ووَظائف کی حیثیت واضح ہو کر سامنے آتی ہے۔

صلحائے اُمت کی مبارک زبانوں سے نکلے ہوئے کلمات اور جملوں کو مختلف عناوین سے محفوظ کیا جاتا رہا ہے، ان میں ''ملفوظات'' ایک مشہور عنوان ہے، امام علی رضا رضی اللہ عنہ کا یقیناً ہر محب ومعتقد اس بات کا متمنی ہے کہ رُشد وہدایت کے لیے امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے مستند ملفوظات کا ذخیرہ اُس کے پاس ہو، اس پیاس کو بجھانے کے لیے مصنف نے مستند ملفوظات کا عنوان بھی قائم کر دیا ہے۔

خراجِ عقیدت پیش کرنے میں اشعار کا ایک کلیدی کردار ہمیشہ سے رہا ہے، شعراء نے عالم کی بڑی بڑی شخصیات کو منظوم خراج عقیدت پیش کیا اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ شعراء نے اپنی شان بڑھانے اور محبوب کے چاہنے والوں کی فہرس میں اپنا نام شامل کروانے کے لیے امام علی رضا کی شان میں کئی اشعار کہے ہیں، جن میں بڑے بڑے مشہور سخن داں شامل ہیں۔ مصنفِ کتاب نے امام علی

رضا رضی اللہ عنہ کی شان میں کہے گئے قصائد اور اشعار میں سے صرف عربی زبان میں کہے گئے کلام کو نقل کرنے کے بعد ان کا ترجمہ بھی کر دیا ہے، یہ موجودہ دور کے اُن سخن دانوں کے لیے چراغِ راہ ہے، جو اس شاہراہ پر گامزن ہو کر اپنا نام امام کے ثناخوانوں میں شامل کروانا چاہتے ہیں۔ راقم السطور نے بھی اسی نیت سے چند اردو اشعار کہے ہیں جن کو آئندہ صفحات میں ذکر کیا گیا ہے۔

ابتدائی دور سے منافقین واعدائے دین کی شرارتوں میں سے ایک یہ رہی ہے کہ وہ معظمانِ دینی کی جانب جھوٹی روایات منسوب کرتے رہے ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی جانب کس قدر جھوٹی روایات منسوب کی گئی ہیں، اس کا اندازہ ائمہ کی اس خاص موضوع یعنی وضع حدیث پر لکھی گئی کتب کے مندرجات سے بخوبی ہوتا ہے۔ بعد کے زمانے میں اس میں ترقی ہوئی تو تابعین، تبع تابعین وغیرہم کی جانب تو پوری کی پوری من گھڑت کتب وصحائف کو منسوب کیا جانے لگا۔ زیادہ پرانی بات نہیں ہے کہ جب کہ امام اہلسنّت مولانا احمد رضا حنفی اور اُن کے والد ماجد مولانا نقی علی خان کے ناموں سے ہندوستان کے معتزلہ وخوارج نے ایک درجن سے زائد جھوٹی کتب لکھ کر ان کی جانب نہ صرف منسوب کیں بلکہ انہیں اپنے پلہ سے شائع بھی کرا دیا، تفصیل کے لیے فتاویٰ رضویہ ملاحظہ کریں۔

کچھ اِسی سے ملتا جلتا معاملہ سیّدنا امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ہوا۔ آپ کے نام سے کئی جھوٹے صحائف اور روایات منسوب کر دی گئی ہیں۔ ائمہ

حدیث نے خصوصاً اسماء الرجال کی کتب میں کئی ایک کی نشاندہی بھی فرمائی ہے۔ اس کتاب میں بھی ان بعض جعلی صحائف وروایات کا ذکر کر دیا ہے تاکہ طالب حق کے سامنے اگر کہیں ان میں سے کوئی چیز نظر آئے تو حق سمجھنے میں انہیں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی تصانیف سے متعلق تحقیق بھی گراں قدر ہے، اس میں مستند حوالہ جات سے امام کی تصانیف کا ذکر کیا گیا ہے، نیز یہ بحث کہ امام علی رضا رضی اللہ عنہ کا وصالِ ظاہری طبعی موت سے ہوا یا شہادت سے.....؟ پھر شہادت کیسے ہوئی اور کون اس کا سبب بنا.....؟ اس بارے میں سوادِ اعظم اور ان کے مخالفین میں جو نزاع ہے، شاید وہ امام علی رضا کے وصال کے تحت کی گئی تحقیق سے ختم ہو جائے، یا کم از کم سوادِ اعظم تو ایک رائے پر متفق ہو سکیں گے۔

ایک دل چسپ چیز امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی کل عمر مبارک سے متعلق ہے، محققین وسوانح نگاروں نے سن پیدائش اور وصال تو ذکر کیا ہے، لیکن عمر سے متعلق تقریباً سب نے لکھا ہے کہ امام کی عمر اُنچاس سال اور کچھ مہینے تھی، اس پر مصنف کے قلم نے جو کچھ بصورت تحریر ظاہر کیا ہے وہ ان کی تنقیدی نظر کا بین ثبوت ہے۔

امام علی رضا کا روضۂ مبارکہ یقیناً آج بھی مرجع خلائق، مہبط سکینہ، منبع رحمت اور مکان شفا ہے، مصنف نے اس مزارِ پُرانوار کی فیوض وبرکات کا تذکرہ کرنے کے ساتھ ساتھ امام کی کرامات، محدثین کرام کا مزار مبارک سے فیض یاب ہونا اور کئی دیگر اُمور بھی بڑی خوبی سے اس کتاب میں ذکر کیے ہیں۔

مختصر یہ کہ راقم السطور یہی کہتا ہے کہ یہ تالیف "ایک ہالہ نور" اور "بارانِ رحمت کا ایک قطرہ" ہے، اس سے متعلق جو کچھ لکھا وہ اسے پڑھ کر ہی لکھا ہے، اس کی موجوں میں غوطہ زن ہوا جائے تو اور بھی گوہر نایاب حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

لہٰذا اس تالیف کو پڑھیں، دوسروں کو تحفہ دیں اور امام علی رضا کے چاہنے والوں کی فہرست میں شامل ہو جائیں، موئلف، راقم السطور، ناشر اور اسے منصہ شہود پر لانے میں تعاون کرنے والوں کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں، مؤلف کے حکم پر یہ سطور جو در حقیقت قلبی تأثرات ہیں، قلم بند کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مؤلف، ناشر اور قارئین کی کوششوں کو قبول فرمائے نیز انہیں دین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے۔

ڈاکٹر حامد علی علیمی، کراچی

۱۱، ذوالحجہ الحرام، ۱۴۳۵ھ، بمطابق ۷/اکتوبر، ۲۰۱۴ء بروز منگل۔

منظوم تاثرات

نتیجۂ فکر: ڈاکٹر حامد علی علیمیؔ

کی گئی یہ عمدہ کاوش اِک حسیں گلزار ہے
گلشنِ زہرا کے پھولوں سے سجا اِک ہار ہے
گونج اُٹھے گی یہ کاوش ہر جگہ اعجازؔ کی
کیوں نہ ہو کہ اِک مہکتے گل کا یہ تذکار ہے
ہے دعا حامدؔ یہی اب، بہر موسیٰ و رِضا
بخش دے ہم سب کو یاربّ تو بڑا غفار ہے

❁ ❁ ❁ ❁

جو آلِ زہرا و مرتضیٰ ہیں، وہ ابن موسیٰ علی رضا ہیں
جو اہل ایماں کے پیشوا ہیں، وہ ابنِ موسیٰ علی رضا ہیں
وہ جانِ ایمان جن کے نانا، وہ کانِ عرفان جن کے بابا
جو نورِ اِیقان کی جلا ہیں، وہ ابنِ موسیٰ علی رضا ہیں
الٰہی دیکھوں وہ پاک تربت، جہاں برستی ہے تیری رحمت
جو تیرے محبوب کی رِضا ہیں، وہ ابنِ موسیٰ علی رضا ہیں
گدائے در جب یہاں پہ آئیں، شفا، دوا اور مرادیں پائیں
جو دافع رنج و ہر بلا ہیں وہ ابنِ موسیٰ علی رضا ہیں
کرو سدا شکر ربّ کا حامدؔ، کہ تجھ کو بخشی ہے اُن کی اُلفت
جو تیری بخشش کا آسرا ہیں، وہ ابنِ موسیٰ علی رضا ہیں

تذکرۃ الرِّضا لِراحۃِ المُصطفٰی

شہنشاہِ ولایت

سیّدنا امام علی رِضا رضی اللہ عنہ

(۱۴۸۔ ۲۰۳ھ.....۷۶۵۔ ۸۱۸ء)

"تصنیف"

فضیلۃ الاستاذ

مفتی ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ

عرضِ مدعا

مخزنِ فیض و نعم، ساداتِ علویہ کے چشم و چراغ، سلسلہ قادریہ کے پیشوا و شہنشاہ، سیّدنا امام ابوالحسن علی الرضا علوی حسینی مدنی بن باب قضاء الحوائج سیّدنا امام موسیٰ کاظم بن سلطان الاولیاء، مرشد المحدثین سیّدنا جعفر صادق بن قدوۃ الاولیاء سیّدنا محمد الباقر بن سیّد العابدین سیّدنا علی اوسط زین العابدین بن شہید کرب وبلا، محبوب مصطفیٰ، امام عالی مقام سیّدنا حسین بن مولائے کائنات، شیر خدا، مشکل کشا سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین کا مقام و مرتبہ اس اجمالی سلسلۃ الذہب سے عیاں و آشکارا ہے۔

لہٰذا ایسے امام جلیل کا ذکر کرنا اور اُن کے تذکرے کو یکجا کرنا بلاشبہ دارین کی سعادت کا موجب ہے نیز اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا باعث ہے، لہٰذا آئندہ سطور میں گلشن بتولی کے اس مہکتے پھول کی خوشبو کو سمیٹنے کی قدرے کوشش کی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا اور عرض ہے کہ اس کام میں آسانی اور برکت پیدا فرمائے نیز اسے خالص اپنی اور اپنے حبیب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کا مظہر بنائے۔ قبول فرماتے ہوئے نجات و سعادت فی الدارین کا ذریعہ بنائے۔ آمین

ربّنا یسر و لا تعسر و تمم لنا بالخیر

تاریخ پیدائش اور مقام ولادت

سادات علویہ کی آبرو سیّدنا امام ابوالحسن علی بن موسی الرضا علوی حسینی مدنی رضی اللہ عنہ کی تاریخ پیدائش کے بارے میں مؤرخین نے متفرق آراء پیش کیں ہیں، جن میں سے کچھ کا بطلان تو حقائق وروایات کے تناظر میں خود ہی واضح ہے، البتہ چند اہم اقوال جو مستند علمائے اسلام نے تحریر کیے ہیں اُن کی بابت یہاں کچھ تفصیلی کلام کیا جاتا ہے تاکہ اہل علم حضرات جب اِن سطور کا مطالعہ کریں تو انہیں ذہنی خلجان کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

امام الحدیث شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

آپ کی پیدائش مدینہ منورہ میں سن ۱۴۸ھ میں ہوئی اور اِسی سال آپ کے جد امجد (سیّد الاولیاء امام جعفر الصادق بن محمد الباقر) کا وصال ہوا۔[1]

امام ابو حسن عزالدین علی بن محمد شیبانی المعروف "ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ" متوفی ۶۳۰ھ تاریخی ذخیرے کی مستند کتاب "الکَامِل فِی التَّارِیْخ" میں لکھتے ہیں:

1۔ سير أعلام النبلاء، لامام شمس الدين محمد الذہبی: ج ۹: ص ۳۸۷: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت: الطبعۃ الاولی ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

كَانَ مَوْلِدُ عَلِيِّ بْنِ مُوْسَى بِالْمَدِيْنَةِ سَنَةَ ثَمَانٍ وَ أَرْبَعِيْنَ وَمِائَةٍ.

ترجمہ: علی بن موسی کی پیدائش مدینہ منورہ میں سن ۱۴۸ھ میں ہوئی۔[2]

مؤرخ شہیر، علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک المعروف "الصفدی" رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۶۴ھ اپنی کتاب "الوَافِي بِالوَفيَاتِ" میں لکھتے ہیں:

آپ کی والدہ ماجدہ اُمّ ولد (کنیز) تھیں اور اُن کی والدہ کا نام "سُكَيْنَة" تھا، جن کی کنیت "أُمُّ البَنِيْنِ" تھی۔ آپ کی پیدائش مدینہ منورہ میں سن ۱۴۸ھ میں ہوئی جبکہ آپ کی وفات "طوس" کے علاقے "سناباذ" میں سن ۲۰۳ھ میں ہوئی اور ابھی رمضان کے نو دن باقی تھے، بوقت شہادت آپ کی عمر مبارک ۴۹ سال اور چھ مہینے تھی۔[3]

نیز امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الكَاشِف" میں فرماتے ہیں:

عَلِيُّ بْنُ مُوْسَى الرِّضَا العَلَوِيّ، عَنْ أَبِيْهِ، وَعَنْهُ أَبو عُثْمَان المَازِنی، وَ عَبْدُ السَّلَامُ بْنُ صَالِح، وَ عِدَّةٌ، عَاشَ خَمْسِيْنَ سَنَة، مَاتَ بِطُوْسٍ ۲۰۳ھ.

ترجمہ: (سیّدنا امام) علی بن موسی الرضا علوی اپنے والد گرامی (امام موسیٰ کاظم) سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے ابو عثمان مازنی، عبد السلام بن صالح اور

2۔ الکامل فی التاریخ، لامام ابن الاثیر الجزری: ص ۹۲۴: حوادث سنة ثلاث ومائتين : بيت الأفكار الدولية۔

3۔ الوافی بالوفیات، للصفدی: ج ۲۲: ص ۱۵۷۔۱۵۴: دار احیاء التراث العربی بیروت۔

دیگر حضرات روایت کرتے ہیں۔ آپ نے قریباً پچاس سال کی عمر پائی اور ۲۰۳ھ میں ''طوس'' میں وصال فرمایا۔[4]

متذکرہ بالا آراء کا خلاصہ یہ ہے کہ سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی پیدائش کا سال ۱۴۸ھ ہے اور یہ ہی سن آپ کے دادا سیّدنا امام جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین رضی اللہ عنہم کی وفات کا بھی ہے، یہاں تک کی بات تو قریباً تمام ہی ائمہ کرام کے نزدیک متفق علیہ ہے لیکن امام صلاح الدین صفدی نے اس پر اضافہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بوقت شہادت آپ کی عمر مبارک ۴۹ سال اور چھ مہینے تھی، جبکہ امام ذہبی نے ''الکاشف'' میں ۵۰ سال تحریر کی ہے، لہٰذا یہ کلام متذکرہ بالا حوالہ جات میں خلجان پیدا کرتے ہیں کیونکہ سن ۱۴۸ھ سے ۲۰۳ھ تک ۵۵ سال بنتے ہیں نہ کہ ۴۹ سال۔

اور یہ بھی ممکن نہیں کہ سال شہادت کے تعین میں ردّ وبدل ہو کہ پیدائش کا سن تو یہی ہو لیکن وفات کا سن کوئی اور ہو ایسا نہیں، کیونکہ اس کے سن ۲۰۳ھ ہونے پر تقریباً تمام ہی ائمہ ومؤرخین کا اتفاق ہے۔ اس تاریخی خلجان کو دور کرنے سے قبل درج ذیل حوالے کو بھی ملاحظہ کر لیا جائے۔

امام شہاب الدین عبد الحی المعروف ''ابن العماد'' حنبلی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۳۲ھ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''شَذَرَاتُ الذَّهَبِ فِي أَخْبَارِ مَنْ ذَهَبَ'' میں لکھتے ہیں:

4۔ الکاشف، لامام الذہبی: جلد ۲: ص ۴۸: رقم الترجمة ۳۹۷۱: مؤسسة علوم القرآن و دار القبلة، جدة، سعودی عرب۔

وُلِدَ بِالْمَدِیْنَةِ سَنَةَ ثَلَاثٍ أَوْ احْدَی وَخَمْسِیْنَ وَمِائَةٍ.

ترجمہ: آپ کی پیدائش مدینہ منورہ میں سن ۱۵۳ھ یا سن ۱۵۱ھ میں ہوئی۔[5]

اس عبارت میں تمام ہی محققین وائمہ اسلام سے جدا ایک نیا سن پیدائش کا قول بیان کیا گیا ہے جو کہ علی الاختلاف ۱۵۱ھ / ۱۵۳ھ میں سے کوئی ایک ہے، اگر بہ نظر غائر تمام حقائق اور اُس دور کے شواہد وواقعات کا مطالعہ کیا جائے تو اس بات میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ انہیں دونوں میں سے کوئی ایک قریب صواب ودُرستگی ہے اور اگر ۱۵۳ھ کو ہی بالفرض آپ کا سن پیدائش قرار دے دیا جائے تو امام ذہبی، امام صلاح الدین صفدی اور دیگر ائمہ کا ۴۹ سال اور چند مہینے عمر مبارک بیان کرنے والا قول بآسانی مطابقت پا سکتا ہے۔

لیکن اگر اس قول سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم جمہور علمائے اسلام کے قول یعنی ۱۴۸ھ کو ہی سن پیدائش قرار دیں تو یہ بھی ممکن ہے لیکن اس صورت میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور امام صلاح الدین صفدی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے عمر مبارک کے قول میں ترمیم کرتے ہوئے اِسے سہو وغیرہ پر محمول کرنے پڑے گا۔ جس کا ماحصل یہ ہو گا کہ آپ کی عمر مبارک ۴۹ سال کے بجائے ۵۵ سال کے قریب تھی۔

اور جمہور علماء کی آراء کی موافقت میں یہ تعبیر زیادہ موزوں معلوم ہوتی ہیں کیونکہ جمہور علمائے اسلام کی نسبت سہو سے متعلق کرنے کے بجائے چند ائمہ کرام کے قول کو خطا پر محمول کرنا زیادہ سہل وآسان ہے۔

5۔ شذرات الذھب، لابن العماد الحنبلی: جلد ۳: ص ۱۴: دار ابن کثیر بیروت۔

یہ بات قارئین با تمکین پر واضح رہے کہ یہ ایک تاریخی مسئلہ ہے لہٰذا اس میں ایسی نوعیت کا اختلاف پایا جانا کوئی پریشانی کی بات نہیں اور پھر یہ اُس زمانے کی بات ہے جبکہ علمی ذخائر اور جرح وتعدیل اور اسماء الرجال کے علوم و فنون ابھی باضابطہ تحریر میں لائے جارہے تھے اور یہ اُن کا ابتدائی وارتقائی زمانہ تھا، لہٰذا سینہ بہ سینہ روایات کو نقل کرنے اور لکھنے میں ایسے معمولی اختلاف کا واقع ہو جانا کوئی خاص وقعت نہیں رکھتا۔

کنیت والقاب اور لفظ ''الرضا'' کی تحقیق

امام الحدیث حافظ امیر علی بن ھبۃ اللہ ابونصر ابن ماکولا رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۷۵ھ فرماتے ہیں:

اَمَّا ''رِضَی'' بِکَسْرِ الرَّاءِ، فَھُوَ أَبو الحَسَن عَلِيُّ بْنُ مُوْسَی بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الحُسَیْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، لَقبُهُ ''الرِّضَا''.

ترجمہ: ''رِضَی'' کا لفظ کسرہ کے ساتھ ہے اور اس سے مراد ابوالحسن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں، یہ ''الرِّضَا'' ان کا لقب ہے۔[6]

اسی ایک عبارت میں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی کنیت ''ابوالحسن'' تھی اور لقب ''الرضا'' تھا، آپ کی کنیت اور اس لقب کو تمام ہی ائمہ ومؤرخین نے بالاتفاق ذکر کیا ہے، امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کو یہ لقب ''الرِّضَا''

6۔ الاکمال، لامام أبي نصر بن ماکولا: جلد۴: ص۷۵: دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

مامون الرشید نے آپ کی ولی عہدی کے وقت دیا تھا، یہی بات تمام تر کتب تاریخ وسیر میں موجود ہے، البتہ بعض غیر معتبر کتب میں اس کی تردید بھی آئی ہے کہ یہ لقب مامون نے نہیں بلکہ آپ کے والد ماجد نے دیا تھا تو قارئین با تمکین پر واضح رہے کہ یہ بات اہل تشیع کے یہاں معروف ہے ہمارے کسی مستند ماخذ میں اس کی کوئی صراحت نہیں ملتی اور مامون سے اس بات کی نفی اس لیے کی جارہی ہے کہ اہل تشیع کے یہاں وہی امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کا قاتل اور زہر دینے والا ہے۔ ہم اس بارے میں شہادت کے عنوان کے تحت کلام کریں گے۔ اسی طرح کنیت کے بارے میں بھی یہ قول مشہور ہے کہ سیّدنا موسی کاظم رضی اللہ عنہ نے آپ کو یہ کنیت عطا کی تھی جیسا کہ شواہد النبوۃ وغیرہ میں مذکور ہے، البتہ مصادرِ قدیمہ اور مستند مؤرخین میں سے کسی نے بھی اسے ذکر نہیں کیا، واللہ اعلم بالصواب۔

خاندانِ ذیشان

ماخذ ولایت سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ کا خاندان اپنی حسبی ونسبی وجاہت اور شرافت کے باعث ممتاز رہا ہے، روئے زمین پر اس خانوادے کی مثل آج تک کوئی نہیں ہو سکا، اس کی آب و تاب کی ضیاء پاشیاں آج تک اہل ایمان واصحاب محبت کے قلوب کو جگمگا رہی ہیں، جس نے بھی اس سلسلۃ الذہب کی زیارت کی وہ بے اختیار پکار اُٹھا: ؎

تیری نسل پاک میں بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

نبوت ورسالت کے آفتاب وماہتاب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کی کرنوں میں کیا کیا ستارے ہو گزرے تفصیل یہاں ممکن نہیں اور قلم تصویر کھینچے یہ مجال نہیں، بس اک نظر اس چمنستان کرم کی جانب کرتے ہیں جن کی کلیاں دلوں کو مہکا دیتی ہے اور جن کا ذکر ہی مردوں کو زندہ کرنے کے لیے اکسیر اعظم ہے۔ تو ہم صرف سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کے نام ہی سے ہی ابتداء کرتے ہوئے مرکز فیض وکرم مولائے کائنات سیّدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے دربار تک حاضر ہوتے ہیں۔

''أَبو الحَسَنِ عَلِيُّ الرِّضَا بْنُ مُوْسَى الكَاظِمِ بْنِ جَعْفَرِ الصَّادِقِ بْنِ مُحَمَّدِ البَاقِرِ بْنِ عَلِيٍّ زَيْنِ العَابِدِيْن بْنِ الحُسَيْنِ الشَّهيد بْنِ عَلِيٍّ المُرْتَضَى، رضی الله تعالى عنهم أجمعين.''

ان تمام شخصیات کے فیض وکرم کا مرکز وہی ذات ہے جسے اللہ تعالی نے کائنات ارض وسماء کے لیے اپنی رِضا کا قبلہ قرار دیا ہے یعنی سیّدہ فاطمہ بتول کے بابا جان، جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات، یہ سب اُسی چشمہ ارم کے سیراب کردَہ اورانہیں کے فیض یافتہ ہیں۔ واللہ العظیم! جس گھرانے کی آبرو ایسے افراد جلیل کی ذوات سے وابستہ ہو اِن کی مثل زمین تو کیا آسمان میں بھی نہیں ہو سکتی کہ اِن کے جسموں میں خونِ رسول کی تابانیاں جلوہ فرماہیں۔

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کا گھرانہ ارض وسماء میں معروف اور ہر دلعزیز تھا، امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کے بابا جان سیّدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ اس

بات کے محتاج نہیں کہ ان کی تعریف و توصیف کی جائے، آپ محدثین کے امام، ولایت کے معدن اور علم ظاہری و باطنی کے حامل تھے۔ آپ کے مختصر سے حالات اساتذہ کے باب میں بیان ہوں گے۔

امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کنیز تھیں جن کی رنگت سیاہی مائل تھی لیکن اس مادرِ کریمہ کی آغوش کے پروردَہ نے دنیا بھر سے جہالت و ظلم کی تاریکیاں مٹا کر اپنے نور سے روشنی کا اُجالا بکھیرا۔ آپ کی والدۂ ماجدہ کنیز تھیں اِس بارے میں یہ حوالہ ملاحظہ ہو۔

امام الحدیث شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

آپ کی والدہ ماجدہ کنیز تھی جن کا نام ''سُكَيْنَة'' تھا۔[7]

حریم عفت کی اس آبرو کے بارے میں ہمیں زیادہ مواد نہ مل سکا لہٰذا اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور ویسے بھی ان کے تذکرے میں اس قدر کافی ہے کہ آپ سیّدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے حرم سے وابستہ اور ان کے جانشین سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

7۔ سير أعلام النبلاء، لامام شمس الدين محمد الذہبی: ج ۹: ص ۳۸۷: موسسة الرسالة بيروت: الطبعة الاولى ۱۴۰۲ ھ /۱۹۸۲ء۔ تهذيب تهذيب الكمال، للذہبی: ج ۷: ص ۴۴: رقم الترجمة ۴۸۴۳: الفاروق الحديثية للطباعة والنشر بالقاہرة: الطبعة الاولى ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء۔

امام جرح وتعدیل، حافظ جمال الدین یوسف مزّی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

زبیر بن بکار نے کہا: سیّدنا امام موسیٰ بن جعفر بن محمد رضی اللہ عنہم کے یہاں یہ اولاد تھیں:

آپ کے بیٹے:

۱۔ عَلِي (الرِّضَا)	۲۔ اِبْرَاهِيم	۳۔ عَبَّاس
۴۔ قَاسِم	۵۔ اِسْمَاعِيل	۶۔ جَعْفَر
۷۔ هَارُوْن	۸۔ حَسَن	۹۔ حُسَيْن
۱۰۔ مُحَمَّد	۱۱۔ أَحْمَد	۱۲۔ عُبَيْدُالله
۱۳۔ حَمْزَة	۱۴۔ زَيْد	۱۵۔ عَبْدُالله
۱۶۔ اِسْحَاق	۱۷۔ فَضَل	۱۸۔ سُلَيْمَان

رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین

آپ کی بیٹیاں:

۱۔ حُكَيْمَة	۲۔ فَاطِمَة	۳۔ أُمُّ البَهَاء
۴۔ عَباسَة	۵۔ قَسِيْمَة	۶۔ أُمّ فَرْوة
۷۔ أَسْمَاء	۸۔ رُقَيَّة	۹۔ كَلْثَم
۱۰۔ أُمُّ جَعْفَر	۱۱۔ لُبَابَة	۱۲۔ زَيْنَب
۱۳۔ خُدَيْجَة	۱۴۔ عُلَيَّة	۱۵۔ أُمَيْنَة

۱۶۔	حَسَنَة	۱۷۔	بُرَيْهَة	۱۸۔	اُمُّ سَلَمَة
۱۹۔	عَائِشَة	۲۰۔	فَاطِمَة	۲۱۔	مَيْمُوْنَة
۲۲۔	اُمُّ كُلْثُوْم				

رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین

امام ابو حسین یحیٰ بن حسن بن جعفر علوی ''النَّسَّابَة'' رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

موسیٰ بن جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ کے یہاں علی الرضا رضی اللہ عنہ اور فاطمہ پیدا ہوئے اور ان دونوں کی والدۂ ماجدہ کنیز تھی۔[8]

امام الحدیث شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

(سیّدنا امام) علی (بن موسی الرضا رحمۃ اللہ علیہ) کے بھائیوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔	عَلِي (الرِّضَا)	۲۔	اِبْرَاهِيْم	۳۔	عَبَّاس
۴۔	قَاسِم	۵۔	اِسْمَاعِيْل	۶۔	جَعْفَر
۷۔	هَارُوْن	۸۔	حَسَن	۹۔	حُسَيْن
۱۰۔	مُحَمَّد	۱۱۔	أَحْمَد	۱۲۔	عُبَيْدُ الله
۱۳۔	حَمْزَة	۱۴۔	زَيْد	۱۵۔	عَبْدُ الله
۱۶۔	اِسْحَاق	۱۷۔	فَضَل	۱۸۔	سُلَيْمَان

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

8۔ تهذيب الكمال، لامام المزّی: ج ۲۱: ص ۱۴۹: رقم الترجمة ۴۱۴۱: مؤسسة الرسالة بيروت: الطبعة الثانية ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

اس کے علاوہ بہت سی بہنیں بھی تھیں جن کی تفصیل زبیر نے اپنی کتاب ''النسب'' میں لکھی ہے (جسے ہم نے ماقبل امام مزی کے حوالے سے لکھ دیا ہے)۔ [9]

حلیہ مبارک

سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ جس ذاتِ والاصفات کی نسل مبارک سے تعلق رکھتے اور جس خانوادۂ حرمت کے جانشین ہیں اُس ذات کی نسبت ہی کسی ذرّے کو ہمدوش ثریا کرنے اور فرش کو عرش بنانے کے لیے کافی ہے، جنکی زیارت ایسی نعمت کہ دنیا بھر کی عبادات و مجاہدے ایک طرف اور اُس روئے خوش لقاء کی دید ایک طرف، جن کی زیارت کے بنا سیّد الملائکہ، پیکر نورانیت جبرئیل امین علیہ السلام کو بھی چین و قرار نہیں آتا اور بار بار شوقِ دید میں سدرۃ المنتہیٰ چھوڑ کر سوئے طیبہ سفر کرتے چلے آتے ہیں، ایسے ہی شوق و مستی کے جذبات کو استادِ زمن مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب بیان کیا:

بے لقائے یار اُن کو چین آجاتا اگر
بار بار آتے نہ یوں جبریل سدرہ چھوڑ کر

ایسی ذات کی نسلِ بے مثال میں شامل ہونا قدرت کی فیاضی اور اَزلی سعادت کے سوا ممکن ہی نہیں اور جن خوش نصیبوں کو یہ سعادت مل گئی اُن کی مثال پھر ممکن نہیں، الغرض آپ خانوادۂ نبوت کے چشم و چراغ اور اپنے زمانے

9۔ سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدين محمد الذہبی: ج ۹: ص ۳۹۲۔ ۳۹۱: مؤسسة الرسالة بيروت: الطبعة الاولى ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔

میں اہل بیت کے سر دار تھے، اس لیے ظاہری حسن وصورت کا احتیاج آپ کے لیے وجہ افتخار ہر گز نہیں بلکہ آپ کی نسبت سے دنیا بھر کے ظاہری وباطنی حسن والے فیض یاب ہوئے اور تا قیامت ہوتے رہیں گے۔ اِس گھرانے کی خوبصورتی کی بات کرنا اور پھر تمثیل سے بیان کرنا، اہل دل جانتے ہیں کہ مشکل ہی نہیں تقریباً ناممکن ہے کہ جس گھرانے کی شان ایسی نرالی ہو کہ:

امام اہلسنّت مولانا احمد رضا خان محدثِ حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۴۰ھ فرماتے ہیں:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

بایں ہمہ نظام قدرت کا قانون کہ نسل نورانی کو لباس بشری لازم، تو آپ کا حلیہ بھی ظاہر بین آنکھوں نے جو دیکھا اسے بیان کیا، مادرِ اقدس کی جانب سے رنگت میں سیاہی کی آمیزش گویا ورثہ میں ملی لیکن اس میں بھی حضرات صوفیائے کرام اور اہل قلب و نظر کے لیے اشارہ "تجلّی ذاتِ بُحت"[10] کی طرف

10۔ یہ صوفیائے کرام کی خاص اصطلاح ہے، امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرات صوفیاء کرام نے ارشاد فرمایا: تجلّیِ ذات بحت کا رنگ خالص سیاہ ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۵، ص ۳۰۷)

نظر میں دولہا کے پیارے جلوے حیا سے محراب سر جھکائے
سیاہ پردے کے منہ پہ آنچل تجلّی ذات بحت کے تھے

(حدائق بخشش)

تھا، رنگت میں سیاہی بھی کمال کی بلالی کشش لیے ہوئی تھی کہ سیّدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ جیسے اِن کے جد امجد جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سو جان سے قربان ہو کر مر مٹے تھے تو خلق خدا اُن کے لیے آنکھیں بچھائے سرے راہ کھڑی تھی اور آج بھی کھڑی ہے، اسی طرح آپ کی بلالی رنگت میں ایسی جاذبیت تھی کہ اُس زمانے کے حسن ظاہری والے ہزاروں کی تعداد میں پروانہ وار نکل کر اس شمع کی دید میں مرنے کو تیار تھے اور خدا گواہ ہے کہ اُن میں ایسے ایسے افراد ذی شان تھے جن کی مثل علم و دانش کی آمجگاہیں آج تک پیدا نہ کر سکیں۔ چشم تصور میں وہ نظارہ بھی کیسا حسین ودِل کش ہو گا جب آل رسول کی آبرو، ہاشمی خاندان کی شان، سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ ایک بار شہر نیشاپور میں تشریف لائے، ایسے میں حلیہ مبارکہ کی ایک اجمالی کیفیت یہاں ایک عاشق صادق امام اہلسنّت مولانا احمد رضا خان محدثِ حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۴۰ھ کی قلمی تصویر کشی کے آئینے میں ملاحظہ کریں۔

امام اہلسنّت مولانا احمد رضا خان محدثِ حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۴۰ھ بحوالہ ''الصواعق المحرقة'' لکھتے ہیں:

جب امام علی رضا رضی اللہ عنہ نیشاپور میں تشریف لائے، چہرہ مبارک کے سامنے ایک پردہ تھا، حافظانِ حدیث امام ابو زُرعہ رازی و امام محمد بن اسلم طوسی اور ان کے ساتھ بیشمار طالبانِ علم وحدیث حاضر خدمتِ انور ہوئے اور گڑ گڑا کر عرض کیا: اپنا جمالِ مبارک ہمیں دکھایئے اور اپنے آبائے کرام سے ایک حدیث

ہمارے سامنے روایت فرمائیے، امام نے سواری روکی اور غلاموں کو حکم فرمایا: پردہ ہٹالیں، خلق خدا کی آنکھیں جمال مبارک کے دیدار سے ٹھنڈی ہوئیں، دو گیسو شانہ مبارک پر لٹک رہے تھے۔ پردہ ہٹتے ہی خلق خدا کی وہ حالت ہوئی کہ کوئی چلّاتا ہے، کوئی روتا ہے، کوئی خاک پر لوٹتا ہے، کوئی سواری مقدس کا سُم چومتا ہے۔[11]

اس واقعے میں جہاں عشق و محبت کا پہلو اور ائمہ حدیث وفن کا خانوادۂ نبوت کے ادب واحترام کا عکس واضح نظر آتا ہے وہیں سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کے حلیہ مبارکہ میں سے آپ کے گیسوئے اقدس کا ذکر بھی ملتا ہے کہ آپ کے گیسوئے اقدس دونوں شانوں پر لٹک رہے تھے یعنی زلفوں کی سنت کا حسین نمونہ آپ کی نورانی تصویر و تنویر میں نمایاں تھا اور یہ پہلو غالباً ایسا دیدنی تھا کہ اس واقعے کو روایت کرنے والے ائمہ کرام نے اسے بھی روایت وحکایات کا جزء لاینفک سمجھتے ہوئے جوں کاتوں روایت کیا۔

اس سے ہمیں ائمہ اسلام کی اہل بیت نبوت سے عقیدت و محبت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اگر صرف اور صرف واقعہ اور دخول نیشاپور یا پھر ائمہ کرام کا حدیث سننا ہی مقصود و مطلوب ہوتا تو پھر کسی نہ کسی طور پر صرف اُسی حصہ کو روایت کیا جاتا کہ مثلاً فلاں امام نے سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی..... وغیرہ..... لیکن اس پورے واقعے کو ایسے خاص تناظر میں بیان کرتے ہوئے روایت کرنا یقیناً سکونِ قلبی اور محبت اہل بیت کا باعث ہوگا۔

11۔الفتاوی الرضویۃ، لامام احمد رضا الحنفی: ج۹: ص ۱۳۳: رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

مؤرخ شہیر، علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک المعروف ''الصفدی'' رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۶۴ھ اپنی کتاب ''الوَافِي بِالوَفيَاتِ'' میں لکھتے ہیں:

آپ کا رنگ مبارک سیاہی مائل تھا کیونکہ آپ کی والدہ ماجدہ بھی سیاہی رنگت والی تھیں۔

ایک مرتبہ آپ حمام میں تشریف لے گئے تو ابھی آپ کھڑے ہی تھے کہ ایک سپاہی آیا، آپ وہاں سے قدرے ہٹ گئے، وہ سپاہی آپ سے کہنے لگا: اے سیاہ رنگت والے! میرے سر پر پانی ڈال۔ تو آپ نے پانی ڈالنا شروع کیا، اتنے میں آپ کا کوئی جاننے والا وہاں آ گیا، اُس نے چیختے ہوئے سپاہی سے کہا:

تو ہلاک ہوا..... تو ہلاک ہوا..... کیا تو رسول خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیٹی کی اولاد اور مسلمانوں کے امام سے خدمت لینا چاہتا ہے.....؟

سپاہی یہ سنتے ہی قدموں میں گر پڑا، قدم چومے اور عرض کرنے لگا:

حضرت جب میں نے آپ سے کہا تو آپ نے اُسی وقت انکار کیوں نہیں کیا؟

آپ نے ارشاد فرمایا:

یہ تو ثواب کا کام ہے اور میں نہیں چاہتا تھا کہ تیری خلاف ورزی کر کے میں اس آنے والے ثواب کو ضائع کروں۔ پھر آپ نے فرمایا:

لَيسَ لِيَ ذَنبٌ وَ لَا ذَنبٌ لِمَنْ قَالَ لِيَ : يَا عَبدُ أَو يَا أَسوَدُ

إِنَّمَا الذَّنبُ لِمَن أَلبَسَنِي ظُلمَةً وَ هُوَ سِنِّي لَا يُحمَدُ

ترجمہ: اِس میں نہ تو مجھ پر الزام ہے اور نہ مجھے غلام اور سیاہ کہنے والے کا قصور ہے بلکہ یہ الزام تو اُن پر جاتا ہے جنہوں نے بلند شان والا ہوتے ہوئے مجھے

سیاہی کا ایسا لباس بخشا جس کی تعریف ہی نہیں کی جاتی (لہٰذا اُن پر بھی کوئی الزام نہیں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مشیت و تخلیق ہے جسے چاہے جیسی رنگت بخشے)۔[12]

تعلیم و تربیت اور اَساتذۂ کرام

کسی بھی شخصیت کی ابتدائی تعلیم و تربیت ہی اُسے زندگی بھر ترقی کی منازل سے روشناس کرانے میں معاونت کرتی ہے، اِسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کی آغوش کو حصول علم کی اوّلین بنیاد قرار دیتے ہوئے علم کی ترغیب ارشاد فرمائی ہے۔

سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کا گھرانہ ایسا تعلیمی و اخلاقی اور روحانی مرکز تھا کہ اس زمانے میں تشنگانِ علم و فیض اِس چشمہ حیات سے تسکین پاتے تھے جن کو علم حدیث و فن کے گیسوئے سنوارنے میں کسی مشاطہ کی حاجت نہ ہوتی تھی وہی افرادِ بلند شان اِس گھر کے دروازوں پر بستر لگائے قطرۂ معرفت و علم کے خواستگار بنے نظر آتے تھے، کون نہیں جانتا کہ فقہ اسلام کی بانی، امام اعظم سیّدنا ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ اِسی چشمۂ علم سے سیر اب ہوئے اور اِس دَر کی شاگردی کو اپنے لیے سرمایہ نجات قرار دیا۔

ایسے گھرانے میں چشم حیات کھولنے سے پہلی ہی تعلیم و تربیت کا انتظام ہونا بھی قدرت کی فیاضی میں سے ایک ہے، جیسے سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ بطن مادَر سے ہی قرآن مجید یاد کر کے تشریف لائے اور پھر دیگر تعلیم میں

12۔الوافی بالوفیات، للصفدی: ج ۲۲: ص ۱۵۷۔۱۵۶: دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

مصروف ہوئے، ارے یہ تو اِس گھرانے میں کئی نسلوں بعد پیدا ہونے والی اولاد کی شان ہے تو اُس امام جلیل کا عالم بھلا ضبط تحریر میں کیوں کر لایا جا سکتا ہے؟

اُس گھرانے میں چشم امام کھلتی ہے جس میں باب مدینۃ العلم کا فیضان پوری آب و تاب سے جاری و ساری ہے، حاکم ولایت، قاسم معرفت سیّدنا جعفر صادق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا علمی تفوق چار دانگ عالم میں مشہور، پھر اِن کے جانشین و پسر، مستجاب الدعوات، باب قضاء الحوائج، سیّدنا امام موسی کاظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ موجود، انہی کی آغوشِ شفقت میں سیّدنا علی الرضا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی تعلیم و تربیت کا انتظام ہوا، امام موسی کاظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ جس طرح دریائے معرفت کے غواص تھے اُسی طرح علم حدیث و تفسیر وغیرہا کے میدانِ علمی کے بھی شہسوار تھے۔

الغرض سیّدنا امام علی الرضا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا پورا گھرانہ ہی محدثین و مفسرین اور صوفیاء کا تھا، اَوروں کہ پاس روایت و درایت اور علم و معرفت کا جو خزانہ تھا، مستعار تھا لیکن اِس خانوادے کا سب کچھ اپنا تھا۔ اب قدرے جھلک اساتذہ کی ملاحظہ فرمائیں۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

یہ (سیّدنا امام علی الرضا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ) اپنے والد گرامی (سیّدنا امام موسی کاظم بن جعفر صادق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ) اور دیگر شخصیات سے روایت کرتے ہیں۔[13]

یہی امام موصوف اپنی شہرۂ آفاق کتاب "سِیَر أَعْلَامِ النُبَلَاء" میں لکھتے ہیں:

13۔تہذیب تہذیب الکمال، للذہبی: ج ۷: ص ۴۴: رقم الترجمۃ ۴۸۴۳: الفاروق الحدیثیۃ للطباعۃ والنشر بالقاہرۃ: الطبعۃ الاولی ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء۔

آپ (امام علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ) نے اپنے والد گرامی اور چچاؤں مثلاً اسماعیل رضی اللہ عنہ، اسحاق رضی اللہ عنہ، عبد اللہ رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد، عبد الرحمٰن بن ابی الموالی رضی اللہ عنہ سے روایت علم اَخذ کیا۔ آپ کا علم، دین اور بزرگی میں بلند مقام تھا۔[14]

امام شہاب الدین عبد الحی المعروف "ابن العماد" حنبلی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۳۲ھ اپنی شہرۂ آفاق کتاب "شَذَرَاتُ الذَّهَبِ فِي أَخْبَارِ مَنْ ذَهَبَ" میں لکھتے ہیں:

آپ (سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ) اپنے والد گرامی (سیّدنا امام موسی بن جعفر صادق رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں۔[15]

امام جرح وتعدیل، حافظ جمال الدین یوسف المزّی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

رَوٰى عَنْ: عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَرْطَاةَ بْنِ الْمُنْذِرِ وَ أَبِيْهِ مُوْسَى بْنِ جَعْفَرِ الْكَاظِمِ.

ترجمہ: آپ (سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ) عبید اللہ بن اَرطاۃ بن منذر رضی اللہ عنہ اور اپنے والد گرامی موسی کاظم بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔[16]

14۔سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدین محمد الذہبی: ج ۹: ص ۳۸۷: مؤسسة الرسالة بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

15۔شذرات الذہب، لابن العماد الحنبلي: جلد ۳: ص ۱۴: دار ابن کثیر بیروت۔

16۔تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، لامام المزّی: ج ۲۱: ص ۱۴۸: مؤسسة الرسالة بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۲ء۔

اساتذۂ کرام کے اسماء کی اجمالی فہرست

۱۔ سیّدنا مُوسَی الکَاظِمُ بْنُ جَعْفَرِ الصَّادِقِ[17]

۲۔ سیّدنا اِسمَاعِیلُ بْنُ جَعْفَرِ الصَّادِقِ[18]

۳۔ سیّدنا اِسحَاقُ بْنُ جَعْفَرِ الصَّادِقِ[19]

۴۔ سیّدنا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ جَعْفَرِ الصَّادِقِ[20]

۵۔ سیّدنا عَلِیُّ بْنُ جَعْفَرِ الصَّادِقِ[21]

۶۔ سیّدنا عَبْدُ الرَّحْمَن بْنُ أَبِی المَوَالِی[22]

۷۔ سیّدنا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ أَرْطَاۃَ بْنِ المُنْذِرِ[23]

رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین

17۔ تہذیب تہذیب الکمال/ سیر أعلام النبلاء للذہبی۔ شذرات الذھب، لابن العماد۔ تہذیب الکمال، للمزّی۔

18۔ سیر أعلام النبلاء، للذہبی۔

19۔ سیر أعلام النبلاء، للذہبی۔

20۔ سیر أعلام النبلاء، للذہبی۔

21۔ سیر أعلام النبلاء، للذہبی۔

22۔ سیر أعلام النبلاء، للذہبی۔

23۔ تہذیب الکمال، للمزّی۔

امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کے چند معروف اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی ذکر کر دیے ہیں آپ نے اِن میں سے سب سے زیادہ اِکتساب علم اپنے والد سیّدنا موسی کاظم رضی اللہ عنہ سے ہی کیا تھا، لہٰذا ہم انہیں کا مختصر سا تذکرہ پیش کر رہے ہیں، باقی اساتذہ کرام کا ذکر خیر اسماء الرجال اور محدثین کرام کی کتب میں موجود و مسطور ہے۔

مقتدائے انام ابو حسن سیّدنا موسی بن جعفر بن محمد علوی

آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی (جعفر الصادق رضی اللہ عنہ)، عبد اللہ بن دینار رضی اللہ عنہ اور عبد الملک بن قدامہ رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کرتے ہیں اورآپ سے آپ کی اولاد مثلاً علی رضی اللہ عنہ، ابراہیم رضی اللہ عنہ، اسماعیل رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ اور بھائی مثلاً علی بن جعفر رضی اللہ عنہ، محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ نیز محمد بن صدقہ عنبری رضی اللہ عنہ، صالح بن یزید رضی اللہ عنہ وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ آپ سے بہت کم روایات مروی ہیں کیونکہ آپ کو اس کا موقع ہی نہیں ملا۔

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

آپ ''ثقہ وصدوق'' بلکہ مسلمانوں کے امام ہے۔

میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہوں:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اورامام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کی سند سے حدیث لی ہے۔

آپ ۱۲۸ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور رجب ۱۸۳ھ میں بحالت قید وفات پائی، بغداد کے مقبرہ شونیزیہ میں تدفین ہوئی جسے اب ''مشہد کاظمیہ'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔[24]

امام زین الدین محمد عبد الرؤف المناوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۳۱ھ فرماتے ہیں:

ہارون الرشید نے ایک مرتبہ سیّدنا موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو خانہ کعبہ کے قریب لوگوں کے جھرمٹ میں دیکھا تو کہنے لگا: کیا آپ لوگوں سے چھپ کے (میرے خلاف) بیعت لے رہے ہیں؟ (جو لوگوں کا اتنا ہجوم لگا ہوا ہے)۔

آپ نے اس سے فرمایا:

میں لوگوں کے دلوں کا بھی امام ہوں جبکہ تم صرف جسموں کے باشادہ ہو۔

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ حج کے بعد روضہ رسول پر حاضری ہوئی تو ہارون الرشید نے اپنے اِرد گرد کے لوگوں پر فخر جتانے کے لیے یوں سلام پیش کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ عَمِّ.

اے میرے چچا کے بیٹے! آپ پر سلام ہو۔

پس جب امام موسیٰ کاظم حاضر ہوئے تو عرض کی:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَتِي.

اے میرے باباجان! آپ پر سلام ہو۔

24۔ سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدین محمد الذہبی: ج ٦: ص ٢٧٠: رقم الترجمة ١١٨: مؤسسة الرسالة بيروت: الطبعة الاولى ١٤٠٢ھ/١٩٨٢ء۔

یہ ایسا فخر تھا جس میں کوئی شبہ نہیں تھا (بلکہ تاریخ بغداد میں یہ بھی مذکور ہے کہ ہارون الرشید کا چہرہ اُتر گیا اور کہنے لگا: ہاں ابو حسن! تمہارا یہ فخر کرنا حق ہے)۔

بس پھر کیا تھا، ہارون الرشید آپ کو قید کر کے اپنے ساتھ ہی بغداد لے گیا تا آنکہ بحالت قید آپ کی شہادت ہوئی۔[25]

مسجد نبوی میں مسند علم و اِفتاء

سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ نے جس زمانے میں آنکھ کھولی وہ علم و آگہی کا ایسا روشن زمانہ تھا کہ ایک طرف "قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ" کی صدائیں سنائی دیتی تھیں تو دوسری جانب فقہی اُصول وضوابط کے تحت قرآن وسنت سے اِستدلال واستنباط کر کے اُمت مسلمہ کے لیے مسائل کے ذخائر مرتب کیے جارہے تھے۔

آپ کے عنفوانِ شباب کے زمانے میں بالخصوص فقہ حنفی اور فقہ مالکی کی کتابیں مرتب ہو رہی تھیں، البتہ فقہ شافعی اور فقہ حنبلی ابھی معرض وجود میں نہیں آئی تھی کیونکہ سیّدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ابھی تحصیل علم میں مشغول تھے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تو پیدا ہی نہیں ہوئے تھے، ایسے زمانے میں فقہ حنفی کا ظاہری مرکز عراق تھا جبکہ فقہ مالکی کی تابانیاں مدینہ منورہ کی آغوش سے آشکار ہو رہی تھیں، سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی ولادت چونکہ مدینہ منورہ میں ہی ہوئی

25۔ الكواكب الدرية، لامام المناوى: ج ۱: ۴۶۲: دار صادر بيروت۔

تھی، اس لیے آپ کو سیّدنا امام مالک رضی اللہ عنہ جیسی بے مثل شخصیت کی معاصرت بھی میسر آئی۔

جس دور میں مدینہ منورہ میں امام مالک رضی اللہ عنہ کا علمی شہرہ آفتاب سے بھی زیادہ روشن اور زبانِ زدعام تھا، طالبانِ علم شدِّرحال کر کے اِن سے مسائل و روایت لینے کے لیے کھنچے چلے آتے تھے ایسے میں آلِ فاطمہ کے اِس درّ نایاب کی علمی جوانی بھی دیدنی تھی، مسجد نبوی میں اپنے نانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت میں، اپنے باباجان سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وراثت لیے ہوئے مسند علم و فتویٰ آراستہ کیے ہوئے ہیں۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

آپ اپنے نوجوانی کے دور میں امام مالک رضی اللہ عنہ کے زمانے میں (مدینہ منورہ میں) فتوی دیا کرتے تھے۔[26]

ہزاروں علماء کا جم غفیر ایک طرف پر، خانوادۂ رسالت کی تابانیاں ایک طرف، اگر چند لمحوں کے لیے غور کیا جائے تو بھلا سیّدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے آخری زمانے میں جبکہ اُن کی شہرت دنیا بھر میں پھیل چکی تھی کسے مجال تھی کہ اُنہی کے شہر میں مسند علم اور پھر مسند افتاء کو آراستہ کرے کیونکہ سورج کے ہوتے ہوئے لوگ چراغ سے روشنی نہیں لیتے بلکہ سورج سے اِستفادہ کرتے ہیں، یہ سچ ہے۔

26۔سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدین محمد الذہبی: ج ۹: ص ۳۸۸: مؤسسة الرسالة بیروت: الطبعة الاولی، ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔

لیکن چشم فلک نے یہ نظارہ بھی کئی بار دیکھا کہ بیس سال کا کم سن نوجوان حرم رسول میں بڑے احترام و وقار سے مسند علمی سجائے بیٹھا ہے اور پیاسوں کا اک ہجوم ہے جو کہ سیر اب ہونے کے لیے بیتاب ہے اور یہ ساقی کوثر کا نواسہ اور علی مرتضیٰ کا جانشین سب کی تشنگی کو بجھا رہا ہے کیونکہ اسی گھر کی نورانیت سے امام مالک رضی اللہ عنہ کو فیض ملا اور اُن کا سورج روشن و منور ہوا۔

سیّدنا مالک بن انس رضی اللہ عنہ کا امام علی رِضا رضی اللہ عنہ سے تعلق

اگرچہ میں نے یہ بات کسی کتاب یا کسی امام کے قول میں نہیں پائی لیکن عشق و محبت کے تقاضے اِسے واضح بیان کرتے ہیں کہ امام العاشقین سیّدنا امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ جو مدینہ منورہ کے ساکن تھے اور ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تو بہت بلند آپ تو شہر رسول کا بھی اتنا ادب واحترام کرتے تھے کی کبھی اس میں قضائے حاجت نہیں کی، ہمیشہ شہر رسول میں برہنہ پا چلا کرتے اور قدم سنبھال سنبھال کر رکھتے تھے۔

تو ایسے عاشق صادق کے بارے میں دل یہ بات ماننے کو تیار نہیں کہ ان کے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کا چشم وچراغ اور وہ بھی مسجد نبوی میں جہاں امام مالک رضی اللہ عنہ روزانہ حاضر ہوتے تھے، مسند علم وافتاء سجائے بیٹھا ہو اور سیّد العاشقین امام مالک رضی اللہ عنہ کبھی اُن کے پاس تشریف بھی نہ لائے ہوں۔

ایسی بے رخی تو کوئی غیر بھی نہیں کر سکتا پھر بھلا اُس امام جلیل کے بارے میں یہ گمانِ بد کیوں کر روا ہو سکتا ہے؟..... محبت رسول کے قاصدین تو

یہی صدائے غیبی دے رہے ہیں کہ سیّدنا امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ بھی ضرور بالضرور ان کے حلقہ علمی میں شامل ہوئے اور اپنے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے اِستفادہ کیا ہو گا۔

اب اِستفادہ کے لیے یہ بھی لازمی نہیں کہ آپ نے سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کے شاگردی ہی اختیار کی ہو بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے کرم فرماتے ہوئے اس ہاشمی نوجوان کو اُسی کے گھرانے کا دیا ہوا علمی فیض منتقل کیا ہو اور یوں آپ کے اساتذہ میں شمار ہونے کو اپنے لیے باعث اعزاز سمجھا ہو۔ لہٰذا سیّدنا امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ یا تو سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کے اساتذہ میں سے ہے یا پھر فیض یافتگان میں سے۔ اور یہ دونوں ہی باتیں ممکن ہیں۔

ممکن ہے علمائے کرام اِسے قابل اعتراض جانیں لیکن قرائن اِس کی تائید کرتے ہیں اور ہم مزید تفصیل میں جانے سے گریزاں ہے کیونکہ مقصود میں طوالت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے البتہ علمائے ذی وقار کے لیے بصد احترام اِتنا سا کلام اشارۃً عرض کرتے ہیں کہ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی سیّدنا مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کو قرائن و شواہد کی جن اَدِلہ کی بنا پر تسلیم کیا گیا ہے انہیں میں سے یہ بھی ہے کہ کئی سال تک امام حسن بصری رضی اللہ عنہ اُسی مسجد میں نماز پڑھتے رہے جس میں سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نماز ادا فرماتے تھے تو کئی سال کی روزانہ کی حاضری میں یہ ممکن ہی نہیں کہ ملاقات اور استفادہ ہی نہ کیا ہو۔ فافهم

امام ابو الفرج عبد الرحمٰن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۹۷ھ "اَلْمُنْتَظَم فِیْ تَارِیْخِ الْمُلُوْکِ وَالْأُمَمْ" میں لکھتے ہیں:

كَانَ يُفْتِي فِي مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ ابْنُ نَيِّفٍ وَعِشْرِيْنَ سَنَةً.

ترجمہ: آپ تقریباً بیس سال کی عمر میں مسجد نبوی میں فتوی دیا کرتے تھے۔[27]

امام الحدیث ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۸۵۲ھ علم اَسماء الرجال پر لکھی گئی اپنی بے مثال تصنیف "تَهْذِيْبُ التَّهْذِيْبِ" میں رقم طراز ہیں:

كَانَ يُفْتِي فِي مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ ابْنُ نَيِّفٍ وَعِشْرِيْنَ سَنَةً.

ترجمہ: آپ تقریباً بیس سال کی عمر میں مسجد نبوی میں فتوی دیا کرتے تھے۔[28]

سیّدنا امام علی رِضا رضی اللہ عنہ کی شجاعت

ابو محمد صفوان بن یحیٰی البَجَلِیّ الکُوْفِیّ بیان کرتے ہیں:

جب سیّدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اور ان کے بیٹے سیّدنا ابو حسن (علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ) جانشین مقرر ہوئے تو انہوں نے ایسا کلام کیا جس کی وجہ سے ہمیں خطرہ لاحق ہوا (کہ حکومت وقت کوئی سنگین اقدام نہ کر بیٹھے)

27۔ المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، لامام ابن الجوزي: ج ۱۰: ص ۱۱۹: دار الکتب العلمیة بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔

28۔تھذیب التھذیب، لامام ابن حجر العسقلانی: ج ۷: ص ۳۸۷: مجلس دائرة المعارف العثمانية، حیدر آباد دکن، الھند: الطبعة الاولی۔

تو ہم نے ان کی خدمت میں عرض کی: حضور! آپ نے تو بہت بڑا معاملہ کر دیا ہے اور ہمیں آپ کے حوالے سے خوف ہو گیا کہ کہیں ہارون الرشید کوئی سنگین قدم نہ اٹھالے۔

سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"وہ اپنی پوری طاقت لگالے پر میرے بال کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا"۔[29]

علمائے علم و فن کا خراجِ عقیدت

اہل بیت نبوت کی تعریف و توثیق کا واضح بیان قرآن مجید اور سنت رسول میں ذکر فرما دیا گیا ہے، اِسی لیے اِن کی تعظیم و توقیر کو ہر ایک پر مقدم جاننا اور ماننا اَز حد ضروری اور ایمان کامل کی شرائط میں سے ایک ہے، لہٰذا یہی وجہ ہے کہ ہمیں تمام ہی صحابہ کرام اور علماء و محدثین اِن حضرات کی مدح و ثناء میں مشغول دکھائی دیتے ہیں۔

اگرچہ جن اہل بیت نبوت کا ذکر خیر خاص کر قرآن و حدیث میں آیا ہے اُن کے مصداق خصوصی ہیں لیکن اُن کے مصادیق کا فیضان عمومی اور تا قیامت آنے والے نسلوں کو شامل ہے، باقی رہا نسبت رسول کی بنا پر ادب و

29۔ الاتحاف بحب الأشراف، للشبراوی: ص ۳۱۴: دار الکتاب الاسلامی بیروت: الطبعة الاولی، ۱۴۲۳ھ /۲۰۰۲ء۔جامع کرامات الاولیاء، لامام السیّد النبھانی: ج ۲: ص ۳۱۲: مرکز اہل السنة برکات رضا، الھند۔

احترام تو اس میں کوئی اختلاف ہی نہیں کہ سادات کرام کو ہر جگہ ممتاز مقام و احترام دیا جائے گا۔

بہر حال اہل بیت نبوت ہونے کی بنا تو تمام ہی محدثین و مفسرین وغیرہ نے سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف کی ہی ہے لیکن اِن اُمور کریمہ سے قطع نظر ہو کر خاص ذاتی خوبیوں اور محاسن کی بنیاد پر بھی آپ کا مقام تمام ہی ائمہ اسلام کی نظروں میں بہت بلند ہے،

مُشک آں آست کہ بوید
نہ آنکہ عطّار بگوید

ترجمہ: مشک کی خوشبو تو ایسی ہوتی ہے کہ خود ہی مہک کر اپنا پتہ دیتی ہے لیکن اگر عطر بیچنے والا نے بتایا کہ یہ مشک ہے تو ایسے مشک کا کیا فائدہ؟(یعنی اُس میں اپنی کوئی مہک ہی نہیں)۔

اِسے آسان الفاظوں میں یوں سمجھ لیں کہ سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ نے صرف نسب کی بنا پر تکیہ نہیں کیا بلکہ اِس نسبی شرافت کے ساتھ ساتھ عملی میدان اور علمی صفوں میں بھی اوّل درجہ کے کردارِ بے مثال کا مظاہرہ فرمایا، جس سے آپ کی شرافت نسبی کی عظمت و رفعت مزید بام عروج پر پہنچ گئی۔ موجودہ دور میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ محترم سادات کرام نسبی شرافت کے ساتھ ساتھ علم و عمل کے میدانوں میں بھی بلند کردار کا مظاہرہ کریں، لیکن صد افسوس! کہ آج کچھ حضرات صرف نسبی شرافت کو بنیاد بنا کر علم و عمل کی نبوی وراثت سے محروم نظر آتے ہیں۔

لہٰذا آج کے دور میں عاشقینِ امام علی الرضا کو چاہیے کہ اُن سے محبت کے ساتھ اُن کے اخلاق و عمل کو بھی اپنے لیے مشعل راہ بنائیں تا کہ امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کے حقیقی چاہنے والوں میں اِن کا شمار ہو سکے۔ ورنہ صرف محبت کی دعویدار تو بہت سی خلق خدا ہے پھر بھلا ایک سچے اور مخلص عاشق اور بناوٹی اور فریبی محبت کرنے والے میں کیا فرق باقی بچے گا؟

اب ہم ذیل میں کتاب کی طوالت کے پیش نظر صرف چند جلیل القدر ائمہ کرام کے اقوال نقل کر رہے ہیں جس سے ہماری مندرجہ بالا گفتگو کی تائید اور امام علی الرضا کی ذات سے اِن حضرات کی عقیدت و محبت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں: میں (امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں:

یہ (امام علی بن موسی الرضا) اپنے زمانے میں بنو ہاشم کے سردار، اُن میں ممتاز اور ذہین شخصیت کے حامل تھے۔[30]

امام الحدیث حافظ امیر علی بن ھبۃ اللہ ابو نصر ابن ماکولا رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۷۵ھ فرماتے ہیں:

"الرِّضَا" اِن کا نام و نسب، ابو حسن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ہے اور "الرِّضَا" اِن کا لقب ہے، مامون

30۔ تھذیب تھذیب الکمال، للذھبی: ج ۷: ص ۴۵: رقم الترجمۃ ۴۸۴۳: الفاروق الحدیثیۃ للطباعۃ والنشر بالقاھرۃ: الطبعۃ الاولی ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء۔

نے انہیں اپنا جانشین مقرر کیا، اِن کے پاس اپنے آبائے کرام سے مروی نسخہ تھا، جسے اُن سے روایت کرتے تھے، آپ علم وفضل میں اہل بیت کے سردار تھے۔[31]

امام جرح وتعدیل حافظ محمد بن حبان بن احمد ابی حاتم تمیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۵۴ھ اپنی تصنیف لطیف ''کِتَابُ الثِّقَاتِ'' میں لکھتے ہیں:

عَلِيُّ بْنُ مُوْسَى الرِّضَا وَ هُوَ عَلِيُّ بْنُ مُوْسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، أَبو الحَسَن، مِنْ سَادَاتِ أَهْلِ الْبَيْتِ وَعُقَلَائِهِمْ، وَجُلَّةُ الهَاشِمِيِّيْنَ وَنُبَلَائِهِمْ.

ترجمہ: (سیّدنا امام) علی بن موسی الرضا، ابو حسن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہے، یہ اہل بیت کے سردار، ذہین وفطین، آل ہاشم میں ممتاز اور ذکی شخصیت کے حامل تھے۔[32]

فیض یافتگان وشاگردین

کسی بھی عظیم شخصیت کے تعارف و پہچان میں اِس کے فیض یافتگان اور شاگردین کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، کسی عالم کی حقیقی پہچان ومعرفت کے اسباب میں سے ایک اِس کے جلیل القدر طلباء ہوتے ہیں، اسی طرح کسی بلند

31۔ الاکمال، لامام أبي نصر بن ماکولا: جلد ۴: ص۷۵: دار الکتب العلمیة بیروت۔

32۔ کتاب الثقات، لامام ابن حبان: جلد ۸: ص ۴۵۶: مجلس دائرة المعارف العثمانیة، حیدر آباد دکن، الھند۔

مرتبہ صوفی کے مقام و معارف کی شناخت کا ایک پہلو اِس کے تربیت کردہ خلفاء و مریدین ہوتے ہیں جس میں اِس کی تعلیم و تربیت کا عکس واضح نظر آتا ہے۔ الغرض کسی بھی علم و فن کے اُستاد کا علمی تفوق اسی وقت صحیح طور پر دیکھا جاتا ہے جبکہ اس کے تلامذہ میں بھی وہی رنگ جھلکتا نظر آئے۔

اس تناظر میں جب نگاہیں قدوۃ الاولیاء، امام الائمہ، آلِ بتول، سیّدنا امام علی بن موسی الرضا علوی حسینی رضی اللہ عنہ کی جانب سلام پیش کرتی ہوئی طواف کرتی ہیں تو نگاہوں کے سامنے اِن کے مکتب علم و معدنِ فیض میں ایسے ایسے چہرے جھلملاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جن کی تعریف و توصیف میں ائمہ اسلام کی زبانیں رطب اللساں، جن کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کو ائمہ صحاح ستہ جیسی معتبر ترین شخصیات نے اپنے لیے باعث افتخار جانا۔

اپنے زمانے کے امام، اپنے دور کے محدث، اپنے عصر کے فقہاء، قرآنی اسرار و رُموز کی باریکیاں بیان کرنے والے مفسرین، زمین پر رہتے ہوئے عرش کے سربستہ راز کھولنے والے عرفاء، عبادات و ریاضات کی مشقت برداشت کرکے خود کو مٹا کر لافانی کرنے والے صوفیاء، بھلا کس کس کا بیان کیا جائے کہ جو مجلس سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ میں حاضر ہو کر مستفید نہ ہوا ہو؟۔

میرا مزاج شروع ہی سے ایسا رہا کہ میں حقیقت کو عقیدت پر حاوی نہیں ہونے دیتا، اگرچہ اس بات نے مجھے کئی مقامات پر مشکلات میں بھی ڈالا لیکن بحمد اللہ میں اب بھی اس پر قائم ہوں کہ عقیدت وہی بھلی ہے جس میں صرف

حقیقت کی آمیزش ہی نہیں بلکہ خالص حقائق کی روح شامل ہو، بلاشبہ ایسی عقیدت انسان کو سکونِ قلب و ذہن اور علمی و فکری بالیدگی بخشتی ہے، لہٰذا کوئی یہ نتیجہ ہرگز نہ نکال بیٹھے کہ مندرجہ بالا سطور فرطِ عقیدت میں لکھیں گئیں ہیں۔

ذیل میں سیّدنا امام علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ کے ہزاروں شاگردین میں سے صرف چند ائمہ اسلام کے نام اور اُن میں سے جن کے حالات بہ عجلت میسر آسکے اُن کے مختصر حالات لکھ رہے ہیں جن سے آپ کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ مکتب سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ کے فیض یافتہ حضرات کس پایہ کے علمائے ملت اور اساطین امت شمار ہوتے تھے۔

اور یہ زحمت ہم نے یوں بھی گوارا کرلی کہ ایک تو تمام ہی اسماء الرجال کی کتب میں تذکرۃ الرضا کے تحت بعض اوقات صرف دو اور بعض اوقات تین چار کے قریب امام علی الرضا کے شاگردوں کے فقط نام ذکر کیے گئے تھے، کسی بھی جگہ مفصل فہرست یا اُن ناموں کے احوال کا مختصر سا بیان بھی نہیں کیا گیا تھا اور دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ سیّدنا امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”سِیَرِ أَعْلَامِ النُبَلاء“ میں ایک مقام پر آپ کے بارے میں لکھا تھا کہ آپ سے ضعفاء نے روایت کیا ہے، یہ بات بظاہر اُن کی علمی تحقیق کا ہی ثمر ہو گی لیکن اس بات نے مجھے اَز حد پریشان کیا جس کے لیے میں نے اسماء الرجال کی منتہی کتب اور تاریخ و تراجم کی شہرۂ آفاق کتب سے جتنا ممکن ہو سکا اسماء بمع احوال تحریر کیے ہیں تا کہ کچھ نہ کچھ پردے نگاہوں سے اٹھیں اور موجودہ اہل علم کا بھی یہ تاثر ختم ہو کہ اہل بیت کے رواۃ اکثر ضعفاء ہوتے ہیں۔

لہٰذا پہلے ہم علمائے اسلام کی اصل نقول پیش کریں گے جس میں متفرق عبارات میں فیض یافتگان اور شاگردین کا ذکر ہے بعد اَزاں ایک اجمالی فہرست ہو گی جس میں آپ کے تلامذہ کی تعداد اور کس امام نے انہیں آپ کے شاگردوں میں ذکر کیا ہے اُسے لکھیں گے اور پھر آخیر میں انہیں میں سے چند معروف ائمہ کرام کا قدرے متوسط تذکرہ زیب قرطاس کریں گے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

اور ان (امام علی الرضا رضی اللہ عنہ) سے عبد السلام بن صالح، ابو عثمان المازنی، عامر بن سلیمان الطائی اور داؤد بن سلیمان القزوینی الغازی وغیرہ حضرات روایت کرتے ہیں نیز ان روایت کرنے والوں میں سے ہر ایک کے پاس (امام علی الرضا رضی اللہ عنہ) سے مروی حدیث کا نسخہ ہے۔

(امام علی الرضا رضی اللہ عنہ) سے روایت کرنے والوں میں بہت سی خلق خدا ہے نیز آپ کے بہت سے بھائی بھی آپ سے روایت کرتے ہیں۔ [33]

یہی امام موصوف اسماء الرجال پر اپنی معروف کتاب "الکَاشِف" میں لکھتے ہیں:

عَلِيُّ بْنُ مُوْسَى الرِّضَا العَلَوِيّ، عَنْ أَبِيْه، وَعَنْهُ أَبو عُثْمَان المَازِني، وَعَبْدُ السَّلَام بْنُ صَالِح، وَعِدّةٌ۔

33۔تهذيب تهذيب الكمال، للذهبي: ج ۷: ص ۴۴: رقم الترجمة ۴۸۴۳: الفاروق الحديثية للطباعة والنشر بالقاهرة: الطبعة الاولى ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء۔

ترجمہ: (سیّدنا امام) علی بن موسی الرضا علوی اپنے والد گرامی (امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے ابو عثمان مازنی، عبد السلام بن صالح اور دیگر حضرات روایت کرتے ہیں۔[34]

یہی امام موصوف تذکرۃ الرجال پر اپنی کتاب "سِیَرِ أَعْلَامِ النُّبلَاء" میں لکھتے ہیں:

آپ سے ضعیف راویوں نے روایات کیا ہے: أبو الصَلْت عبد السلام الهروی، احمد بن عامر طائی، عبد اللہ بن عباس قزوینی۔ اور بعض نے ان حضرات کا بھی ذکر کیا ہے: آدم ابن ابی ایاس اور یہ عمر میں آپ سے بڑے تھے، احمد بن حنبل، محمد بن رافع، نصر بن علی جَھْضَمی، خالد بن احمد الذہلی الامیر۔ لیکن اکثر حضرات کے طرق کی صحت آپ کی جانب درست نہیں۔

حضرت مفید نے روایت کیا ہے اور یہ ثقہ راوی نہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے بیان کیا اور انہیں ان کے والد نے بیان کیا، اُن سے علی بن موسی نے اپنے والد گرامی کے طریق سے روایت کیا۔ اس کے بعد ایسی حدیث ذکر کی گئی جس کا متن منکر ہے۔

علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی (سیّدنا موسی کاظم رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

34۔ الکاشف، لامام الذهبي: جلد ۲: ص ۴۸: رقم الترجمة ۳۹۷۱: مؤسسة علوم القرآن و دار القبلة، جدة، سعودي عرب۔

امام ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر المعروف "اِبْنِ خَلِّکَان" رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۶۸۱ھ اپنی منفرد کتاب "وَفِیَاتُ الأَعْیَان وَ اِنْبَاءُ أَبْنَاءِ الزَّمَان" میں لکھتے ہیں:

مشہور زمانہ بزرگ ابو محفوظ معروف بن فیروز علی کرخی رحمۃ اللہ علیہ، یہ حضرت علی بن موسی الرضا رحمۃ اللہ علیہ کے موالی (خادمین وغلاموں) میں سے تھے۔[38]

یہ وہ نقول وعبارات تھیں جو ہم نے اختصار کے ساتھ پیش کر دیں، اب ہم اجمالی فہرست میں اِن کے علاوہ بھی ناموں کا شمار کریں گے لیکن اُن کے ماخذ ومصدر کا ذکر لازمی کریں گے تاکہ اہل علم حضرات کو مراجعت میں آسانی ہو۔ اگر ہم دیگر متروکہ عبارات بھی یہاں نقل کرتے تو عوام الناس کو ممکن ہے کہ ذہنی کوفت واجنبیت کا سامنا کرنا پڑتا لہٰذا اسی قدر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

38۔وفیات الاعیان و انباء أبناء الزمان، لامام ابن خلکان: جلد ۵: ص ۲۳۱: رقم الترجمۃ ۷۲۹: دار صادر بیروت۔

فیض یافتگان وشاگردین کی اجمالی فہرست

۱۔ سیّد الأوْلِیَاء أبُو مَحْفُوظٍ مَعْرُوفُ بْنُ فَیْرُوز عَلِیّ الکَرْخی [39]

۲۔ اِمَامُ الحَدِیْثِ أَبو عَبْدُ اللّٰہ مُحَمَّد الرَافِع النَیْسَابُورِیُّ [40]

۳۔ اِمَامُ الحَدِیْثِ مُعَلّٰی بْنُ مَنْصُورٍ [41]

۴۔ اِمَامُ الحَدِیْثِ والفِقْۃ اِسْحَاقُ بْنُ رَاھُوَیْۃ [42]

۵۔ اِمَامُ الحَدِیْثِ نَصرُ بْنُ عَلِیّ الجَھْضَمِیُّ [43]

۶۔ اِمَامُ العَرَبِیَّۃِ أَبو عُثمَانَ بَکْرُ بْنُ مُحَمَّد المَازِنیُّ النَّحْوِیُّ [44]

39۔وفیات الاعیان، لامام ابن خلکان۔ الکواکب الدریّۃ، للمناوی۔ شذرات الذھب، لابن العماد۔ تذکرۃ الاولیاء للشیخ العطار۔

40۔الاکمال تھذیب الکمال، للمغلطای۔ سیر أعلام النبلاء، للذھبی۔ تھذیب التھذیب، لامام ابن حجر العسقلانی۔

41۔ الاکمال تھذیب الکمال، للمغلطای۔

42۔ المنتظم، للجوزي۔تذکرۃ الاولیاء للشیخ العطار۔

43۔ سیر أعلام النبلاء، للذہبی۔ تھذیب التھذیب، لامام ابن حجر العسقلانی۔

44۔تھذیب تھذیب الکمال، للذہبی۔الکاشف، للذہبی۔تھذیب الکمال، للمزّی۔ تھذیب التھذیب، للعسقلانی۔

جب دنیا کسی انسان کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو اس انسان میں بہت سے اضافی محاسن پیدا کر دیتی ہے اور جب دنیا اُس سے منہ موڑتی ہے تو اِس کی ذاتی خوبیوں کو بھی چھین لیتی ہے۔[35]

امام ابن حبان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

علی بن موسیٰ نے اپنے والد گرامی سے بہت سے عجائبات کو روایت کیا ہے۔ آپ سے أبو الصلت ہروی اور دیگر حضرات نے روایت کیا ہے۔ روایت کرنے میں کبھی ان (ابو الصلت ہروی) کو وہم و خطا بھی ہوتی ہے۔[36]

امام علاء الدین ابن قلیج مغلطای حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

رَوٰی عَنْہُ اَئِمَّۃُ الحَدِیْثِ: مُعَلَّی بْنُ مَنْصُوْرٍ وَ مُضَرُ بْنُ أَبِي أَيَاسٍ، مُحَمَّدُ رَافِعُ.

ترجمہ: آپ (سیّدنا امام علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ) سے حدیث کے اماموں میں سے معلی بن منصور رحمۃ اللہ علیہ، مضر بن ابی ایاس رحمۃ اللہ علیہ اور محمد رافع رحمۃ اللہ علیہ روایت حدیث کرتے ہیں۔[37]

35۔ سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدین محمد الذهبی: ج ۹: ص ۳۸۸: موسسة الرسالة بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔

36۔ سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدین محمد الذهبی: ج ۹: ص ۳۹۰۔ ۳۸۹: مؤسسة الرسالة بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔

37۔ الاکمال تهذیب الکمال، لامام علاء الدین مغلطای حنفی: ج ۹: ص ۳۷۹: الفاروق الحدیثیة للطباعة والنشر بالقاهرة۔

۷۔ أَبُو الصَلْت عَبْدُ السَّلَامُ بْنُ صَالِح الهَرَوِیُّ [45]

۸۔ اِمَامُ الحَدِیْثِ أَبُو الحَسَنْ آدَمُ ابْنُ أَبِی أَیَاسٍ [46]

۹۔ أَبُو أَحْمَدَ دَاؤُدُ بْنُ سُلَیْمَان القَزْوِیْنِیُّ الغَازِیُّ [47]

۱۰۔ خَالِدُ بْنُ أَحْمَدَ الذُهْلِیُّ الأَمِیْرُ [48]

۱۱۔ اِمَامُ الحَدِیْثِ أَبُو الحَسَن عَلِیُّ ابْنُ غُرَابِ الفَزَارِیُّ [49]

۱۲۔ أَمِیْرُ المُؤْمِنِیْن فِی الحَدِیْثِ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلُ [50]

۱۳۔ اِمَامُ الحَدِیْثِ مُضَرُ بْنُ أَبِی أَیَاسٍ [51]

۱۴۔ أَمِیْرُ المُؤْمِنِیْن فِی الحَدِیْثِ العَابِدُ الزَّاهِدُ مُحَمَّدُ بْنُ أَسْلَمَ الطُّوْسِیُّ [52]

45۔تهذیب تهذیب الکمال، للذہبی۔ الکاشف، للذہبی۔ سیر أعلام النبلاء، للذہبی۔ السنن، لامام ابن ماجة۔ تهذیب الکمال، للمزّی۔

46۔سیر أعلام النبلاء، للذہبی۔ تهذیب التهذیب، لامام ابن حجر العسقلانی۔

47۔تهذیب تهذیب الکمال، للذہبی۔ تهذیب الکمال، للمزّی۔ تهذیب التهذیب، لامام ابن حجر العسقلانی۔

48۔ سیر أعلام النبلاء، للذہبی۔

49۔ النکت الظراف علی الاطراف، لابن حجر العسقلانی۔

50۔ سیر أعلام النبلاء، للذہبی۔

51۔ الاکمال تهذیب الکمال، للمغلطای۔

52۔ الصواعق المحرقة، لابن حجر المکی۔تذکرۃ الاولیاء للشیخ العطار۔

۱۵۔ عَامِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الطَّائِيُّ وَالِدُ أَحْمَدَ بْنِ عَامِرِ الطَّائِيُّ[53]

۱۶۔ اِمَامُ الحَدِيْثِ أَبُوْ زُرْعَةَ الرَّازِيُّ[54]

۱۷۔ اِمَامُ الحَدِيْثِ أَحْمَدُ بْنُ حَرْبٍ[55]

۱۸۔ اِمَامُ الحَدِيْثِ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى[56]

۱۹۔ أَحْمَدُ بْنُ عَامِرِ الطَّائِيُّ[57]

۲۰۔ دَارِمُ بْنُ قَبِيْصَةَ بْنِ نَهْشَلِ الصَنْعَانِيُّ[58]

۲۱۔ هَارُوْنُ بْنُ سُلَيْمَانَ الغَازِيُّ[59]

۲۲۔ أَبُو بَكر أَحْمَدُ بْنُ الحَبَّابِ بْنِ حَمْزَةَ الحِمْيَرِيُّ النَسَّابَةُ[60]

۲۳۔ أَيُّوْبُ بْنُ مَنْصُوْرٍ النَّيْسَابُوْرِيُّ[61]

53۔ تهذيب تهذيب الكمال، للذہبی۔ تهذيب الكمال، للمزّی۔ تهذيب التهذيب، لامام ابن حجر العسقلانی۔

54۔ الصواعق المحرقة، لابن حجر المكی۔

55۔ المنتظم، للجوزی۔

56۔ المنتظم، للجوزی۔

57۔ سير أعلام النبلاء، للذہبی۔ النكت الظراف على الاطراف، لابن حجر العسقلانی۔

58۔ تهذيب الكمال، لامام المزّی۔

59۔ النكت الظراف على الاطراف، لابن حجر۔

60۔ تهذيب الكمال، لامام المزّی۔

61۔ تهذيب الكمال، لامام المزّی۔

۲۴۔ سُلَیْمَانُ بْنُ جَعْفَرٍ [62]

۲۵۔ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَلِیِّ العَلَوِیُّ [63]

۲۶۔ عَلِیُّ بْنُ صَدَقَۃِ الشَّطِّیُّ الرِّقِّیُّ [64]

۲۷۔ عَلِیُّ بْنُ مَہْدِیِّ بْنِ صَدَقَۃِ بْنِ ہِشَّامٍ القَاضِیُّ [65]

۲۸۔ أَبُوْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ حَیَّان التَّمَّارُ البَصْرِیُّ [66]

۲۹۔ مُوْسَی بْنُ عَلِیِّ القُرَشِیُّ [67]

۳۰۔ سیّدنا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ (عَمُّ الرِّضَا) [68]

۳۱۔ سیّدنا أَبُوْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ مُوْسَی (اِبْنُ الرِّضَا) [69]

۳۲۔ سیّدنا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یَحْیٰی بْنِ مُوْسَی بْنِ جَعْفَر بْنِ مُحَمَّدٍ (اِبْنُ أَخِ الرِّضَا) [70]

62۔ تہذیب الکمال، لامام المزّی۔

63۔تہذیب الکمال، لامام المزّی۔

64۔ تہذیب الکمال، لامام المزّی۔

65۔تہذیب الکمال، لامام المزّی۔ تہذیب التہذیب، لامام ابن حجر العسقلانی۔

66۔تہذیب الکمال، لامام المزّی۔ تہذیب التہذیب، لامام ابن حجر العسقلانی۔

67۔ تہذیب الکمال، لامام المزّی۔

68۔ المعجم، لامام ابن الأعرابی۔

69۔ تہذیب الکمال، للمزّی۔ کتاب التذکرۃ، لامام أبی المحاسن محمد العلوی الحسینی۔ تہذیب التہذیب، لامام ابن حجر العسقلانی۔

70۔ النکت الظراف، لامام ابن حجر العسقلانی۔

۳۳۔ خَلِیْفَةُ الْمُسْلِمِیْنَ أَبُوْ الْعَبَّاسِ عَبْدُ اللّٰهِ الْمَأْمُوْنُ بْنُ هَارُوْنِ الرَّشِیْدِ[71]

۳۴۔ اَلشَّاعِرُ الأَدِیْبُ عَلِیُّ بْنُ عَلِیِّ الْخُزَاعِیُّ الدِّعْبِلِیُّ[72]

۳۵۔ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسِ الْقَزْوِیْنِیُّ[73]

۳۶۔ مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ عَامِرِ الْبَجَلِیُّ[74]

۳۷۔ مُحَمَّدُ بْنُ زِیَادِ السُّلَمِیُّ[75]

۳۸۔ آپ کے بہت سے بھائی بھی آپ سے روایت کرتے ہیں جن کی تعداد بیس کے قریب ہے۔[76]

۳۹۔ أَبُو مُحَمَّدٍ صَفْوَانُ بْنُ یَحْیَى الْبَجَلِیُّ الْکُوْفِیُّ (مِنْ اَصْحَابِ الامَامِ مُوْسَى الْکَاظِمِ)[77]

71۔ تهذيب الكمال، لامام المزّی۔ كتاب التذكرة، لامام أبي المحاسن محمد العلوی الحسينی۔ تهذيب التهذيب، لامام ابن حجر العسقلانی۔

72۔ تهذيب الكمال، للمزّی۔ تهذيب التهذيب، لامام ابن حجر العسقلانی۔

73۔ سير أعلام النبلاء، للذہبی۔

74۔ تحفة الاشراف لامام المزّی۔ النكت الظراف على الاطراف، لابن حجر العسقلانی۔ تهذيب الكمال، لامام المزّی۔

75۔ تحفة الاشراف، لامام المزّی۔

76۔ تهذيب تهذيب الكمال، للذہبی۔

77۔ جامع كرامات الاولياء، للنبهانی۔ الاتحاف بحب الاشراف، للشبراوی۔

۴۰۔ مُحَمَّدُ بْنُ عِیْسیَ بْنِ أَبِی حَبِیْبِ النبَاجِیؒ[78]

۴۱۔ مُوْسَی بْنُ مَهْرَانٍ[79]

۴۲۔ حَمْزَةُ بْنُ جَعْفَرٍ الأَرْجَانِیؒ[80]

۴۳۔ سَعِیْدُ بْنُ سَعْدٍ[81]

۴۴۔ مُسَافِرٌ[82]

۴۵۔ بِكْرُ بْنُ صَالِح[83]

۴۶۔ حَسَنُ بْنُ مُوْسَی[84]

۴۷۔ حُسَیْنُ بْنُ یَسَارٍ[85]

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

78۔ جامع کرامات الاولیاء، للنبھانی۔ الاتحاف بحب الاشراف، للشبراوی۔

79۔ جامع کرامات الاولیاء، للنبھانی۔ الاتحاف بحب الاشراف، للشبراوی۔

80۔ جامع کرامات الاولیاء، للنبھانی۔ الاتحاف بحب الاشراف، للشبراوی۔

81۔ جامع کرامات الاولیاء، للنبھانی۔ الاتحاف بحب الاشراف، للشبراوی۔

82۔ جامع کرامات الاولیاء، للنبھانی۔ الاتحاف بحب الاشراف، للشبراوی۔

83۔ جامع کرامات الاولیاء، للنبھانی۔ الاتحاف بحب الاشراف، للشبراوی۔

84۔ جامع کرامات الاولیاء، للنبھانی۔ الاتحاف بحب الاشراف، للشبراوی۔

85۔ جامع کرامات الاولیاء، للنبھانی۔ الاتحاف بحب الاشراف، للشبراوی۔

یہاں تک وہ تمام اسمائے گرامی ذکر کر دیے گئے ہیں جو ہمیں میسر آسکے، ان میں نمبر ۳۹ سے ۴۷ تک جو نام مذکور ہیں ان کا بنیادی تعلق عاشق رسول سیّدنا امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل پر ہے جسے انہوں نے "الاتحاف بحب الاشراف" اور امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے اس لیے ہم نے اِسے اخیر میں ذکر کیا ہے تا کہ ما قبل سے اِمتیاز رہے۔ واللہ اعلم

اب ہم مذکورہ بالا فہرست میں سے ترتیب وار صرف چند ائمہ حدیث وفقہ کا مختصر سا تذکرہ ذکر کریں گے جن سے ہمارا بنیادی مقصد یہ ہو گا کہ اِس امام کی علمی حیثیت کیا تھی؟ کن اَساتذہ سے اِکتساب علم کیا اور پھر ان کے تلامذہ کیسے پایہ کے علماء ہوئے؟ تا کہ یہ بات قدرے واضح ہو جائے کہ سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ سے اِکتساب علم اور روایت کرنے والوں میں ضعفاء اور اہل تشیع ہی نہیں بلکہ اہل سنت کے محدثین وامام اور امیر المومنین فی الحدیث جیسی شخصیات بھی شامل ہیں۔

علم وحدیث کے ائمہ کرام بارگاہِ علی الرضا میں

سیّدنا معروف بن فیروز کرخی رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ سَيِّدُ الأَوْلِيَاءِ أَبُو مَحْفُوظٍ مَعْرُوفُ بْنُ فَيْرُوزٍ عَلِيٍّ الْكَرْخِيُّ

امام ابو حفص سراج الدین عمر المعروف ''ابن الملقن'' مصری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۸۰۴ھ اپنی کتاب ''طبقات الاولیاء'' میں لکھتے ہیں:

ابو محفوظ معروف بن فیروز کرخی رحمۃ اللہ علیہ، اُستادوں میں سے ایک مستجاب الدعوات شخصیت کے حامل تھے، یہ مشہور زمانہ صوفی سیّدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہے، اِن کا وصال بغداد میں سن ۲۰۰ھ جبکہ ایک روایت کے مطابق سن ۲۰۱ھ میں ہوا، اہل بغداد اِن سے استغاثہ کرتے اور یہ کہتے ہیں: ''معروف کرخی کی قبر (قبولیت دعا کے لیے) تریاق مجرب ہے''۔

ابو عبد الرحمٰن زہری نے فرمایا:

معروف کرخی کی قبر مبارک مشکلات ٹالنے کے لیے مشہور ہے۔

کہا گیا ہے:

جو بھی ان کی قبر مبارک کے پاس سو مرتبہ "قل ھو اللہ احد" پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کسی بھی چیز کا سوال کرے گا تو اس کی خواہش پوری ہو گی۔[86]

امام ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر المعروف "اِبْنِ خَلِّكَان" رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۸۱ھ اپنی منفرد کتاب "وَفِيَاتُ الأَعْيَان وَاِنْبَاءُ أَبْنَاءِ الزَّمَان" میں لکھتے ہیں:

معروف کرخی کے والدین نصرانی مذہب کے حامل تھے اور انہوں نے معروف کرخی کو ایک پادری کے پاس بچپن میں ہی سپرد کر دیا تھا تو ایک بار پادری نے معروف کرخی سے کہا: کہو تین میں سے ایک، تو جواباً معروف کرخی نے کہا: نہیں بلکہ وہ تو ایک ہے، اس پر معلم نے انہیں بہت مارا تو آپ وہاں سے بھاگ نکلے، جب آپ کے والدین کو پتا چلا کہ تو انہوں نے کہا: کاش ہمارا بیٹا واپس لوٹ آئے خواہ وہ کسی بھی دین پر ہو ہم اس کی موافقت کریں گے، بعد ازاں معروف کرخی نے حضرت سیّدنا علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا اور اپنے والدین کے گھر واپس آئے اور دروازے پر دستک دی تو اندر سے آواز آئی کون؟ آپ نے کہا: معروف، پوچھا: کس دین پر ہو؟ تو فرمایا: اسلام پر، لہٰذا ان کے والدین نے بھی اسلام قبول کر لیا۔[87]

86۔ طبقات الاولیاء، لامام ابن الملقن المصری، ص۲۸۰: مكتبة الخانجی بالقاهرة: الطبعة الثانية ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء۔

87۔وفیات الاعیان و انباء أبناء الزمان، لامام ابن خلکان: جلد ۵: ص ۲۳۱/ ۲۳۲: رقم الترجمة ۷۲۹: دار صادر بیروت۔

امام الحدیث محمد الرافع نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ اِمَامُ الحَدِیث أبو عَبدِ اللهِ مُحَمَّدُ الرَّافِعُ النَیسَابُورِیُّ

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

الامام، الحافظ، الحجة، القدوة، بقية الأعلام، ابو عبد الله (محمد بن رافع) ابن ابی زید قشیری نیشاپوری، آپ کا نام "سَابُور" ہے۔

آپ کی پیدائش سن ۱۷۰ھ کے بعد کی دہائی میں سیّدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ہوئی، آپ نے نو سال کی عمر کے قریب سفر علم شروع کیا اور کثیر علمائے زمن سے اکتساب فیض کیا۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "تاریخ" میں کہا:

آپ اپنے زمانے میں سچائی اور سفر علم میں خراسان کے شیخ شمار کیے جاتے تھے۔

آپ نے سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ، معن بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ، ابن ابی فدیک رحمۃ اللہ علیہ، وکیع رحمۃ اللہ علیہ، یونس بن نمیر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ حدیث سے استفادہ کیا۔

آپ کے شاگردوں اور استفادہ کرنے والوں میں، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو بکر بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسے جلیل الشان محدثین وائمہ کرام شامل ہیں۔

(امام بخاری نے آپ سے ۷، امام مسلم نے ۳۸۸، امام ترمذی نے ۱۶، امام نسائی نے ۵۵، امام ابو داؤد نے ۷ اروایات نقل فرمائی ہیں)۔ [88]

امام معلی بن منصور رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ اِمَامُ الحَدِیثِ مُعَلَّی بْنُ مَنْصُوْرٍ

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

العلامة، الحافظ، الفقيه، أبو يعلى الحنفي۔ شہر بغداد کے ساکن و مفتی تھے۔ آپ کی پیدائش قریباً سن ۱۵۰ھ میں ہوئی۔

آپ کے اساتذہ میں عکرمہ بن ابراہیم ازدی رحمۃ اللہ علیہ، سلیمان بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ، شریک القاضی رحمۃ اللہ علیہ، ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ، صدقہ بن خالد رحمۃ اللہ علیہ، لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ، مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ، عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جیسے نابغہ روز گار شخصیات شامل ہیں۔

آپ سے روایت کرنے والوں میں معروف زمانہ امام اور فقہی مذہب "فقہ ابو ثور" کے بانی قاضی ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد ابن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن یحییٰ ذہلی رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن اسحاق الصاغانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بہت سی شخصیات نے استفادہ کیا۔

88۔ سير أعلام النبلاء، لامام الذہبی: ج ۱۲: ص ۲۱۴: مؤسسة الرسالة بيروت: الطبعة الاولى ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔

امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ کرام نے آپ کو "صدوق" کہا ہے جبکہ امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے "ثقہ" امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے "صدوقًا فی الحدیث" کہا ہے۔

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن زہیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آپ کا وصال سن ۲۲۱ھ میں ہوا۔[89]

امام اسحاق بن راھویہ رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ اِمَامُ الحَدِیْثِ والفِقْہ اِسْحَاقُ بْنُ رَاھُوَیْہ

ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد، حنظلی، تمیمی، مروزی ابن راھویہ۔

(امام ذہبی فرماتے ہیں: ان کی پیدائش ۱۶۱ھ میں ہوئی) آپ خراسان کے بلند پایہ ائمہ کرام میں سے ایک ہے، حصول علم کے لیے آپ نے بہت سے ممالک کا سفر اختیار کیا، آپ سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسے کبار محدثین عظام نے اکتساب علم کیا۔

آپ کے والد کو "راھویہ" اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کی پیدائش راستے میں ہوئی، اسی لیے اہلیانِ مرو انہیں "راھویہ" یعنی راستے میں پیدا ہونے والا کہنے لگے۔ امام اسحاق بن راھویہ حدیث میں "ثقہ" تھے۔

89۔ سیر أعلام النبلاء، لامام الذہبی: ج ۱۰: ص ۳۶۵: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت: الطبعۃ الاولی ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

اسحاق اپنی سچائی کی بناپر اہل مشرق ومغرب میں مقبول ہوئے۔

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

آپ کی ذات میں حدیث، فقہ، حفظ، صدق، زہد و تقویٰ جمع ہو گئے تھے۔

آپ نے تحصیل علم کے لیے عراق، حجاز، شام اور یمن کا سفر کیا، آپ کی مسند مشہور ہے، نیشاپور میں سکونت رہی اور وہیں وصال فرمایا۔[90]

امام الحدیث نصر بن علی رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ اِمَامُ الحَدِیْثِ نَصْرُ بْنُ عَلِیِّ الجَھْضَمِیُّ

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

الحافظ، العلامۃ، الثقۃ، ابو عمرو نصر بن علی، الأزدی الجھضمی البصری الصغیر، آپ کی پیدائش سن ۱۶۰ھ کی دہائی کے بعد کسی زمانے میں ہوئی۔

آپ کے اساتذہ میں یزید بن زریع رحمۃ اللہ علیہ، نوح بن قیس حدانی رحمۃ اللہ علیہ، سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ، ابن علیہ رحمۃ اللہ علیہ، عیسیٰ بن یونس رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسے اکابرین شامل ہیں۔

آپ سے روایت واستفادہ کرنے والوں میں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام بقی بن مخلد رحمۃ اللہ علیہ، ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ جیسے اساطین امت شامل ہیں۔

90۔ الأعلام، للزرکلی: ج ۱: ص ۲۹۲: دار العلم للملایین بیروت۔

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا:

آپ کے نزدیک نصر بن علی رحمۃ اللہ علیہ اور عمرو بن علی صیرفی رحمۃ اللہ علیہ میں کون زیادہ محبوب ہے ؟ تو آپ نے فرمایا: نصر (بن علی) میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے، کہ وہ ''أَوثق، أَحفظ، ثِقة'' ہے۔

(امام بخاری نے ان سے ۵، امام مسلم نے ۵۵، امام ترمذی نے ۶۰، امام نسائی نے ۲۰، امام ابن ماجہ نے ۸۲، امام ابو داؤد نے ۷۴ احادیث روایت کی ہیں)۔

امام سرّاج رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات نے کہا:

آپ کا وصال سن ۲۵۰ھ میں ہوا جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سال کے ربیع الآخر کے مہینے میں وصال لکھا ہے۔[91]

امام النحو ابو عثمان مازنی رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ اِمَامُ العَرَبِيَّةِ أَبو عُثمَانَ بَكرُ بْنُ مُحَمَّدٍ المَازِنِيُّ النَّحوِيُّ

أبو عثمان بكر بن محمد بن بقية المازني، جبکہ امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

''اِمَامُ العَرَبِيَّةِ ابو عثمان بكر بن محمد بن عدی رحمۃ اللہ علیہ''۔

91۔ سیر أعلام النبلاء، لامام الذہبی: ج ۱۲: ص ۱۳۳: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت: الطبعۃ الاولی ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔

قبیلہ ''بنی مازن بن شیبان'' سے تعلق رکھتے تھے جبکہ بعض نے کہا: اصلاً تو یہ ''بنی سدوس'' کے مولیٰ تھے لیکن ''بنی مازن بن شیبان'' کے یہاں رہنے کی وجہ سے ان ہی کی طرف منسوب ہو کر مشہور ہو گئے۔ انہوں نے اپنے زمانے میں بصرہ کے تین یکتائے علم افراد سے اکتساب کیا:

۱۔ ابو عبیدۃ معمر بن المثنی البصری التیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۰۹ھ۔

۲۔ ابو سعید عبد الملک بن قرب القیسی الباہلی البصری معروف بہ اصمعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۱۶ھ۔

۳۔ ابو زید سعید بن ثابت انصاری بصری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۱۵ھ۔

آپ کے شاگردوں میں علم نحو کے شہرۂ آفاق امام ابو العباس محمد بن یزید بن عبد الاکبر المعروف ''المبرد'' المتوفی ۲۸۵ھ کا نام ہی کافی ہے۔

''امام علم النحو واللغۃ'' ابولعباس مبرد نے کہا:

''سیبویہ'' کے بعد نحو کو ''مازنی'' سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں۔

آپ کی تصانیف میں سے چند یہ ہیں: ''ما تلحن فیہ العامۃ''، ''الألف واللام''، ''کتاب التصریف''، ''کتاب العروض''، ''الدیباج''۔

آپ کے وصال کے بارے میں چند اقوال ہیں، بعض نے ۲۴۹ھ، بعض نے ۲۴۸ھ، بعض نے ۲۴۷ھ، جبکہ بعض نے ۲۳۰ھ بیان کیا ہے، لیکن تحقیق کے مطابق آپ کا وصال سن ۲۴۷ھ ہی درست قرار پاتا ہے کیونکہ آپ کا بادشاہ متوکل کی محفل میں بیٹھنا اور اس سے مکالمہ کرنا ثابت ہے اور متوکل کو خلافت ملی

ہی ۲۳۲ھ کو تھی لہٰذا ۲۳۰ھ کو اسی کے پیش نظر غیر صحیح کہا گیا ہے، جس سال سن ۲۴۷ھ میں آپ کا وصال ہوا اُسی سال متوکل کا قتل بھی میں ہوا۔[92]

امام عبد السلام ہروی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ اِمَامُ أَبو الصَلْتِ عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ صَالِح الهَرَوِيُّ

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

الشيخ، العالم، العابد، شيخ الشيعة، أبو الصلت عبد السلام بن صالح الهروی النيسابوری۔ یہ قریش کے غلاموں میں سے تھے، ان کی فضیلت و جلالت اس بات سے بلند ہے کہ اِن کے ''ثقہ'' ہونے پر کلام کیا جائے۔

آپ نے مالک رحمۃ اللہ علیہ، حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ، شریک رحمۃ اللہ علیہ، عبد السلام بن حرب رحمۃ اللہ علیہ، ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ اور علی بن موسی الرضا رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ شخصیات سے اکتساب علم کیا ہے۔

اور آپ کے شاگردوں میں (حافظ الحدیث) ابو بکر بن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن ابی خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن ضریس رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ افراد شامل ہیں۔

92۔ المنصف شرح كتاب التصريف، لابن جنی النحوی: أحوال المصنف: ج۳: ص ۳۱۳، ملخصاً: ادارة احياء التراث القديم: الطبعة الاولى ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۶۰ء۔ سير أعلام النبلاء، لامام الذہبی: ج ۱۲: ص ۲۷۰: مؤسسة الرسالة بيروت۔ الأعلام، للزركلی، ج۳: ص ۶۹: دار العلم للملايين بيروت۔

آپ زاہد وعابد شخصیت کے حامل تھے،مامون بادشاہ نے آپ کی غیر معمولی کیفیات کی بناپر حیرت زدہ ہو کر آپ کو اپنا مصاحب خاص بنالیا تھا۔

آپ کا وصال شوال ۲۳۳ھ میں ہوا۔ [93]

امام الحدیث آدم بن ابی ایاس رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ اِمَامُ الحَدِیْثِ أبُو الحَسَنِ آدَمُ ابْنُ أَبِي أَيَاسٍ

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

امام، حافظ، القدوۃ، شیخ الشام، ابوالحسن آدم بن ابی ایاس خراسانی، مروذی، بغدادی، محدثِ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، آپ کے والد کا نام ناہیہ بن شعیب جبکہ بعض کے نزدیک عبد الرحمٰن ہے۔

آپ نے حرمین شریفین، مصر، شام اور عراق کے بہت سے ائمہ کرام سے استفادہ کیا جن میں سے چند یہ ہیں: ''مبارک بن فضالۃ رحمۃ اللہ علیہ، شعبۃ بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ، لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ، ابن ابی ذئب رحمۃ اللہ علیہ'' وغیرہ شامل ہیں۔

آپ سے روایت واستفادہ کرنے والوں میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوزرعہ دمشقی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ، اسحاق بن سوید رملی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسے ممتاز اہل علم حضرات شامل ہیں۔

93۔ سیر أعلام النبلاء، لامام الذہبی: ج ۱۱: ص ۴۴۶: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت: الطبعۃ الاولی ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔

امام جرح وتعدیل ابو حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

"ثقةٌ، مأمونٌ" اللہ کے نیک بندوں میں سے بہت زیادہ عبادت گزار بندے ہیں۔

ابراہیم بن ہیثم البلدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

کہ آدم بن ابی ایاس رحمۃ اللہ علیہ کی عمر نوے(۹۰) سال سے بھی متجاوز تھی لیکن اس کے باوجود بھی آپ خضاب استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ اس میں مشغول ہونے سے زیادہ عبادت میں مصروف رہتے تھے۔

امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

آپ کا وصال جمادی الآخر سن ۲۲۰ھ میں ہوا، اس وقت آپ کی عمر مبارک قریباً ۸۸ برس تھی۔[94]

امام داؤد بن سلیمان قزوینی رحمۃ اللہ علیہ

۹۔ اِمَامُ أَبِي أَحْمَدَ دَاوُدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْقَزْوِيْنِيُّ الْغَازِيُّ

مؤرخ کبیر امام عبد الکریم بن محمد الرافعی القزوینی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "التَّدْوِيْنِ فِي أَخْبَارِ قَزْوِيْن" میں لکھتے ہیں:

شیخ ابو احمد داؤد بن سلیمان بن یوسف الغازی رحمۃ اللہ علیہ، آپ (سیّدنا امام) علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے میں مشہور ہے، نیز یہ بھی کیا گیا ہے:

94۔ سیر أعلام النبلاء، لامام الذہبی: ج ۱۰: ص ۳۳۵: مؤسسة الرسالة بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔

(سیّدنا امام) علی (بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ) نے قزوین میں شورش زمانہ کے سبب آپ کے گھر بہت عرصہ تک قیام فرمایا تھا۔

آپ کا نسخہ حدیث معروف ہے جسے اہل قزوین مثلاً اسحاق بن محمد اور علی بن محمد بن مہرویہ وغیرہ آپ کی سند سے روایت کرتے ہیں، اس کی سند میں سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی آتا ہے۔[95]

95۔ التدوین فی اخبار قزوین، لامام عبد الکریم الرافعی القزوینی: ج ۳: ص ۳: دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۷ء۔

امام علی رِضا رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث

عَنْ أَبِي أَحْمَدَ دَاوُدُ بْنُ سُلَيْمَانِ الْقَزْوِينِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا، حَدَّثَنِي أَبِي مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُولُ اللهُ تَعَالَى: يَا ابْنَ آدَمَ مَا تَصِفُنِي أَتُحِبُّ إِلَيْكَ بِالنِّعَمِ وَ تَمْقُتُ إِلَيَّ بِالْمَعَاصِي خَيْرِي إِلَيْكَ مُنْزِلٌ وَ شَرُّكَ إِلَيَّ صَاعِدٌ وَ لَا يَزَالُ مَلَكٌ كَرِيمٌ يَأْتِينِي عِنْدَ كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ بِعَمَلٍ قَبِيحٍ، يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ سَمِعْتَ وَصْفَكَ مِنْ غَيْرِكَ وَ أَنْتَ لَا تَعْلَمُ مَنِ الْمَوْصُوفُ لَسَارَعْتَ إِلَى مَقْتِهِ.

ترجمہ: اے ابن آدم! تو میرے بارے میں کیا کہتا ہے! کیا تو اپنے لیے نعمتیں پسند کرتا ہے اور میرے لیے گناہ؟ میری خیر تیری جانب آتی ہے اور تیرا شر میری بارگاہ میں، ایک فرشتہ میری بارگاہ میں ہر دن اور ہر رات برے اعمال پیش کرتا رہتا ہے اے ابن آدم اگر تو (انسانوں کے سوا) کسی اور سے اپنے بارے میں سنے اور تجھے یہ معلوم نہ ہو کہ کس کے بارے میں بتایا جاتا ہے تو تو اس کے جھوٹ کی خبر لینے میں جلدی کرے گا۔

عَنْ أَبِي أَحْمَدَ دَاوُدُ بْنُ سُلَيْمَان الْقَزْوِينِيُّ، ثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا، حَدَّثَنِي أَبِي مُوسَى (بْنِ جَعْفَرٍ)، عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرِ (بْنِ مُحَمَّدٍ)، عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ (بْنِ عَلِيٍّ)، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ (بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ)، عَنْ أَبِيهِ الْحُسَيْنِ (بْنِ عَلِيٍّ)، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

اَلْعِلْمُ خَزَائِنٌ وَ مِفْتَاحُهُ السُّوَالُ، فَاسْئَلُوا يَرْحَمُكُمُ اللهُ فَإِنَّهُ لَيُؤْجَرُ فِيهِ أَرْبَعَةٌ: اَلسَّائِلُ وَالْمُعَلِّمُ وَالْمُسْتَمِعُ وَالْمُحِبُّ لَهُمْ.

ترجمہ: علم ایک مقفل خزانہ ہے اور سوال اس کی کنجی، لہٰذا سوال کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے کیونکہ اس سے چار لوگ اجر پاتے ہیں: ''سوال کرنے والا، تعلیم دینے والا، سننے والا اور اِن (تینوں) سے محبت رکھنے والا''۔[96]

امام خالد بن احمد ذہلی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ خَالِدُ بْنُ أَحْمَدَ الذُّهْلِيُّ الْأَمِيرُ

امام جرح وتعدیل محمد عبد الرحمٰن بن ابی حاتم تمیمی رازی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۲۷ھ فرماتے ہیں:

96۔ التدوین فی اخبار قزوین، لامام عبد الکریم الرافعی القزوینی: ج ۳: ص ۴: دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۷ء۔

آپ کا نام ابو الہیثم خالد بن احمد ہے، آپ نے اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ، علی بن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حسین بن منصور نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق بن حمزہ رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب علم اور روایت کی نیز یہ "صدوق، ثقہ" ہیں۔[97]

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

ابو الہیثم ذہلی الامیر، ماوراء النہر کے حاکم تھے، شہر بخاریٰ میں ان کی قابل تعریف خدمات واضح ہیں۔

آپ نے ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اور عبید اللہ القواریری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے اکتساب کیا ہے اور آپ سے اکتساب کرنے والوں میں سہل بن شاذویہ رحمۃ اللہ علیہ، ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ، ابن عقدۃ رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن محمد منکدری رحمۃ اللہ علیہ اور عبد الرحمن بن حمدان الجلاب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ شامل ہیں۔

حصول علم کے لیے سوار ہونے کے بجائے پیدل سفر کیا کرتے تھے اور علم کے لیے لاکھوں درہم خرچ فرماتے۔ آپ کا وصال سن ۲۷۰ھ میں ہوا۔[98]

97۔ الجرح والتعديل، لامام ابن أبي حاتم: ج ۳: ص ۳۲۲: رقم الترجمة ۱۴۴۲: مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد دکن، الهند، الطبعة الاولى ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء۔

98۔ سير أعلام النبلاء، لامام الذہبی: ج ۱۳: ص ۱۳۷: مؤسسة الرسالة بيروت: الطبعة الاولى ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

امام الحدیث علی بن غراب رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ اِمَامُ الحَدِیْثِ أَبُو الحَسَن عَلِيُّ ابْنُ غُرَابٍ الفَزَارِيُّ

امام علاء الدین ابن قلیج مغلطای حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

ابو الحسن / ابو الولید، علی بن عبد العزیز، فزاری انہیں "علی بن غراب" بھی کہا جاتا ہے۔

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اہل کوفہ کے طبقہ سابعہ میں شمار کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "تاریخ" میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے:

ابن غراب رحمۃ اللہ علیہ روایت میں تدلیس کرتے تھے، اس پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تدلیس کے باوجود میں نے انہیں سچا ہی پایا[99]۔

امام ابو حفص بن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الثقات" میں انہیں "ثقہ" قرار دیا ہے اور مزید فرمایا: کہ امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہ ہی موقف ہے۔

امام خلیفہ بن خیاط رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ان کا وصال سن ۱۸۴ھ میں ہوا۔

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ان کا وصال کوفہ میں سن ۱۸۴ھ کے اوائل میں خلافت ہارون الرشید میں ہوا۔[100]

99۔ یہی بات امام احمد نے اپنی کتاب العلل میں بھی لکھی ہے، اعجاز۔

100۔اکمال تھذیب الکمال، لامام علاء الدین مغلطای: ج ۹: ص ۳۶۰: رقم الترجمة ۳۸۲۹: الفاروق الحدیثیة للطباعة بیروت۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "النکت الظراف": ج ۷/ ۳۶۶: رقم ۱۰۰۷۶: میں ان کی روایت کو متابعاً امام سیّدنا علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ بھی امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کے شاگردوں اور اُن سے روایت کرنے والوں میں سے ایک ہیں، اگرچہ آپ عمر میں امام علی الرضا رضی اللہ عنہ سے بڑے ہے لیکن بایں ہمہ عقیدت وخانوادۂ نبوت کا احترام اُن کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کے لیے ایسے امام جلیل کو کافی ہے۔

امیر المؤمنین فی الحدیث احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْحَدِيْثِ الْحُجَّةُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ

شیخ الاسلام، امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کے والد مرو کے باشندے تھے جن کا نوجوانی میں تیس سال کی عمر میں وصال ہو گیا تھا لہٰذا امام موصوف کی پرورش یتیمی کی حالت میں ہوئی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے صالح رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

میری پیدائش ربیع الاوّل ۱۶۴ھ میں ہوئی، میں اپنے والد کے ساتھ مرو آیا تو وہاں نوجوانی کے عالم میں اُن کا وصال ہوا، بعد ازاں میری پرورش والدہ نے کی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نے ۱۶۹ھ ہی سے احادیث کی سماعت کرنا شروع کر دی تھی، میں نے حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کی موت کے بارے میں اُس وقت سنا جبکہ میں ہشیم کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔

آپ کے اساتذہ کرام میں ابراہیم بن سعد رحمۃ اللہ علیہ، ہشیم بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ، عباد بن عباد رحمۃ اللہ علیہ، معتمر بن سلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ، سفیان بن عیینہ ہلالی رحمۃ اللہ علیہ، قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ، علی بن غراب رحمۃ اللہ علیہ، وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ قطان رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسے بے مثل علمائے اسلام شامل ہیں۔

نیز آپ کے شاگردوں میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جیسے محدثین کرام ممتاز نظر آتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نے چالیس سال کی عمر میں شادی کی اور پھر بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے خیر کثیر (نعمت مال واَولاد وغیرہ) سے نوازا۔

آپ کے بیٹے عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ میں نے امام ابو بکر بن حماد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ انہوں نے امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا: وہ فرماتے تھے:

احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ انہوں نے یہ بات کہاں سے لی؟ (یعنی جو بات امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرمادیں وہی حجت ہے اُن سے دلیل نہیں پوچھی جائے گی کہ اس کا ماخذ بیان کریں)۔

ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نے امام ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن حنبل) کو دیکھا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر اوّلین و آخرین کا علم جمع کر دیا ہے۔

امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے درمیان حجت ہے۔

آپ کا وصال بارہ ربیع الاوّل ۲۴۱ھ میں ظہر سے قبل ہوا، آپ کے جنازہ میں سات لاکھ افراد شریک ہوئے۔

آپ کی وصیت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک آپ کی آنکھوں اور منہ پر رکھے گئے اور اسی حالت میں آپ کو دفن کیا گیا۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "سیر اعلام النبلاء" میں آپ کا تذکرہ گیارہویں جلد میں صفحہ ۱۷۷ سے ۳۵۷ تک یعنی کل ۱۸۰ صفحات پر کیا ہے۔ مزید تفصیل وہاں ملاحظہ فرمائیں، ہم نے ضرورت کے تحت صرف چند باتیں اس سے اخذ کیں ہے۔[101]

101۔ سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدین محمد الذہبی: ملخصاً: ج ۱۱: ص ۱۷۷: مؤسسة الرسالة بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔

امام الحدیث ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔ أَبو زُرْعَةَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الكَرِيمِ بْنِ يَزِيْدِ بْنِ فَرُوْخ القُرَشِيُّ المَخْزُوْمِيُّ الرَّازِيُّ

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آپ بلند پایہ علماء اور حفاظ اسلام میں سے ایک تھے۔ آپ کے استادوں میں مسلم بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ، خلاد بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ، ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ، قبیصہ اور دیگر شخصیات شامل ہیں۔

آپ سے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر خلق خدا نے استفادہ کیا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے فقہاء میں اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اور حفاظِ حدیث میں ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ بہتر کسی کو نہیں پایا۔

امام اسحاق بن راہویہ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا: ہر وہ حدیث جسے امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نہ جانتے ہوں تو سمجھ لو کہ اس حدیث کی اصل ہی نہیں ہے۔

آپ نے "ری" میں ذی الحج کے اواخر میں سن ۲۶۴ھ میں وصال فرمایا۔[102]

102۔طبقات الحفاظ،للسیوطی:ص ۲۵۴: رقم الترجمة: ۵۶۱: دار الكتب العلمية بيروت: الطبعة الاولى، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

امام الحدیث محمد بن اسلم طوسی رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۔ شَيْخُ المَشْرِقِ أَبو الحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ أَسْلَمِ بْنِ سَالِمِ بْنِ يَزِيْدِ الطُّوْسِيُّ

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "سیر اعلام النبلاء" میں لکھتے ہیں:

ان کی پیدائش ۱۸۰ھ کے قریب ہوئی۔ [103]

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آپ نے یعلی بن عبید رحمۃ اللہ علیہ، یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ، جعفر بن عون رحمۃ اللہ علیہ، نضر بن شمیل رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے اکتساب علم کیا۔ آپ نے ایک بہترین "مسند" بھی تصنیف فرمائی، آپ قابل اعتبار حفاظ محدثین اور اولیاء و ابدال میں سے ایک تھے۔

امام الحدیث ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وہ اس اُمت کے ربانی عالم تھے، میری آنکھوں نے ان جیسا کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔

آپ کا وصال محرم سن ۲۴۲ھ میں ہوا۔ [104]

103۔ ج۱۲/ص۱۹۵۔

104۔طبقات الحفاظ،للسیوطی:ص ۲۳۸: رقم الترجمة: ۵۲۸: دار الکتب العلمیة بیروت: الطبعة الاولی، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء۔

۱۵۔ سیّدنا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ

۱۶۔ سیّدنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَحْيَى بْنِ مُوْسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "النکت الظراف" میں سیّدنا علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ پر کلام کرتے ہوئے "معجم ابن الاعرابی" کے حوالے سے ایک سند بیان کی ہے:

نَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى السَّاجِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْغَنِيِّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَحْيَى بْنِ مُوْسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَخِيْهِ عَلِيِّ بْنِ مُوْسَى بِهِ.[105]

لیکن جب ہم نے اصل محولہ کتاب "معجم ابن الاعرابی" میں اس بابت دیکھا تو وہاں سند مذکورہ بالا کچھ تبدیلی کے ساتھ یوں تحریر تھی:

نَا زَكَرِيَّا قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الْغَنِيِّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ، نَا عَبْدُ اللهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اِبْنُ أَخِي عَلِيُّ بْنُ مُوْسَى عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، عَنْ أَبِيْهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "الايمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ، وَقَوْلٌ بِاللِّسَانِ، وَعَمَلٌ بِالأَرْكَانِ".[106]

105۔ النكت الظراف على هامش الأطراف، لامام ابن حجر العسقلانى: ج ۷: ص ۳۶۶: رقم ۱۰۰۷۶: المكتب الاسلامى بيروت: الطبعة الاولى ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء۔

106۔ المعجم، لامام أبي سعيد ابن الأعرابي: رقم الحديث ۱۶۲۱: ص ۷۹۲: دار ابن الجوزى: الطبعة الاولى، محرم ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء۔

بظاہر تو اَسانید حدیث میں ایسے معمولی فرق کا واقع ہونا کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا لیکن یہاں ایک اہم معاملہ ہونے کی بنا پر ہم نے دونوں اسانید کو ذکر کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر امام ابن الاعرابی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ سند کو دیکھا جائے تو اس میں ”عبد اللہ بن جعفر بن محمد“ حدیث کو روایت کر رہے ہیں اپنے بھائی کے بیٹے یعنی بھتیجے سیّدنا علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ سے، اِس صورت میں چچا کی اپنے بھتیجے سے روایت شمار ہو گی۔

لیکن اگر امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی سند کو دیکھا جائے تو اس میں ”عبد اللہ بن یحییٰ بن موسیٰ“ روایت کر رہے ہیں اپنے چچا سیّدنا علی بن موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہ سے، اس صورت میں بھتیجا اپنے چچا سے روایت کر رہا ہے نیز اسی سند میں سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ بھائی کا لفظ یا تو رواۃ کا تصرف ہے یا پھر کسی اور سبب سے ذکر کیا گیا ہے جسے یہاں ہم ذکر نہیں کرنا چاہتے ہیں کیونکہ مقصودِ ما دیگر است۔

بہر حال اس تمام تر علمی تحقیق سے مطلوب صرف اتنا ہے کہ اِن سندوں کے اختلاف سے ہمیں سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والی دو الگ الگ شخصیات کا پتہ چلتا ہے۔ امام ابن الاعرابی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے ہمارے سامنے سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ کے چچا عبد اللہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ کا روایت کرنا اور شاگرد ہونا پتہ چلتا ہے اور امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کے بھتیجے عبد اللہ بن یحییٰ بن موسی رحمۃ اللہ علیہ کا روایت کرنا اور شاگرد ہونا معلوم ہوتا ہے۔

لہٰذا ہم نے دونوں ہی شخصیات کے اسمائے گرامی تلامذہ کی فہرست میں درج کیے ہیں تا کہ امام سیّدنا علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کی ممکنہ فہرست قدرے جامع ہوسکے، اور معترضین کو اس بات کا بخوبی اندازہ ہوجائے کہ امام موصوف سے کس پایہ کے جلیل الشان ائمہ و محدثین نے اکتساب فیض کیا ہے۔

مسند خلافت کی پیش کش

سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کو مسند نشین ہونے کی کوئی خواہش نہیں تھی کیونکہ آپ کا منشاء و مقصود اسلامی اَحکامات کا نفاذ اور ان کے قوانین کی بالادستی تھی، یہی وجہ تھی کہ آپ کے آباء واَجداد نے مسند نشینی کے لیے کبھی تگ ودو نہیں کی بلکہ سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے تو خون ریزی اور اُمت میں فساد کے خطرے کے پیش نظر خود اپنی خلافت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی تھی تا کہ اِس مسند خلافت کو بنیاد بنا کر کہیں نانا جان کی اُمت میں کوئی رخنہ اَندوزی نہ کرنے پائے۔

اسی نقش قدم پر چلتے ہوئے تمام ہی ائمہ اہل بیت نے ساری عمر صرف اور صرف اصلاح و تبلیغ اور اسلام کی حمایت وجہاد میں بسر فرمائی، جب کبھی حکومت وقت کی جانب سے اُمور خلافت اور صدارت و مناصب کی پیش کش کی بھی گئی تو بھی اِن حضرات نے اِعراض فرماتے ہوئے اِس سے کنارہ کشی ہی اختیار فرمائی۔

ہارون الرشید کا سیّدنا امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ سلوک تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہو کر رہ گیا ہے لیکن اِن تمام کے باوجود بھی امام موصوف نے کبھی کوئی انتقامی کاروائی گوارا نہیں فرمائی، اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ کے پاس قوت موجود نہیں تھی کیونکہ اگر امام چاہتے تو اتنی تعداد میں آپ کے ماننے والے جمع ہو جاتے کہ ہارون الرشید کا پایہ تخت صرف ایک ہی دن میں نیست و نابود ہو جاتا۔ لوگوں کی آپ سے دیوانہ وار محبت کی ایک جھلک ہم نے ماقبل امام موسی کاظم کے عنوان کے تحت بھی ذکر کی ہے۔

بہر کیف حالات زمانہ کی تبدیلی نے عرصہ دراز کے بعد کچھ ایسی کروٹ لی کہ اہل بیت کے چشم وچراغ اور خاندان رسالت کے مہکتے پھول سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کو بہت منت سماجت کے ساتھ مسند خلافت کے لیے پیش کش کی گئی جس میں اِسے آپ کا حق کہہ کر قبول کرنے کو کہا گیا بلکہ بعض کتب میں تو یہاں تک منقول ہے کہ مامون الرشید نے خود کہا: کہ میرے آباء واَجداد نے آپ کے خاندان کا حق ادا نہیں کیا۔ اس کا اشارہ آگے توثیق خلافت کی دستاویز میں بھی آرہا ہے۔

ان تمام تر کاروائیوں کے بعد سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ نے مامون کے بعد خلافت نشینی کو یہ کہتے ہوئے قبول فرمایا:

تمہاری شدید خواہش کی بنیاد پر میں اسے قبول کرتا ہو لیکن مجھے یہ امر پورا ہوتا دکھائی نہیں دیتا کیونکہ ''جفر اور جامعہ'' اس کے پورا نہ ہونے پر دلالت کر رہے ہیں۔

یہ جفر اور جامعہ کیا ہے؟ اس کی بارے میں علم کلام و فلسفہ کے ممتاز امام سیّد شریف علی بن محمد جرجانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۸۱۶ھ اپنی کتاب جلیل "شَرْحُ المَوَاقِف" میں لکھتے ہیں:

اَلجَفْرُ وَ الجَامِعَةُ كِتَابَانِ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَدْ ذَكَرَ فِيْهِمَا عَلَى طَرِيْقَةِ عِلْمِ الحُرُوْفِ الحَوَادِثَ الَّتِي تُحْدِثُ إِلَى انْقِرَاضِ العَالَمِ وَكَانَتِ الأَئِمَّةُ المَعْرُوْفُوْنَ مِنْ أَوْلَادِهِ يَعْرِفُوْنَهُمَا وَيَحْكُمُوْنَ بِهِمَا.

وَفِي كِتَابِ قُبُوْلِ العَهْدِ الَّذِي كَتَبَهُ عَلِيُّ بْنُ مُوْسَى رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِلَى المَأْمُوْنِ: إِنَّكَ قَدْ عَرَفْتَ مِنْ حُقُوْقِنَا مَا لَمْ يَعْرِفْهُ آبَاؤُكَ، فَقَبِلْتُ مِنْكَ عَهْدَكَ إِلَّا أَنَّ "الجَفْرَ وَ الجَامِعَةَ" يَدُلَّانِ عَلَى أَنَّهُ لَا يَتِمُّ.

وَ لِمَشَائِخِ المَغَارِبَةِ نَصِيبٌ مِنْ عِلْمِ الحُرُوْفِ يَنْتَسِبُوْنَ فِيْهِ إِلَى أَهْلِ البَيْتِ وَ رَأَيْتُ أَنَا بِالشَّامِ نَظْماً أُشِيْرَ فِيْهِ بِالرُّمُوْزِ إِلَى أَحْوَالِ مُلُوْكِ مِصْرَ وَ سَمِعْتُ أَنَّهُ مُسْتَخْرَجٌ مِنْ ذَيْنِكَ الكِتَابَيْنِ.

ترجمہ: جفر و جامعہ امیر المومنین سیّدنا علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کی دو کتابیں ہیں، بیشک امیر المومنین نے اِن دونوں میں علم الحروف کی روش پر ختم دنیا تک جتنے وقائع ہونے والے ہیں (اشارۃً یا صریحاً) ذکر فرمادیے ہیں، اِن کی اولاد سے ائمہ مشہورین رضی اللہ عنہم اُن کتابوں کے رُموز جانتے اور اُن سے احکام نکالتے تھے۔

مامون رشید نے جب حضرت امام علی بن موسیٰ (الرضا) رضی اللہ عنہما کو اپنے بعد ولی عہد مقرر کیا اور خلافت نامہ لکھ دیا تو امام رضی اللہ عنہ نے اس کے قبول میں ایک فرمان بنام مامون رشید تحریر فرمایا، اس میں ارشاد فرماتے ہیں:

تم نے ہمارے حق پہنچانے جو تمہارے باپ دادا نے نہ پہچانے، اس لیے میں تمہاری ولی عہدی قبول کرتا ہوں، مگر ''جفر و جامعہ'' بتارہی ہیں کہ یہ کام پورا نہ ہو گا (چنانچہ ایسا ہی ہوا اور امام علی الرضا نے مامون الرشید کی زندگی ہی میں شہادت پائی)۔

مشائخ مغرب کو بھی اس علم سے حصہ ملا جسے وہ اہلِ بیت کرام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ میں نے ملک شام میں ایک نظم دیکھی جس میں شاہانِ مصر کے احوال کی طرف رموز میں اشارہ کیا گیا ہے۔ میں نے سنا کہ وہ احکام بھی انہی دونوں کتابوں سے نکالے گئے تھے۔[107]

الغرض مامون الرشید کو سیّدنا امام علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ سے کچھ ایسی والہانہ عقیدت و محبت ہو گئی تھی جس کا ظہور اس کے اعمال وافعال سے بھی مترشح ہوتا رہتا تھا۔ چنانچہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت اسی بات کو واضح کرتی نظر آتی ہے۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

مامون نے آپ سے خراسان آنے کی درخواست کی اور آپ کی تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا حتی کہ آپ کو اپنا ولی عہد نامزد کیا۔[108]

107۔ شرح المواقف للامام السیّد الشریف الجرجانی، النوع الثانی من الانواع الخمسة، المقصد الثانی، العلم الواحد وتعلقه بمعلومين، ج ٦ ص٢٣، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الاولی، ١٤١٩ھ/ ١٩٩٨ء۔

108۔سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدین محمد الذہبی: ج ٩: ص ٣٨٨: موسسة الرسالة بیروت: الطبعة الاولی ١٤٠٢ھ / ١٩٨٢ء۔

مؤرخ شہیر، علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک المعروف ''الصفدی'' رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۶۴ھ اپنی کتاب ''الوَافِي بِالوَفيَاتِ'' میں لکھتے ہیں:

آپ (سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ) اپنے زمانے میں بنو ہاشم کے سردار تھے، مامون آپ کی بہت تعظیم وتوقیر کرتا تھا، یہاں تک کہ اس نے اپنے بعد آپ کو ولی عہد نامزد کیا اور یہ فرمان لکھ کر تمام ممالک میں پھیلا دیا تھا۔[109]

مامون الرشید کی امام علی الرضا رضی اللہ عنہ سے ایسی عقیدت کو ہم کسی غیر مستند مؤرخ کے بے لگام قول کی بنیاد پر بناوٹی قرار نہیں دے سکتے کیونکہ مامون الرشید کو بھلا ایسی جعلی محبت ظاہر کرنے اور اپنانے سے کیا فائدہ تھا؟ وہ تو خود حاکم وقت تھا، بادشاہ تھا، اسے بھلا کیا پڑی تھی کہ ایسی مصنوعی واہیات میں پڑتا؟

حقیقت تو ائمہ اسلام کے کلام اور خود مامون الرشید کے افعال سے یہ ظاہر ہوتی ہے کہ اسے اہل بیت کی عظمت کا احساس ہو گیا تھا اور وہ اپنے آباء کے اہل بیت کے ساتھ ناروا سلوک کو بھی دیکھ چکا تھا لہٰذا وہ اپنے تئیں معافی کا خواستگار ہو رہا تھا۔ مامون الرشید کا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ سے محبت کا تعلق اتنا مضبوط ہو چلا تھا کہ اس کی رعایا اور درباری افراد کو بھی اس کا بخوبی اندازہ ہو چکا تھا جس کی ایک جھلک ذیل کی عبارت میں ملاحظہ فرمائیں:

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

مامون الرشید ان کی تعظیم کا بہت خیال رکھتا تھا، اسی لیے مامون نے اپنے بعد خلافت کا منصب بھی آپ کے سپرد کر دیا تھا حتیٰ کہ کہنے والوں نے یہاں

109۔ الوافی بالوفیات، للصفدی: ج ۲۲: ص ۱۵۴: دار احیاء التراث العربی بیروت۔

تک کہہ دیا تھا: لگتا ہے، مامون بادشاہ خود ہی معزول ہو کر اِن کی پیروی اختیار کر لے گا۔[110]

اس عبارت میں مامون الرشید کی سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ سے والہانہ محبت کا اندازہ اس کے دربار سے وابستہ ہونے والوں لوگوں پر بھی آشکار تھا کہ مامون ان کی محبت میں اتنا گرفتار ہو چکا ہے کہ وہ اپنی خلافت کو بھی امام کے قدموں پر قربان کرنے سے گریزاں نہیں ہو گا۔ اسی بات کو تاریخ کے ایک مستند عالم یوں لکھتے ہیں، آیئے ان کے حوالے سے مطالعہ کرتے ہیں:

مؤرخ شہیر، علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک المعروف "الصفدی" رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷٦۴ھ اپنی کتاب "الوَافِي بِالوَفيَاتِ" میں لکھتے ہیں:

بعض حضرات نے کہا:

ایک مرتبہ مامون نے ارادہ کیا کہ وہ اَزخود خلافت سے دستبردار ہو جائے اور یہ منصب علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دے۔[111]

ان مذکورہ بالا حقائق کے بعد اب کوئی خفا باقی نہیں رہتا کہ مامون الرشید کی امام علی الرضا رضی اللہ عنہ سے محبت و عقیدت کا تعلق سیاسی اور خوشامدی نہیں تھا بلکہ حقیقی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے توفیق بخشی تھی کہ وہ اہل بیت کے دامن سے وابستہ

110۔ تهذيب تهذيب الكمال، للذہبی: ج ۷: ص ۴۵: رقم الترجمة ۴۸۴۳: الفاروق الحديثية للطباعة والنشر بالقاہرۃ: الطبعة الاولى ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء۔

111۔ الوافي بالوفيات، للصفدی: ج ۲۲: ص ۱۵۵: دار احياء التراث العربي بيروت۔

ہو جائے اور اپنے ظالم آباء کے نقش قدم پر نہ چلے جنہوں نے ناحق اہل بیت رسالت اور علمائے اسلام کا خون بہایا تھا۔ ہمیں علمائے اسلام اور ماہرین تاریخ کے کلام سے یہی بات واضح نظر آتی ہے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود دلوں کا پوشیدہ حال اور حقیقت کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے، البتہ ہمیں قوی دلیل کے بغیر کسی مسلمان کے لیے بدگمانی کرنے کا شریعت نے کوئی حق نہیں بخشا ہے۔ لہٰذا عمومی تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے حضرات بھی اس نکتہ کا ضرور خیال رکھیں۔

مامون الرشید کی ہاتھ سے امام علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ کے لیے لکھی گئی خلافت کی دستاویز

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

هَذَا كِتَابٌ كَتَبَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ هَارُوْنَ الرَّشِيْدِ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْن
بِيَدِهِ لِعَلِيِّ بْنِ مُوْسَى بْنِ جَعْفَرٍ وَلِيِّ عَهْدِهِ.

أَمَّا بَعْدُ:

فَإِنَّ اللهَ اصْطَفَى الإِسْلَامَ دِيْناً، وَ اصْطَفَى لَهُ عِبَادَهُ رُسُلاً دَآلِّيْنَ عَلَيْهِ، وَهَادِيْنَ إِلَيْهِ، يُبَشِّرُ أَوَّلُهُمْ بِآخِرِهِمْ، وَيُصَدِّقُ تَالِيُهُمْ مَاضِيَهُمْ، حَتَّى انْتَهَتْ نُبُوَّةُ اللهِ تَعَالَى إِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ، وَدُرُوْسٍ مِنَ الْعِلْمِ، وَانْقِطَاعٍ مِنَ الْوَحْيِ، وَاقْتِرَابٍ مِنَ السَّاعَةِ، فَخَتَمَ اللهُ بِهِ النَّبِيِّيْنَ، وَجَعَلَهُ شَاهِداً لَهُمْ، وَمُهَيْمِناً عَلَيْهِمْ، وَ أَنْزَلَ عَلَيْهِ كِتَابَهُ الْعَزِيْزَ الَّذِي ﴿لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ۝[112]﴾ بِمَا أَحَلَّ وَحَرَّمَ، وَوَعَدَ وَأَوْعَدَ، وَحَذَّرَ وَ

112۔ القرآن، سورۃ حم السجدہ: ۴۲۔

أَنْذَرَ، لِيَكُوْنَ لَهُ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ عَلَى خَلْقِهِ، ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ○[113]﴾ فَبَلَّغَ عَنِ اللّٰهِ رِسَالَتَهُ، وَ دَعَا إِلَى سَبِيْلِهِ بِمَا أَمَرَهُ بِهِ مِنَ الْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ، وَالْمُجَادَلَةِ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ، ثُمَّ الْجِهَادِ وَالْغِلْظَةِ حَتَّى قَبَضَهُ اللّٰه إِلَيْهِ، وَاخْتَارَ لَهُ مَا عِنْدَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم، فَلَمَّا انْقَضَتِ النُّبُوَّةُ، وَخَتَمَ اللّٰهُ بِمُحَمَّدٍ الْوَحْيَ وَ الرِّسَالَةَ، جَعَلَ قِوَامَ الدِّيْنِ وَنِظَامَ أَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ بِالْخِلَافَةِ، وَإِتْمَامَهَا وَعِزَّهَا، وَالْقِيَامَ بِحَقِّ اللّٰهِ فِيْهَا بِالطَّاعَةِ الَّتِي بِهَا تُقَامُ فَرَائِضُ اللّٰهِ وَحُدُوْدُهُ وَشَرَائِعُ الإِسْلَامِ وَسُنَنُهُ، وَيُجَاهَدُ بِهَا عَدُوُّهُ.

فَعَلَى خُلَفَاءِ اللّٰهِ طَاعَتُهُ فِيْمَا اسْتَخْلَفَهُمْ، وَ اسْتَرْعَاهُمْ مِنْ أَمْرِ دِيْنِهِ وَعِبَادِهِ، وَعَلَى الْمُسْلِمِيْنَ طَاعَةُ خُلَفَائِهِمْ وَمُعَاوَنَتُهُمْ عَلَى إِقَامَةِ حَقِّ اللّٰهِ وَعَدْلِهِ، وَ أَمْنِ السُّبُلِ، وَحِقْنِ الدِّمَاءِ، وَ إِصْلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ، وَجَمْعِ الأُلْفَةِ، وَ فِي خِلَافِ ذٰلِكَ اضْطِرَابُ أَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَ اخْتِلَافُ مِلَّتِهِمْ، وَ قَهْرُ دِيْنِهِمْ، وَ اسْتِعْلَاءُ عَدُوِّهِمْ، وَتَفَرُّقُ الْكَلِمَةِ، وَخُسْرَانُ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، فَحَقٌّ عَلَى مَنِ اسْتَخْلَفَهُ فِي أَرْضِهِ، وَائْتَمَنَهُ عَلَى خَلْقِهِ أَن يُجْهِدَ لِلّٰهِ نَفْسَهُ، وَيُؤْثِرَ عَلَى مَا فِيْهِ رِضَى اللّٰهِ وَطَاعَتُهُ، وَيَعْمَلَ لِمَا اللّٰهُ وَاقِفُهُ عَلَيْهِ، وَسَائِلُهُ عَنْهُ، وَ يَحْكُمَ بِالْحَقِّ، وَيَعْمَلَ بِالْعَدْلِ فِيْمَا حَمَّلَهُ اللّٰهُ وَقَلَّدَهُ، فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ لِنَبِيِّهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ﴿ يٰدَاوٗدُ اِنَّا

113۔ القرآن، سورۃ الانفال: ۴۲۔

جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ [114]﴾ وقال تعالى:
﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ○ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○ [115]﴾.

وَبَلَغَنَا أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: "لَوْ ضَاعَتْ سَخْلَةٌ بِشَاطِىءِ الْفُرَاتِ لَتَخَوَّفْتُ أَن يَسْأَلَنِيَ اللهُ عَنْهَا". وَأَيْمِ اللهِ! إِنَّ الْمَسْؤُوْلَ عَنْ خَاصَةِ نَفْسِهِ عَلَى عَمَلِهِ فِيمَا بَيْنَ اللهِ وَبَيْنَهُ لِيُعْرِضَ أَمْرٌ كَبِيْرٌ عَلَى خَطَرٍ عَظِيْمٍ، فَكَيْفَ بِالْمَسْؤُوْلِ عَنْ رِعَايَةِ الْأُمَّةِ، وَبِاللهِ الثِّقَةُ، وَإِلَيْهِ الْمَفْزِعُ وَالرَّغْبَةُ فِي التَّوْفِيْقِ وَالعِصْمَةِ وَالتَّسْدِيْدِ وَالهِدَايَةِ إِلَى مَا فِيْهِ ثُبُوْتُ الْحُجَّةِ، وَالفَوْزُ مِنَ اللهِ، وَالرِّضْوَانُ وَالرَّحْمَةُ، وَأَنْظَرُ الْأَئِمَّةِ لِنَفْسِهِ وَأَنْصَحُهُمْ لِلّٰهِ فِي دِيْنِهِ وَعِبَادِهِ، وَخِلَافَتِهِ فِي أَرْضِهِ مَنْ عَمِلَ بِطَاعَتِهِ وَدِيْنِهِ وَسُنَّةِ نَبِيِّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مُدَّةِ أَيَّامِهِ وَبَعْدَهَا، فَأَجْهَدُ رَأْيَهُ وَنَظَرَهُ فِيْمَنْ يُوَلِّيهُ عَهْدَهُ، وَيَخْتَارُهُ لِإِمَارَةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَرِعَايَتِهِمْ بَعْدَهُ، وَيَنْصُبُهُ عِلْماً لَهُمْ، وَمَفْزِعاً فِي جَمْعِ أُلْفَتِهِمْ، وَلَمِّ شَعْثِهِمْ، وَحِقْنِ دِمَائِهِمْ، وَالأَمْنِ بِإِذْنِ اللهِ مِنْ فِرْقَتِهِمْ، وَفَسَادِ ذَاتِ بَيْنِهِمْ، وَاخْتِلَافِهِمْ، وَرَفْعِ نَزْغِ الشَّيْطَانِ وَكَيْدِهِ عَنْهُمْ.

وَ إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ جَعَلَ العَهْدَ بَعْدَ الْخِلَافَةِ مِنْ تَمَامِ أَمْرِ الإِسْلَامِ وَكَمَالِهِ وَعِزِّهِ وَصَلَاحِ أَهْلِهِ، وَأَنَّهُمْ خُلَفَاؤُهُ مِنْ تَوْكِيْدِهِ لِمَنْ

114۔ القرآن، سورۃ ص: ۲۶۔

115۔ القرآن، سورۃ الحجر: ۹۲، ۹۳۔

يَخْتَارُوْنَهُ لَهُمْ مِنْ بَعْدِهِمْ مَا عَظُمَتْ بِهِ النِّعْمَةُ، وَسَلِمَتْ فِيْهِ الْعَاقِبَةُ، وَيَنْقُضُ اللهُ بِذَلِكَ الشِّقَاقَ وَالعَدَاوَةَ، وَالسَّعْيَ فِي الفِرْقَةِ، وَالتَّرَبُّصَ لِلْفِتْنَةِ.

وَ لَمْ يَزَلْ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ مُنْذُ أَفْضَتُّ إِلَيْهِ الْخِلَافَةَ، فَاخْتَبَرَ بِشَاعَةِ مَذَاقِهَا، وَثِقْلِ مَحْمَلِهَا، وَشِدَّةِ مُؤُوْنَتِهَا، وَمَا يَجِبُ عَلَى مَنْ تَقَلَّدَهَا مِن ارْتِبَاطِ طَاعَةِ اللهِ وَمُرَاقِبَتِهِ فِيْمَا حَمَلَهُ فِيْهَا وَأَنْصَبَ بَدَنَهُ، وَ أَسْهَرَ عَيْنَهُ، وَ أَطَالَ فِكْرَهُ فِيْمَا فِيْهِ عِزُّ الدِّيْنِ، وَ قَمْعُ الْمُشْرِكِيْنَ، وَ صَلَاحُ الأُمَّةِ، وَ نَشْرُ العَدْلِ، وَ إِقَامَةُ الكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَمَنَعَ ذَلِكَ مِنَ الْخَفْضِ، وَالدَّعَةِ، وَمِهَنَّأَ العَيْشِ، عِلْماً بِمَا اللهُ سَائِلُهُ عَنْهُ، وَمَحَبَّتُهُ أَن يَلْقَى اللهَ مُنَاصِحاً فِي دِيْنِهِ وَعِبَادِهِ، وَمُخْتَاراً لِوَلَايَةِ عَهْدِهِ وَرِعَايَةِ الأُمَّةِ مِنْ بَعْدِهِ أَفْضَلُ مَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ فِي دِيْنِهِ وَوَرَعِهِ، وَ أَرْجَاهُمْ لِلقِيَامِ بِأَمْرِ اللهِ وَحَقِّهِ، مُنَاجِياً لِلّٰهِ بِالاسْتِخَارَةِ فِي ذَلِكَ، وَمَسْأَلَتُهُ إِلهَامُهُ مَا فِيْهِ رِضَاهُ وَطَاعَتُهُ فِي آنَاءِ لَيْلِهِ وَنَهَارِهِ، مُعْمِلاً فِي طَلَبِهِ، وَ التِمَاسِهِ فِي أَهْلِ بَيْتِهِ مِنْ وُلْدِ عَبْدِ اللهِ بْنِ العَبَّاسِ وَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ.

فَكَّرَهُ وَنَظَرَهُ، مُقْتَصِراً فِيْمَنْ عَلِمَ حَالُهُ، وَمَذْهَبُهُ مِنْهُمْ عَلَى الحَقِّ عِلْماً بَالِغاً فِي المَسْأَلَةِ فِيْمَنْ خَفِيَ عَلَيْهِ أَمْرُهُ، وَجُهْدُهُ وَطَاقَتُهُ، حَتَّى اسْتَقْصَى أُمُوْرُهُمْ مَعْرِفَةً، وَ ابْتَلَى أَخْبَارَهُمْ مُشَاهَدَةً وَ كَشَفَ مَا عِنْدَهُمْ مُسَاءَلَةً، فَكَانَتْ خِيَرَتُهُ بَعْدَ اِسْتِخَارَتِهِ لِلّٰهِ، وَ إِجْهَادِ نَفْسِهِ فِي

قَضَاءِ حَقِّهِ فِي عِبَادِهِ مِنَ البَيْتَيْنِ جَمِيْعاً: عَلِيُّ بْنُ مُوْسَى بْنِ جَعْفَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، لَمَّا رَأَى مِنْ فَضْلِهِ البَارِعِ، وَعِلْمِهِ النَاصِعِ، وَ وَرَعِهِ الظَاهِرِ، وَ زُهْدِهِ الخَالِصِ، وَتَخَلِّيْهِ مِنَ الدُّنْيَا، وَ مُسْلَمَتِهُ مِنَ النَّاسِ، فَقَدْ اسْتَبَانَ لَهُ مَا لَمْ تَزَلِ الأَخْبَارُ عَلَيْهِ مُتَوَاطِئَةً، وَ الأَلْسِنُ مُتَّفِقَةً، وَالكَلِمَةُ فِيْهِ جَامِعَةً، وَمَا لَمْ يَزَلْ يَعْرِفُهُ بِهِ، مِنَ الفَضْلِ، يَافِعاً وَنَاشِئاً، وَحدثاً وَمُكْتَهِلاً، فَعَقَدَ لَهُ العَهْدَ وَالوِلَايَةَ مِنْ بَعْدِهِ، وَاثِقاً بِخِيَرَةِ اللهِ فِي ذَلِكَ، إِذْ عَلِمَ اللهُ مِنْ فِعْلِهِ إِيثَاراً لَهُ وَ لِلدِّيْنِ، وَنَظَراً لِلْمُسْلِمِيْنَ، وَطَلَباً لِلسَّلَامَةِ، وَ ثُبَاتِ الحُجَّةِ، وَ النَّجَاةِ فِي اليُوْمِ الَّذِي يَقُوْمُ النَّاسُ فِيْهِ لِرَبِّ العَالَمِيْنَ.

وَدَعَا أَمِيْرُ المُؤْمِنِيْنَ وُلْدَهُ وَ أَهْلَ بَيْتِهِ وَخَاصَّتِهِ وقُوَادِهِ وَجُنْدِهِ، فَبَايَعُوْهُ مُسَارِعِيْنَ مَسْرُوْرِيْنَ عَالِمِيْنَ بِإِيثَارِ أَمِيْرِ المُؤْمِنِيْنَ طَاعَةَ اللهِ عَلَى الهَوَى فِي وُلْدِهِ وَغَيْرِهِمْ مِمَّنْ هُوَ أَشْبَكُ رَحماً، وَ أَقْرَبُ قَرَابَةً، وَسَمَّاهُ "الرِّضَى" إِذْ كَانَ رِضًا عِنْدَ أَمِيْرِ المُؤْمِنِيْنَ، فَبَايَعُوْهُ مَعْشَرُ بَيْتِ أَمِيْرِ المُؤْمِنِيْنَ، وَ مَنْ بِالمَدِيْنَةِ المَحْرُوْسَةِ مِنْ قُوَادِهِ وَجُنْدِهِ وَعَامَّةُ المُسْلِمِيْنَ لِأَمِيْرِ المُؤْمِنِيْنَ وَالرِّضَى مِنْ بَعْدِهِ عَلَى إِسْمِ اللهِ وَ بَرَكَتِهِ وَحُسْنِ قَضَائِهِ لِدِيْنِهِ وَعِبَادِهِ، بَيْعَةً مَبْسُوْطَةً إِلَيْهَا أَيْدِيْكُمْ، مُنْشَرِحَةً لَهَا صُدُوْرُكُمْ، عَالِمِيْنَ مَا أَرَادَ أَمِيْرُ المُؤْمِنِيْنَ بِهَا، وَ أَثِر طَاعَة الله، وَالنَّظْرُ لِنَفْسِهِ

وَلَكُمْ فِيهَا، شَاكِرِيْنَ لِلّٰهِ عَلَى مَا أَلْهَمَ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ قَضَاءِ حَقِّهِ فِي رِعَايَتِكُم، وَحِرْصُهُ عَلَى رُشْدِكُمْ وَ صَلَاحِكُمْ، رَاجِيْنَ عَائِدَةَ اللهِ فِي جَمْعِ أُلْفَتِكُم، وَحِقْنِ دِمَائِكُم، وَلَمِّ شَعْثِكُم، وَسَدِّ ثُغُوْرِكُم، وَقُوَّةِ دِيْنِكُم، وَقَمْعِ عَدُوِّكُم، وَاسْتِقَامَةِ أُمُوْرِكُم، فَسَارِعُوْا إِلَى طَاعَةِ اللهِ وَطَاعَةِ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَإِنَّهُ الأَمْرُ إِن سَارَعْتُمْ إِلَيْهِ، وَحَمِدْتُمُ اللهَ عَلَيْهِ، عَرَفْتُمُ الحَظَّ فِيْهِ إِن شَاءَ اللهُ.

وَ كَتَبَ بِيَدِهِ لِسَبْعٍ خَلَوْنَ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ الْمُعَظَّمِ قَدْرُهُ سَنَةَ إِحْدَى وَمِائَتَيْنِ.[116]

116۔المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، لامام ابن الجوزی: ج ۱۰: ص ۹۷۔۹۴: دار الکتب العلمیۃ بیروت: الطبعۃ الاولی ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔

خلافت کی دستاویز کا ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

یہ دستاویز ہے جسے امیر المومنین عبد اللہ بن ہارون نے اپنے ولی عہد علی بن موسیٰ بن جعفر کے لیے اپنے ہاتھوں سے لکھا۔ بعد حمد و صلوٰۃ!

بیشک اللہ تعالیٰ نے اسلام کو بطور دین پسند فرمایا اوراس کی طرف راہنمائی کرنے اور ہدایت دینے کے لیے اپنے بندوں ہی میں سے رسول منتخب فرمائے، ان کے اگلے (گزرے ہوئے لوگ) آنے والوں کی بشارت دیتے رہے اورآنے والے، ماقبل لوگوں کی تصدیق کرتے رہے تا آنکہ سلسلۂ نبوت جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک آن پہنچا اور انبیائے کرام کی آمد موقوف ہوچکی، علم کا سلسلہ بند اوروحی کا نزول رُک چکا، قیامت قریب آگئی، پس اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا سلسلہ مکمل بند فرمادیا اورآپ کواُن تمام پر گواہ اور نگہبان فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی شان والا قرآن نازل کیا ﴿باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراہے کا[117]﴾ اس میں حلال و حرام، وعدہ وعید اور تخذیر و تہدید وغیرہ جیسے اہم امور

117۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن۔

بیان فرمادیئے تاکہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت مکمل ہو جائے ﴿جو ہلاک ہو دلیل سے ہلاک ہو اور جو جئے دلیل سے جئے اور بیشک اللہ ضرور سنتا جانتا ہے[118]﴾۔

تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچایا اور حکمت و دانائی کے ساتھ اس کے فرمان کی طرف دعوت دی اور جس سے سختی کرنے تھی اُس سے بھی اچھے انداز کو ملحوظ رکھا پھر جہاد کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اپنی طرف بلالیا اور وہ نعمتیں جو اپنے یہاں تھیں اُن سے سرفراز فرمایا۔

جب نبوت ختم ہوگئی اور وحی و رسالت کا سلسلہ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر مکمل کر دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے دین کی بنیاد اور اُمورِ مسلمین کا معاملہ خلافت کے ذریعہ آگے بڑھایا تاکہ اس کو شایانِ شان طریقے سے چلایا جائے اور حقوق الٰہی کے پیش نظر اس کے فرائض و حدود کو قائم کیا جائے اور اس کے دشمنوں سے جہاد کیا جائے۔

لٰہذا خلفاء پر اِس کام کی پیروی لازمی ہے جس کے لیے انہیں منصب خلافت تفویض کیا گیا ہے نیز دین کے اُمور اور لوگوں کے مسائل کی نگہداشت بھی انہی کے ذمہ ہے اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے خلفاء کی اطاعت و معاونت کریں تاکہ حقوق الٰہی کا نفاذ ہو، عدل ہو، سکون ہو، خون ریزی کی روک تھام ہو اور باہمی امن و محبت کا راج ہو، کیونکہ اس کے برخلاف عمل کی صورت میں مسلمانوں میں اضطراب پیدا ہوگا، ملت کا شیرازہ بکھرے گا، دین کے معاملے میں مشکلات ہوں گی، دشمن غلبہ پائیں گے، باتیں مختلف ہوں گی اور دنیا و آخرت کا نقصان ہوگا۔

118۔ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن۔

لہٰذا جنہیں اللہ تعالی نے اپنی زمین میں خلافت بخشی اور بندوں پر انہیں امین مقرر کیا اُن خلفاء پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالی کی رضا کے لیے اپنی جانوں کو صرف کریں اور اس کی اطاعت و رضا پر اپنی خواہشات کو نثار کریں اور وہی کام کریں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، حق کے ساتھ فیصلہ کریں اور اُس عدل کو پیش نظر رکھیں جسے اللہ تعالی نے انہیں بخشا ہے بیشک اللہ تعالی نے اپنے نبی داؤد علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: ﴿اے داؤد بیشک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا تو لوگوں میں سچا حکم کر[119]﴾ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے جو کچھ وہ کرتے تھے[120]﴾۔

ہمیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اگر دریائے فرات کے کنارہ ایک بکری کا بچہ بھی مر جائے تو مجھے خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس بارے میں سوال فرمائے گا۔

اللہ کی قسم! وہ بندہ جس سے صرف اس کے ایسے عمل کے بارے میں ہی پوچھ لیا جائے گا جو کہ صرف اس کے اور اللہ تعالی کے درمیان کا معاملہ تھا تب بھی یہ بہت سنگین اور مشکل معاملہ ہو گا تو پھر بھلا اُس شخص کا کیا حال ہو گا جس سے اُمت و رعیت کے بارے میں بھی باز پرس ہو گی؟

اللہ کی پناہ، اور اُسی کی رحمت میں عافیت ہے کہ اسی کی توفیق سے سلامتی اور ہدایت مل سکتی ہے جس سے بندہ جنت کو پالے، بیشک اللہ تعالی کی جانب سے

119۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن۔
120۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن۔

ہی کامیابی اور رحمت ورضوان ہوتی ہے۔

خلفاء کو چاہیے کہ وہ اپنے تئیں دیکھیں اور لوگوں کو دین و خلق خدا کے بارے میں نصیحت کریں اور جانچیں کہ کون ہے جو اُن کے زمانہ خلافت اور بعد میں بھی اطاعت کے ساتھ دین اور سنت نبی علیہ السلام پر گامزن رہنے والا ہے تو اس بارے میں خوب غوروخوض سے کام لیں کہ اپنے بعد کس کے لیے جانشینی کا منصب مناسب رہے گا تاکہ اُسے مسلمانوں کا امام بنایا جائے اور وہ خلیفہ کے بعد اُن کی نگہداشت کرے اور اُن کے لیے رحمت کی نشانی بنے اور لوگ اِس کی جانب پناہ لینے آئیں، یہ اُن کی اصلاح کرے، انہیں خون ریزی سے بچائے اور جن میں لڑائی ہو تو اُن میں صلح کرائے اور باہمی محبت کو فروغ دے، اختلافات کو ختم کرے، شیطان کے ہتھکنڈوں کو روکے اور اس کے فریب کو دفع کرے۔

بیشک اللہ تعالی نے خلافت کے بعد جانشینی کو بھی اسلام کے کمال اور عزت وفلاح کے لیے مقرر کیا ہے اور یہ بات خلفاء کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بعد کسے اِس منصب کی تاکید کرتے ہیں جس سے نعمت مزید بلند ہو اور نتیجہ معنی خیز ہو، تاکہ اِس کے ذریعہ باہمی عداوت وفساد کا زور ٹوٹے اور اِس منصب کے حصول میں لوگوں کی کوششوں کا فتنہ وجود نہ پاسکے۔

امیر المومنین نے جب سے منصب خلافت سنبھالا، اِس کی لذت کو محسوس کیا، اِس کا بوجھ اُٹھایا، اِس کی مشکلات کو ملاحظہ کیا اور بارِ خلافت کے بعد اللہ تعالی کی اطاعت وفرمانبرادی کی کیا کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہے اُسے جان لیا

تو اپنے جسم کو مشقت میں ڈال کے، آنکھوں کو جگا کے، اِس فکر میں لگ گئے جس سے دین کی عزت، مشرکین کا خاتمہ، امت کی اصلاح، عدل کا فروغ، کتاب و سنت کا نفاذ وابستہ تھا۔

اِن باتوں نے اُن سے چین و آرام اور عیش و عشرت کو دور کر دیا، اُن کے پیش نظر یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے پوچھے جانے والے سوال کی بابت اپنی کوشش کر لیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں نصیحت کر کے اُس کی محبت کو حاصل کر لیں نیز اپنے بعد ایسے شخص کو جانشین کریں جو ان کی نگاہ میں تقویٰ و دین اور اُمت کی نگہداشت میں سب سے زیادہ موزوں ہو، جس سے امید وابستہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کا نفاذ کرے گا۔

تو ان اس بارے میں انہوں نے اللہ تعالی سے استخارہ کیا اور عرض کی کہ وہ اُس جانب راہنمائی فرمائے جس میں دن رات اِس کی رضا اور فرمانبرداری ہو اور وہ اسی میں شب و روز مشغول رہے۔ لہٰذا اپنی اس طلب پر عمل کرتے ہوئے اپنے خاندان یعنی عبد اللہ بن عباس کی اولاد اور علی بن ابو طالب کی آل سے کسی کے خواہش مند ہوئے۔

تو انہوں نے اپنی فکر و نظر کو ان افراد کے بارے میں محدود کرتے ہوئے تلاش جاری رکھی جن کے مذہب واحوال کا انہیں مکمل یقین تھا کہ وہ اس منصب کے اہل ہو سکتے ہیں، اُس کے لیے انہوں نے پوشیدہ معاملات کے بارے میں بھی چھان بین کی اور معلومات اخذ کیں، بسا اوقات مشاہدے کے ذریعے جانچا جبکہ بسا اوقات سوالات کے ذریعہ تہہ تک پہنچے تو اللہ تعالی سے استخارہ کرنے

اور تمام تر صعوبتوں کو دونوں خانوادوں کے ممکنہ اہل افراد کی بابت حتی الوسع برداشت کرتے ہوئے دیانت داری کے ساتھ اس نتیجے پر پہنچے کہ ''علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب''ہی اس منصب کے لیے موزوں ترین شخصیت ہیں، کیونکہ جب امیر المومنین نے ان کا مقام و مرتبہ، علم نافع، ظاہری تقویٰ وپاکیزگی، زہد خالص، دنیا سے بے رغبتی، لوگوں کے لیے سلامتی کا مظہر ہونا دیکھا تو ان پر ظاہر ہو گیا کہ ان کے بارے میں مشہور باتیں صحیح، زبانیں اِن کے کردار پر متفق اور تمام مبیّنہ کمالات اِن میں موجود ہیں نیز اِن کی فضیلت وشان ہر دورِ جوانی وپختگی میں یکساں رہی ہے تو امیر المومنین نے اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے بعد انہیں جانشینی کا حق دار قرار دیا اور اللہ تعالی جانتا ہے کہ اس سے امیر المومنین کی غرض دین اور ایثار کا جذبہ تھا نیز مسلمانوں کی سلامتی، حجت ربانی کا اتمام اور یوم قیامت نجات کی سبیل تھی۔

امیر المومنین نے اپنی اولاد، گھر والوں، لشکریوں اور تمام ہی ماتحتوں کو بلایا ہے کہ وہ تمام ہی خوش دلی کے ساتھ اِن اُمور کو جانتے ہوئے اِس بیعت میں جلدی کریں کیونکہ امیر المومنین نے اپنی اولاد کی جانشینی کی خواہش کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قربان کر دیا ہے، اُس شخصیت پر جو کہ زیادہ رحمدل اور بھلائی کا پیکر ہے نیز اِن کا لقب ''الرِّضَی'' تجویز کیا ہے کیونکہ یہ امیر المومنین کی رِضا ہیں۔

پس امیر المومنین کے تمام گھر والوں نے اور جو بھی لشکریوں اور عامۃ الناس میں سے اِن کی مملکت میں سے تھا سب نے امیر المومنین کی اور اِن کے بعد

"الرِّضَی" کی بیعت کی، اللہ تعالی کے نام اور اس کی برکت پر، جس نے اپنے دین اور بندوں کے لیے ایسا بہترین فیصلہ کیا۔

اس بیعت میں امیر المومنین کے ارادے سے باخبر ہوتے ہوئے تمام لوگوں کے ہاتھ فراخدلی سے پھیلے اور سینے کشادہ ہوئے ہیں کیونکہ سب کا مقصود اللہ تعالی کی اطاعت ہے، میں تو اپنے اندر یہی جذبات پاتا ہوں اور باقی سب کا حال انہیں معلوم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے امیر المومنین کو اپنی رعایا کے بارے میں ایسے بہترین فیصلے کی توفیق بخشی اور انہیں رعایا کی فلاح وبقاء کی حرص دی۔

اللہ تعالیٰ ہی کی طرف امید ہے کہ وہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو اکٹھا کرے، خون ریزی سے بچائے، ان کے احوال کی اصلاح کرے، فتنوں کا سدباب کرے اور دین کو غلبہ دیتے ہوئے دشمنوں کا قلع قمع کرے گا اور انہیں اُمورِ مذکورہ کی ادائیگی میں استقامت بخشے گا۔

لہٰذا سب لوگ اللہ تعالی اور امیر المومنین کی اطاعت میں جلدی کریں کہ یہی تو جلدی کرنے والا کام ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں اِس پر جزا دے، بیشک تم لوگ جلد ہی اِس بارے میں اپنے فیصلے کے صحیح نتائج جان لوگے۔ ان شاء اللہ

"اسے امیر المومنین نے اپنے ہاتھوں سے ۹؍ رمضان المعظم سن ۲۰۱ھ میں تحریر کیا"۔

سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ کا توثیق نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ، الفَعَّالِ لِمَا یُرِیدُ، لَا مُعَقِّبَ لِحُکمِہِ، وَلَا رَآدَّ لِقَضَائِہِ، یَعلَمُ خَائِنَۃَ الأَعیُنِ وَمَا تُخفِی الصُّدُورُ، وَصَلَواتُہُ عَلَی نَبِیِّہِ وَعَلَی آلِہِ الطَّیِّبِینَ الطَّاھِرِینَ. أَقُولُ وَأَنَا عَلِیُّ بنُ مُوسَی بنِ جَعفَرٍ:

إِنَّ أَمِیرَ المُؤمِنِینَ عَضَدَہُ اللہُ بِالسَّدَادِ، وَوَفَّقَہُ لِلرَّشَادِ، عَرَفَ مِن حَقِّنَا مَا جَھِلَہُ غَیرُہُ، فَوَصَلَ أَرحَاماً قُطِعَت، وَ أَمَنَ أَنفُساً فُزِعَت، بَل أَحیَاھَا وَقَد تَلَفَت، وَ أَغنَاھَا وَقَدِ افتَقَرَت، مُبتَغِیاً رِضَا رَبِّ العَالَمِینَ، لَا یَرضَی جَزَاءً مِن غَیرِہِ، وَ سَیَجزِی اللہُ الشَّاکِرِینَ، وَ لَا یُضِیعُ أَجرَ المُحسِنِینَ، وَإِنَّہُ جَعَلَ إِلَیَّ عَھدَہُ وَالإِمرَۃَ الکُبرَی إِن بَقِیتُ مِن بَعدِہِ، فَمَن حَلَّ عُقدَۃً أَمَرَھَا، وَفَصَمَ عُروَۃً أَحَبَّ إِیثَاقَھَا، فَقَد أَبَاحَ حَرِیمَہُ وَأَحَلَّ مُحَرَّمَہُ، إِذ کَانَ بِذَلِکَ زَارِیاً عَلَی الإِمَامِ، مُنتَھِکاً حُرمَۃَ الإِسلَامِ وَ قَد جَعَلتُ لِلّٰہِ عَلَی نَفسِی إِن استَرعَانِی أَمِیرُ المُؤمِنِینَ وَقَلَّدَنِی خِلَافَتَہُ العَمَلَ فِیھِم عَامَّۃً، وَ فِی بَنِی العَبَّاسِ بنِ عَبدِ المُطَّلِبِ خَاصَّۃً،

بِطَاعَتِهِ وَ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَن لاَ أَسفِكَ دَماً حَرَاماً، وَلَا أُبِيحَ فَرْجاً وَلَا مَالاً إِلَّا مَا سَفَكَتْهُ حُدُوْدُهُ، وَ أَبَاحَتْهُ فَرَائِضُهُ، وَ أَن أَتَخَيَّرَ الكُفَاةَ جُهْدِى وَطَاقَتِى، وَ قَدْ جَعَلْتُ بِذَٰلِكَ عَلَى نَفْسِى عَهْداً مُؤَكَّداً، يَسْأَلُنِىَ اللهُ عَنْهُ، فَإِنَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ: ﴿وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾[121] فَإِن حَدَثتُ أَوْ غَيَّرْتُ أَو بَدَّلْتُ كُنْتُ لِلتَّغْيِيْرِ مُسْتَحِقّاً، وَ لِلنَّكَالِ مُتَعَرِّضاً. فَأَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ سَخَطِهِ وَ إِلَيْهِ أَرْغَبُ فِي التَّوْفِيْقِ لِطَاعَتِهِ وَالحَوْلُ بَيْنِى وَبَيْنَ مَعْصِيَتِهِ فِى عَافِيَتِهِ لِى وَلِلْمُسْلِمِيْنَ.

وَقَدْ امْتَثَلتُ أَمْرَ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَ آثَرتُ رِضَاهُ، وَاللهُ يَعْصِمُنِى وَ إِيَّاهُ، وَأَشْهَدتُ اللهَ عَلَى نَفْسِى، وَ كَفَى بِاللهِ شَهِيْداً.

وَ كَتَبْتُ خَطِّى بِحَضْرَةِ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، أَطَالَ اللهُ بَقَاءَهُ، وَ الفَضْلِ بْنِ سَهْلٍ، وَ يَحْيَى بْنِ أَكْثُم، وَ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاهِرٍ، وَ ثُمَامَةَ بْنِ أَشْرَس، وَبِشْرِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ، وَ حَمَّادِ بْنِ النُّعْمَان، فِى شَهْرِ رَمَضَانَ سَنَة إِحْدَى وَمِائَتَيْنَ.[122]

121۔القرآن، سورۃ بنی اسرائیل: ۳۴۔

122۔المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، لامام ابن الجوزی: ج ۱۰: ص ۹۸: دار الکتب العلمیۃ بیروت: الطبعۃ الاولی ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء۔

توثیق نامہ کا ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

تمام تعریفیں اللہ ربّ العالمین کے لیے ہیں کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اُس کا حکم کوئی روک نہیں سکتا اوراس کا فیصلے کوئی ردّ نہیں کر سکتا، بیشک وہ نگاہوں کی خیانتیں اوردلوں کے پوشیدہ احوال کو بھی جانتا ہے، دُرود ہوں اُس کے نبی اوراِن کی پاکیزہ آل پر۔

میں علی بن موسی بن جعفر کہتا ہوں:

بیشک امیر المومنین ''اللہ تعالیٰ انہیں سلامتی اور راہِ ہدایت کی توفیق بخشے'' نے ہمارے اُس حق کو پہچان لیا جس سے اِن کے علاوہ لوگ غافل رہے، لہٰذا انہوں نے منقطع ہو چکے رشتوں کو جوڑا، ہماری بے چین جانوں کو سکون دیا جو کہ گھبراہٹ میں مبتلا تھیں بلکہ انہیں ضائع ہو جانے کے بعد گویا دوبارہ جِلا بخشی، انہیں غنی کیا حالانکہ وہ مفلس ہو چکیں تھیں، اِن تمام باتوں سے اُن کا مقصود ربّ العالمین کی رضا تھی نیز اس کے لیے وہ کسی اور سے داد کے خواہاں بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جزا دیتا ہے اور نیکوں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا ہے۔

انہوں نے مجھ سے اپنے بعد جانشینی کا عہد لیا ہے اگر میں اِن کے بعد زندہ رہا، لہٰذا اب جو کوئی اس گرہ کو کھولنے کی کوشش کرے گا اور اس میں دخل

انداز ہو گا حالانکہ اس کی محافظت محبوب ہے تو گویا ایسا کرنے والا اِس کی حرمت کو پامال کرے گا اور حرام کو حلال کرنے والے کی مثل ہو گا اور یہ کوشش امام کی تحقیر اور حرمت اسلام کی حدود کو پامال کرنے کے مترادف ہو گی۔

میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ اگر مجھے امیر المومنین بنے کا موقعہ ملا اور خلافت کے عملی منصب کی تفویض ہوئی تو میں تمام لوگوں کے لیے بالعموم اور بنو عباس بن عبد المطلب کے لیے خصوصاً اللہ تعالی کی اطاعت اور سنت رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے طریقے کو ملحوظ رکھوں گا۔

اور یہ کہ کسی خون ناحق کو بہنے نہیں دوں گا، نہ کسی عفت کو مباح ہونے دوں گا مگر جس نے کسی حدود کو توڑا اور اس کے فرائض کی خلاف ورزی کی تو میں اس کی بابت اپنی تمام تر طاقت و قوت کو سوچ سمجھ کر بروئے کار لاؤں گا۔

میں اس بارے میں خود سے بھی پختہ ارادہ کرتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے بھی اس بارے میں سوال کرنا ہے کہ وہ ربّ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:
﴿اور عہد پورا کرو بیشک عہد سے سوال ہونا ہے[123]﴾۔

پس اگر بالفرض میں نے حد سے تجاوز کیا، یا اپنے منصبی تقاضوں سے پیچھے ہٹا، یا اُن میں غیر معقول تبدیلی لائی تو میں معزول ہونے اور خود کو سزا کے لیے پیش کرنے کا حق دار ہوں گا۔ لہٰذا میں اللہ تعالی سے اُس کی ناراضگی کی پناہ

123۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن۔

چاہتا ہوں اور اس کی اطاعت کی توفیق ملنے کا خواہش مند ہوں، نیز متمنی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے اور مسلمانوں کی عافیت کے معاملے میں اپنی رحمت کو شامل فرمائے۔

میں نے امیر المومنین کا حکم مانا اور ان کی خواہش کو ترجیح دی، اللہ تعالی مجھے اور انہیں حفاظت میں رکھے، میں اپنی ذات پر اللہ تعالی کو گواہ بناتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سب کا نگہبان ہے۔

میں نے یہ دستاویز امیر المومنین "اللہ تعالی انہیں سلامتی بخشے" اور فضل بن سہل، یحییٰ بن اکثم، عبد اللہ بن طاہر، ثمامۃ بن اشرس، بشر بن معتمر، حماد بن نعمان کی موجودگی میں ماہِ رمضان سن ۲۰۱ھ میں تحریر کی۔

دستاویز خلافت کی توثیق کے گواہان کی تحریریں

رَسَمَ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ أَطَالَ اللهُ بَقَاءَهُ وَ كَبَّت أَعْدَاءَهُ قِرَاءَةَ مَضْمُوْن هَذِهِ الصَّحِيْفَةِ، ظَهرِهَا وَبَطنِهَا بِحَرَمِ سيّدنا رَسُوْلِ الله صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّم بَيْنَ الرَّوْضَةِ وَ المِنْبَرِ، عَلَى رُؤُوسِ الأَشْهَادِ، وَ بِمَرأَىً وَ مُسْمعٍ مِنْ وُجُوْهِ بَنِي هَاشِمٍ وَ سَائِرِ الأَوْلِيَاءِ وَ الأَجْنَادِ، بِمَا أَوْجَبَ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الحُجَّةَ بِهِ عَلَى سَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَ أَبْطَلَ الشُّبْهَةَ الَّتِي كَانَت اعترَضَت آرَاء الجَاهِلِيْنَ، ﴿مَا كَانَ اللهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ[124]﴾.

وَ كَتَبَ الفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ بِحَضْرَةِ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي التَّارِيْخِ المَذْكُوْرِ، عَبْدُ اللهِ بْنُ طَاهِرِ بْنِ الحُسَيْنِ أَثبَت شَهَادَتَهُ فِي تَارِيْخِهِ.

شَهِدَ يَحْيَى بْنُ أَكْثَمْ عَلَى مَضْمُوْنِ هَذَا المَكْتُوْبِ، ظَهرُهُ وَبَطنُهُ، وَهُوَ يَسأَلُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَن يُعَرِّفَ أَمِيْرَ الْمُؤمِنِيْنَ وَكَافَةَ الْمُسْلِمِيْنَ بَرَكَاتِ هَذَا العَهْدِ، وَ المِيْثَاقِ، وَ كَتَبَ بِخَطِّهِ فِي التَّارِيْخِ المُبَيَّن.

شَهِدَ حَمَّادُ بْنُ النُّعمَان عَلَى مَضْمُوْنِ ظَهرُهُ وَبَطنُهُ، وَ كَتَبَ بِيَدِهِ فِي تَارِيْخِهِ.

124۔القرآن، سورۃ آل عمران: ۱۷۹۔

بِشْرِ بْنُ الْمُعْتَمِرِ يَشْهَدُ بِذَلِكَ، وَكَتَبَ بِيَدِهِ فِي التَّارِيْخِ.

ثُمَامَةُ بْنُ أَشْرُس، حَضَرَ وَكَتَبَ خَطَّهُ.

قَالَ هِبَةُ اللهِ بْنُ الفَضْلِ بْنِ صَاعِدِ الكَاتِبِ: هَذَا العَهْدُ، رَأَيْتُهُ بِخَطِّ المَأْمُوْن، ابْتَاعَهُ خَالِي يَحْيَى بْنُ صَاعِدٍ بِمِائَتَى دِيْنَارٍ، وَحَمَلَهُ إِلَى سَيْفِ الدَّوْلَةِ صَدَقَة بْنِ مَنْصُوْرٍ، وَكَانَ فِيْهِ خُطُوْطٌ جَمَاعَةٍ مِنَ الكُتَّابِ، مثلَ: الصُّوْلِي عَبْدُ اللهِ بْنُ العَبَّاسِ، وَالوَزِيْر المَغْرِبِيِّ.[125]

گواہان کے توثیق نامہ کا ترجمہ

امیر المومنین ”اللہ تعالیٰ انہیں سلامتی دے اوران کے دشمنوں کو برباد کرے“نے اس دستاویز کی تحریر کو حرم نبوی میں روضہ شریفہ اور منبر کے درمیان تمام رؤساء وفضلاء،بنو ہاشم اور دیگر تمام ہی لشکریوں کے سامنے پڑھنے کا حکم دیا تاکہ جو حجت جس چیز کو امیر المومنین نے تمام مسلمانوں پر لازم کیا ہے وہ ظاہر ہو جائے اور جہلاء کی سازشیں باطل ہو جائیں ﴿اللہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو[126]﴾۔

125۔ المنتظم في تاريخ الملوک والامم، لامام ابن الجوزی: ج ۱۰: ص ۹۹: دار الکتب العلمیة بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء۔

126۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن۔

فضل بن سہل نے مذکورہ تاریخ میں امیر المومنین کے رُوبرو اِس دستاویز پر تائیدی دستخط کیے۔

عبد اللہ بن طاہر نے بھی اسی تاریخ میں اپنی گواہی ثبت کی۔

یَحْیَی بْنُ أُکْثُمَ اِس دستاویز کے ظاہری و باطنی بیانات پر آگاہ ہوئے اور وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ امیر المومنین اور سارے مسلمان اِس دستاویز کے وعدے کی پاسداری سے مستفید ہوں۔ یہ عبارت اپنے ہاتھوں سے تاریخ مذکور میں تحریر کی۔

حماد بن نعمان اس مضمون کے ظاہری و باطنی بیانات پر مطلع ہوئے اور یہ عبارت اپنے ہاتھوں سے تاریخ مذکور میں تحریر کی۔

بِشْرِ بْنُ الْمُعْتَمِرِ اِس دستاویز کے گواہ ہوئے اور اپنے ہاتھوں سے تاریخ مذکور میں تحریر لکھی۔

ثُمَامَةُ بْنُ أَشْرَس گواہ ہوئے اور اپنے ہاتھوں سے تحریر لکھی۔

ھبۃ اللہ بن فضل بن صاعد الکاتب نے کہا:

اس دستاویز کی اصل کو میں نے مامون کے ہاتھوں سے لکھا ہوا ملاحظہ کیا، میرے چچا یحییٰ بن صاعد نے اسے دو سو دینار میں خریدا اور سیف الدولۃ صدقہ بن منصور کے پاس پیش کیا تھا۔ اس میں کچھ کاتبین حضرات کے اور بھی خطوط تھے مثلاً عبد اللہ بن عباس صولی اور وزیر مغربی وغیرہ کے۔

سیاسی انقلاب

شہنشاہِ ولایت سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ نے مامون سے اپنی جانشینی کا عہدہ قبول کر لینے کے بعد حکومتی مناصب و مراعات کی خواہش و طلب کے بجائے اسلامی شعائر اور احکام کے نفاذ کا مطالبہ کیا جو کہ آپ کی سیاسی بصیرت اور منصب ولایت کے شایانِ شاں بھی تھا۔

آپ نے رسم جانشینی کے فوراً بعد اُس دور میں رائج بدعات و خرافات کا قلع قمع کرنے کے لیے مامون الرشید کو نصیحتیں فرمائیں، جن میں سب سے اہم تبدیلی جو ہمیں اوراقِ تاریخ میں نظر آتی ہے وہ فی الفور سیاہ لباس کا خاتمہ ہے۔ بادی النظر میں یہ کوئی بڑا کام دکھائی نہیں دیتا لیکن اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ امام موصوف نے کس قدر بصیرت کا مظاہر فرماتے ہوئے اُس دور میں انقلاب کا بیج بو دیا تھا۔

مامون کے دور میں جو سیاسی مشکلات تھی اُس کے پیش نظر کسی ایسی تبدیلی کا سوچنا بھی خواب ہی دکھائی دیتا تھا کیونکہ سیاہ لباس کو عباسی سلطنت میں صرف لباس کی حیثیت ہی حاصل نہیں تھی بلکہ اس میں دَر پردہ مذہبی عناصر بھی شامل ہو گئے تھے جو کہ رفتہ رفتہ بدعات کی شکل اختیار کرتے ہوئے گویا خود ایک نیا مذہبی فتنہ بننے جا رہے تھے۔

امام موصوف نے اِس سر اُٹھاتے ہوئے فتنے کا اس انداز میں قلع قمع کیا کہ کوئی سیاسی فساد بھی نہیں ہوا اور عوام الناس میں اس کی اہمیت بھی ختم ہوتی چلی گئی، اگرچہ بعد ازاں سیاہ لباس کو دوبارہ ردّ عمل کے طور پر بعض عناصر نے اپنانے کی دعوت بھی دی لیکن لوگوں کے دلوں میں اب اس کا مقام صرف اور صرف سیاسی لباس اور مجبوری کے سواء کچھ نہ بھی باقی نہ رہا تھا۔ اس حوالے سے ائمہ اسلام کی عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

بادشاہ مامون الرشید نے (اپنے بعد) آپ کی ولی عہدی کا وعدہ لیا، نیز لوگوں کو اپنے زمانۂ خلافت میں (امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی نصیحت کی بنا پر) سبز لباس پہننے کا حکم دیا تھا۔[127]

امام شہاب الدین عبد الحی المعروف "ابن العماد" حنبلی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۳۲ھ اپنی شہرہ آفاق کتاب "شَذَرَاتُ الذَّهَبِ فِي أَخْبَارِ مَنْ ذَهَبَ" میں لکھتے ہیں:

فِيهَا (احدَى وَ مِائَتَيْنِ) عَهِدَ المَأمُوْنُ اِلَى عَلِيِّ بْنِ مُوْسَى العَلَوِيِّ، فَعَهِدَ اِلَيْهِ بِالخَلَافَةِ [مِنْ بَعْدِهِ] وَلَقَّبَهُ بِالرِّضَا، وَأَمَرَ الدَّوْلَةَ بِتَرْكِ السَّوَادِ وَلُبْسِ الخُضْرَةِ.

127۔ تهذيب تهذيب الكمال، للذہبی: ج ۷: ص ۴۴: رقم الترجمة ۴۸۴۳: الفاروق الحديثية للطباعة والنشر بالقاہرة: الطبعة الاولى ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء۔

ترجمہ: (سن ۲۰۱ھ) میں مامون نے علی بن موسی علوی سے اپنے بعد مسند خلافت کی جانشینی کا عہد لیا اور ان کے لیے "الرضا" کا لقب تجویز کیا نیز اپنی مملکت میں اعلان کرایا کہ سیاہ لباس کو ترک کر کے سبز لباس کا اختیار کیا جائے۔[128]

مؤرخ شہیر، علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک المعروف "الصفدی" رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۶۴ھ اپنی کتاب "الوَافِی بِالوَفیَاتِ" میں لکھتے ہیں:

جب اِس نے باقاعدہ آپ کو اپنا ولی عہد نامزد کیا تو عباسی رواج کا سیاہ لباس اُتروا کر لوگوں کو سبز لباس پہنایا اور درہم و دینار پر نام نامی "الرضا" نقش کروایا نیز ایک لاکھ درہم کا نذرانہ پیش کیا۔[129]

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:

عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد اپنی فوج کی تفتیش میں مصروف تھا کہ دراِیں حال اس کے پاس حسن بن سہل کا پیغام آیا جس میں اعلامیہ درج تھا کہ مامون نے (سیّدنا) علی بن موسی (الرضا) کو اپنا جانشین مقرر کر دیا ہے، کیونکہ اس نے بنو عباس اور بنو علی دونوں ہی میں ان سے زیادہ علم والا، افضل اور متقی کسی دوسرے کو نہیں پایا، نیز ان کا لقب "الرِّضَی مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ" تجویز کیا ہے۔

128۔شذرات الذھب، لابن العماد الحنبلی: جلد ۳: ص ۵: دار ابن کثیر بیروت۔

129۔الوافی بالوفیات، للصفدی: ج ۲۲: ص ۱۵۵: دار احیاء التراث العربی بیروت۔

اور حکم دیا ہے کہ تمام ہی لوگ سیاہ لباس اُتار دیں اور آئندہ سبز لباس کو استعمال کریں، یہ حکم نامہ رمضان ۲۰۱ھ میں صادر ہوا۔ اسی طرح بادشاہ مامون کی طرف سے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ اس جانب سے ان (سیّدنا علی بن موسی الرضا) کے لیے لوگوں سے بیعت لی جائے اور لوگوں کے لباس، عمامے جبہ وقبا میں سبز رنگت اختیار کرائی جائے، یہ بیعت تمام ہی باشندگانِ بغداد سے لی جائے۔[130]

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۱۰ھ اپنی معروف کتاب "تَارِیۡخُ الرُّسُل والمُلُوۡكَ" میں رقم طراز ہیں:

وَ فِي هَذِهِ السَّنَةِ [۲۰۱ھ] جَعَلَ المَأْمُوْنُ عَلِيَّ بْنَ مُوْسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَلِي عَهْد المُسْلِمِيْنَ وَالخَلِيْفَةَ مِنْ بَعْدِهِ، وَسَمَّاهُ الرِّضَى مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَ أَمَرَ جُنْدَهُ بِطَرْحِ السَّوَادِ وَلُبْسِ ثِيَابِ الخُضْرَةِ، وَكَتَبَ بِذَلِكَ إِلَى الآفَاقِ.

ترجمہ: سن ۲۰۱ھ میں مامون نے علی بن موسی بن جعفر رضی اللہ عنہ سے اپنے بعد مسند خلافت کی جانشینی کا عہد لیا اور ان کے لیے "الرضا" کا لقب تجویز کیا نیز اپنی مملکت میں اعلان کرایا کہ سیاہ لباس کو ترک کر کے سبز لباس کا اختیار کیا جائے۔[131]

130۔سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدین محمد الذہبی: ج ۹: ص ۳۹۰: مؤسسة الرسالة بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

131۔تاریخ الرسل والملوک، لامام ابی جعفر محمد بن جریر الطبری: جلد۸: ص ۵۵۴: دار المعارف مصر۔

مذکورہ بالا عبارات سے نہایت سہل انداز میں واضح ہو رہا ہے کہ حقیقت میں یہ کارنامہ مامون الرشید کا نہیں ہے بلکہ امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کا ہے کیونکہ مامون الرشید تو اس سے پہلے بھی ایسا کر سکتا تھا، بادشاہت وعنانِ حکومت اس کے پاس تھی لیکن اس کے گمان میں بھی شاید اس بارے میں کوئی کبیدگی ہی نہیں تھی لیکن جب امام موصوف نے اُسے اِس بارے میں آگاہ کیا اور نصیحت فرمائی تو اُس نے فی الفور اِس کام کو کرنا اتنا اہم جانا کہ آپ کے اعلانِ جانشینی کے ساتھ ہی اسے بھی مشتہر کرایا۔

قارئین کرام ذرا غور فرمائیں کہ صرف لباس کی تبدیلی کیا اتنی اہمیت رکھتی ہے کہ اسے کسی عہدے کے اعلان کے ساتھ ہی مشتہر کیا جائے؟ اسے یوں سمجھیں کہ مثلاً کسی ملک میں صدرِ مملکت کا عہدہ زید کو حاصل ہوتا ہے اور زید اس ملک میں رائج کسی لباس کو بھی ناپسند جانتا ہے تو کیا زید کی صدارت کا اعلامیہ یوں جاری ہوگا کہ اس کے ساتھ ہی اس کے ناپسندیدہ لباس کو ترک کرنے کا حکم نامہ بھی جاری کیا جائے؟ نہیں ہرگز نہیں..... بلکہ پہلے زید کی صدارت کا اعلان جاری کیا جائے گا اَزاں بعد اسے اختیارات اور منصب کی باگ دوڑ تھمائی جائے گی اور پھر کسی مناسب لمحے میں جاکر اس لباس کی تبدیلی کا اعلان جاری ہوگا۔

اس تمام تر گفتگو کی روشنی میں ذرا ماقبل علمائے اسلام کی عبارات کو دوبارہ پڑھیں اور غور کریں تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لازماً امام موصوف نے اس لباس کے پس پردہ ہونے والی فتنہ پروری کے عناصر کو مشاہدہ فرمالیا تھا، اِسی لیے اپنا

فرض نسبی اور فرض منصبی دونوں ادا فرماتے ہوئے مامون الرشید کو اس طرف متوجہ کیا اور جانشینی کی رسم کو صرف رسم بنانے کے بجائے حقیقی اور عملی تبدیلی کی جانب توجہ فرمائی اور بیشک یہی آپ کے شایانِ شان بھی تھا کہ آپ کے اَسلاف کرام حقیقی تبدیلی کے لیے ہی تمام زندگی کوشاں رہے۔

بنو عباس کا اِشتعال وردّ عمل

اہل بیت کی محبت میں سرشار مامون الرشید کا طرز عمل کچھ ایسا والہانہ ہو چلا تھا کہ اس نے ہر بڑے سے بڑے خطرے کو بھی سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی خواہش کے پیش نظر خندہ پیشانی سے قبول کرنے کا گویا عزم کر لیا تھا، اسی لیے ایک تو اس نے سال ہا سال سے چلی آرہی بنو عباس کی خلافت کو ختم کر کے اسے اہل خلافت وامامت سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا تھا اور دوسری طرف بنو عباس کی سیاسی علامت یعنی سیاہ لباس کو فی الفور تبدیل کرتے ہوئے سبز لباس کا حکم بھی جاری کر دیا تھا۔

ایسی باتیں بھلا کیونکر دشمنان اہل بیت کو قبول ہوتیں لہٰذا چاروں طرف سے مامون الرشید کے خلاف علم بغاوت بلند ہونے لگے، سب سے پہلے تو جن سے خلافت جانے والی تھی اُن کی جانوں میں جان آئی اور ہزار باہمی اختلافات کے باوجود سارے کے سارے یکجا ہونے لگے، چنانچہ مامون الرشید کے اِیماء پر عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد نے جب بغداد میں امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت لینے کا اعلان کیا تو بنو عباس کے ایسے ہی افراد نے لوگوں میں پھیلا دیا کہ یہ

ایک سیاسی چال ہے جو تمہارے خلاف فضل بن سہل نے رچائی ہے لہٰذا خبر دار اس چال میں نہ آنا ورنہ مارے جاؤ گے۔

اور در حقیقت یہ خود ایک سیاسی چال تھی جس کا مفاد یہ تھا کہ لوگوں میں کچھ وقت کے لیے اس بیعت کے بارے میں انتشار پیدا کر دیا جائے تا کہ اس مشغولیت کے وقت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے بنو عباس اپنا آئندہ کا سیاسی لائحہ عمل طے کر لیں اور بالآخر یہی ہوا کہ مہدی کے دونوں بیٹے مامون الرشید اور امام سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ کے خلاف کھڑے تو ہو گئے لیکن اقتدار کس کے پاس آئے اس بات نے ان میں باہم تضاد پیدا کر دیا اِسی معاملے کو طے کرنے کے لیے لوگوں میں انتشار کی بناوٹی فضا پیدا کی گئ تا کہ یہ عقدہ سلجھتے ہی بنو عباس اپنا خلیفہ و بادشاہ پیش کریں اور سیاسی کشمکش سے مکمل اور بھرپور فائدہ حاصل کرتے ہوئے دوبارہ مسند خلافت کو پالیں۔ اس بات کو قدرے جامعیت کے ساتھ امام ذہبی نے یوں بیان کیا ہے۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

عیسیٰ (بن محمد بن ابی خالد) نے اہلیانِ بغداد کو اس بارے میں دعوت دی اور کہا کہ انہیں ایک مہینے کا توشہ بھی دیا جائے گا، لیکن بعض لوگوں نے اس بات کے باوجود بھی انکار کر دیا اور بولے: یہ در حقیقت فضل بن سہل کی چال ہے۔

دوسری طرف بنو عباس اس واقعہ سے مشتعل ہو گئے اور مہدی کے دونوں بیٹے ابراہیم اور منصور (محاذ آرائی اور مسند خلافت کے لیے) کمر بستہ ہوئے لیکن

ان میں باہم جھگڑا ہو گیا کہ کس کی اطاعت کی جائے؟ ازاں بعد ابراہیم بن مہدی کی بیعت کر لی گئی۔[132]

بنو عباس کے اس سیاسی اشتعال پر ماہرین تاریخ اور علمائے اسلام نے بہت کچھ تحریر کیا ہے، ہم یہاں اختصار کے پیش نظر بہت سی نصوص کو عمداً چھوڑ رہے ہیں کیونکہ ہمارا مقصود انہیں بیان کرنا نہیں۔ یہاں یہ نکتہ بھی اہل علم و دانش کے لیے قابل غور ہے کہ خلافت اہل بیت رسالت کا حق تھا لیکن جب ان سے ظلماً خلافت کو چھین لیا گیا تب بھی اس گھرانہ کے وارثین نے اُف تک نہیں کی اور نہ ہی کوئی فساد و اِنتشار پیدا ہونے دیا لیکن آج جب بنو عباس کے نااہل افراد سے خلافت جانے کا ذرا ماحول ہی بنا تھا کہ اُن پر قیامت ٹوٹ پڑی اور وہ ہر طرح سے اِسے اپنے پاس واپس لانے میں ایک دوسرے سے لڑنے مرنے لگے حالانکہ یہ خلافت نہ تو اُن کی میراث تھی اور نہ ہی اُس دور کے نام نہاد خلفاء کہلانے والے اِس کے اہل تھے۔ ان تمام باتوں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت نبوت کو کس قدر عظیم حوصلہ اور صبر واستقلال عطا فرمایا تھا کہ کڑے سے کڑے وقت میں بھی اُن میں سے کسی بھی ہستی کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی اور وہ ہر میدان میں ثابت قدم رہے۔

ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ‌ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ ○[133]

132۔ سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدین محمد الذہبی: ج ۹: ص ۳۹۰: مؤسسة الرسالة بيروت: الطبعة الاولى ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔

133۔ القرآن، سورة الحدید: ۲۱۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ کا اپنے بھائی سیّدنا زید بن موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مکالمہ

مامون الرشید کا دورِ حکومت اپنی نوعیت کا عجوبہ سمجھا جاتا ہے اس میں ایک طرف تو علمی ماحول کو فروغ ملا اور بہت سے علوم وفنون مرتب ہوئے، رصد گاہیں بنائی گئیں اور یونانی وعبرانی زبانوں کے علمی ذخائر کو عربی میں منتقل کرنے کا سلسلہ مزید فروغ پانے لگا یہاں تک کہ امام ذہبی نے لکھا ہے: مامون نے فلسفہ و حکمت کی بہت سی کتابوں کو ''قبرس'' کے جزائر سے نکال کر منصہ شہود بخشا۔ اس بات کو امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں بھی ذکر کیا ہے، لیکن دوسری طرف سیاسی محاذ آرائیوں کا سلسلہ بھی وسیع تر ہوتا جارہا تھا اور آئے دن حکومت وقت کے خلاف کوئی نہ کوئی سازش وجود پارہی تھی۔

ایسے ہی سیاسی معاملات سے مامون کا سکون برباد ہوچکا تھا کہ دریں اثناء امام زید بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے مامون کے بعض معاملات سے اختلاف کرتے ہوئے بصرہ میں محاذ آرائی کے لیے میدان ہموار کرنا شروع کیا تو یہ بات شہرت پاتی ہوئی مامون کے کانوں تک جاپہنچی۔ لہٰذا اس نے براہ راست کوئی تدبیر کرنے کے بجائے سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ سے التماس کی کہ وہ بصرہ تشریف لے جائیں اور اپنے برادر گرامی کو باہمی تصفیہ کے ذریعہ واپس لوٹانے کی کوشش فرمائیں۔

امام موصوف نے مامون کی اس درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور بنفس نفیس بصرہ تشریف لے گئے کیونکہ آپ کے خانوادے کا ازلی وطیرہ وشعار یہی ہے کہ خون ریزی اور فساد سے مسلمانوں بلکہ انسانوں کو حتی الامکان محفوظ رکھا جائے، اِسی لیے آپ نے اپنے بھائی امام زید رضی اللہ عنہ کو سمجھانا مناسب جانا اور تکلیف برداشت کرتے ہوئے وہاں پہنچے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اگر آپ اس موقع پر اپنا کردار اَدا نہ فرماتے تو حکومت کو ایک بڑے تصادم کا سامنا کرنا پڑتا جس کے سیاسی نتائج خواہ کچھ بھی ہوتے لیکن بہت سے لوگ اس تصادم میں ناحق مارے جاتے۔ اس لیے آپ نے نا صرف اپنے بھائی کو سمجھایا بلکہ دورانِ مکالمہ بطورِ نصیحت کچھ سخت کلمات بھی استعمال فرمائے۔

مؤرخ شہیر، علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک المعروف ''الصفدی'' رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۶۴ھ اپنی کتاب ''الوَافِی بِالوَفیَاتِ'' میں لکھتے ہیں:

آپ کے بھائی حضرت زید بن موسی رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں مامون کے خلاف خروج کیا اور اپنے خاندان کو مشکل میں ڈالا تو مامون نے اُن کی طرف ان کے بھائی (امام) علی (بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ) کو بھیجا تاکہ انہیں سمجھا کر واپس کریں تو حضرت زید نے (اپنے بھائی سے) مکالمہ آرائی شروع کر دی، تب آپ نے فرمایا:

اے زید! تجھے کیا ہوا ہے؟ تو نے مسلمانوں کے ساتھ بصرہ میں کیا کیا ہے؟ حالانکہ تم خود کو فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کہتے ہو، واللہ! حضور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بھی زیادہ لوگوں کے خیر خواہ تھے۔اے زید! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ لوگوں نے جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لی وہ تمہیں دے دیں؟۔

جب یہ گفتگو مامون تک پہنچی تو وہ سن کر رونے لگا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کو ایسی ہی شان والا ہونا چاہیے۔[134]

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

آپ کے بھائی حضرت زید (بن موسیٰ) نے بصرہ میں مامون کے خلاف خروج کیا اور دلیری کے ساتھ ماحول میں دہشت و گرمی پیدا کر دی تو مامون نے اُن کی طرف ان کے بھائی (امام) علی (بن موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہ) کو بھیجا تاکہ انہیں سمجھا کر واپس کریں تو آپ سفر کر کے اس تک پہنچے اور سمجھاتے ہوئے کہنے لگے:

اے زید! تجھے کیا ہوا ہے؟ تو نے مسلمانوں کے ساتھ بصرہ میں کیا کیا ہے؟ حالانکہ تم خود کو فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کہتے ہو، واللہ! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بھی زیادہ لوگوں کے خیر خواہ تھے۔اے زید! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ لوگوں نے جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لی وہ تمہیں دے دیں؟۔

جب یہ گفتگو مامون تک پہنچی تو وہ سن کر رونے لگا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کو ایسی ہی شان والا ہونا چاہیے۔[135]

134۔الوافی بالوفیات، للصفدی: ج ۲۲: ص ۱۵۶: دار احیاء التراث العربی بیروت۔

135۔ سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدین محمد الذہبی: ج ۹: ص ۳۹۲: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت: الطبعۃ الاولی ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔

امام شہاب الدین عبد الحی المعروف "ابن العماد" حنبلی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۳۲ھ اپنی شہرہ آفاق کتاب "شَذَرَاتُ الذَّهَبِ فِي أَخْبَارِ مَنْ ذَهَبَ" میں لکھتے ہیں:

مامون نے زید بن موسی کی طرف اُن کے بھائی (امام) علی (بن موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہ) کو بھیجا تاکہ انہیں سمجھا کر واپس کریں، انہوں نے بصرہ میں قیام کیا ہوا تھا (جب امام علی الرضا وہاں پہنچے) تو حضرت زید نے (اپنے بھائی سے) مکالمہ آرائی شروع کر دی تب آپ نے فرمایا:

اے زید! تجھے کیا ہوا ہے؟ تو نے مسلمانوں کے ساتھ بصرہ میں کیا کیا ہے؟ حالانکہ تم خود کو فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کہتے ہو، واللہ! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بھی زیادہ لوگوں کے خیر خواہ تھے۔ اے زید! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ لوگوں نے جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لی وہ تمہیں دے دیں؟۔

جب یہ گفتگو مامون تک پہنچی تو وہ سن کر رونے لگا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کو ایسی ہی شان والا ہونا چاہیے۔[136]

ان تمام مذکوہ بالا عبارات میں جو بات واضح ہوتی ہے وہ امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی اعلیٰ نفسیاتی بصیرت اور کمال مشاہدہ پر دلالت کرتی ہے کیونکہ آپ نے پہلے تو اپنے برادر گرامی کو محبت کے لب ولہجہ میں سمجھایا لیکن جب اُنہیں جوش نے مزید برانگیختہ کیا تو آپ نے اُن کی نفسیات اور موقع کی مناسبت سے

136۔ شذرات الذهب، لابن العماد الحنبلی: جلد ۳: ص ۱۴: دار ابن کثیر بیروت۔

ایسا کلام کیا جس سے اُن کا تمام غصہ کافور ہوتا چلا گیا اور یوں انہوں نے حکومت کے خلاف اپنے مؤقف پر سکون کا مظاہرہ کیا۔ آپ کی گفتگو میں جن باتوں کو بیان کیا گیا ہم اسے تفہیمی انداز میں اس طرح دیکھتے ہیں:

۱۔ اے زید! تجھے کیا ہوا ہے ؟تو نے مسلمانوں کے ساتھ بصرہ میں کیا کیا ہے؟

۲۔ تم خود کو فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کہتے ہو؟

۳۔ واللہ! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بھی زیادہ لوگوں کے خیر خواہ تھے۔

۴۔ اے زید! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ لوگوں نے جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لی وہ تمہیں دے دیں؟۔

امام علی الرضا رضی اللہ عنہ نے اس مختصر سے کلام میں جس طرح سمندر کو سمیٹ دیا ہے اس کی تفصیل پیش کرنا تو ممکن نہیں البتہ چند امور یہاں بطور خاص ذکر کیا جاتے ہیں جنہیں ترتیب کلام کے سیاق وسباق ہی میں جاننا موزوں رہے گا اس لیے ہم نے من وعن وہی ترتیب برقرار رکھی ہے جو اصل کلام میں موجود تھی۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی نفسیات شناسی

سیّدنا زید بن موسیٰ رضی اللہ عنہ بھی چونکہ اہل بیت کے ہی ایک فرزند اَرجمند تھے اور اہل بیت مسلمانوں کے ہمیشہ سے خیر خواہ اور پناہ گاہ رہے ہیں اس لیے امام علی الرضا رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے انہیں مسلمانوں کی ذمہ داری کے بارے

میں احساس دلایا تاکہ اسلام کے تعلق سے جو ذمہ داری اہل بیت کے کاندھوں پر ڈالی گئی ہے اسے پورا کیا جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

”اے زید! تجھے کیا ہوا ہے ؟تو نے مسلمانوں کے ساتھ بصرہ میں کیا کیا ہے ؟“

لہٰذا پہلا سوال ہی ایسا تھا کہ امام زید بن موسیٰ کو اپنے کاندھوں پر مسلمانوں کا بوجھ باور کرا گیا۔

مؤرخین کے مطابق آل فاطمہ کی حکومت اور اہل بیت کے ساتھ ناروا سلوک جیسے اسباب بھی امام زید کو برانگیختہ کیے ہوئے تھے لہٰذا احساس ذمہ داری کی یاددہانی کے بعد انہیں اس امر کی جانب متوجہ کرنا بھی ضروری تھا کہ آل فاطمہ کے لیے ہرگز شایاں نہیں کہ وہ اس طرح سے مسلمانوں اور خود اپنے خاندان والوں کو مشکل میں ڈال دیں۔ اسی لیے آپ نے فی الفور اُن کے نفسیاتی پہلو کو دیکھتے ہوئے یہ جملہ ارشاد فرمایا:

”تم خود کو فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کہتے ہو“؟

امام موصوف کے اس جملے نے سیّدنا زید کو آل فاطمہ کی بے مثال قربانیوں کا نقشہ دہرادیا اور انہیں گویا اہل بیت کے صبر وثبات کی نشانیاں دکھائی دینے لگی۔

اب سیّدنا زید رضی اللہ عنہ کا وہ جلال جو ابتدائے مکالمہ میں تھا قدرے سکون میں آیا تو امام علی الرضا رضی اللہ عنہ نے ناصحانہ انداز اختیار کرتے ہوئے روئے کلام کو اس طرح بدلا کہ دل کی دنیا تہہ وبالا کر دی، آپ نے ارشاد فرمایا:

”واللہ! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بھی زیادہ لوگوں کے خیر خواہ تھے“

اہل بیت کی فرزند ارجمند کے سامنے جب نانا جان کی سیرت کا منظر تازہ کیا گیا تو دل پر ایک چوٹ لگی اور نسبی محبت نے جذبات کو مزید مہکا دیا جس سے گویا ذہن حقائق قبول کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا۔

جب یہ تمام پھول ابن زہراء کے گلشن میں سج گئے تو اب ایک بڑے بھائی اور ناصح کی حیثیت سے سخن گفتگو تبدیل کیا اور اپنا حق استعمال فرماتے ہوئے انہیں محاذ آرائی سے کیسے پیارے انداز میں روکا:

”اے زید! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ لوگوں نے جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لی ہے وہ تمہیں دے دیں؟“

جس طرح بچے کو باپ پیار سے ڈانٹتا ہے اور کسی نامناسب چیز سے روکتا ہے اس سے بھی بڑھ کر آپ نے شفقت کا مظاہرہ فرمایا اور اپنے برادر گرامی کو واپس لوٹنے کی جانب اشارہ فرمایا۔

جب یہ تمام کلام ہو چکا تو وہی زید بن موسی جو کسی صورت واپسی کے لیے تیار نہ تھے بلکہ کچھ دیر پہلے تک اپنے بھائی سے مکالمہ آرائی میں شدت سے مشغول تھے اب وہی آپ کی بات پر لبیک کہتے ہوئے خاموش ہو گئے۔ بلاشبہ امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کو ایسا کمال اپنے نانا جان کی وراثت سے ملا کہ چند جملوں میں گویا رات کو دن کر دکھایا۔

ہم نے اس کلام پر جو بھی معروضات پیش کی ہیں اسے کسی کتاب میں نہیں پایا بلکہ دوران تحریر واضح ہوتی گئیں اور ہم نے اسے زیب قرطاس کر دیا ہے

تا کہ امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کے کلام کا اِس پہلو سے بھی مطالعہ کر کے لطف اُٹھایا جائے اور یہ جان لیا جائے کہ اولادِ رسول کا کلام کیسا جامع و نافع ہوتا ہے نیز سچ ہے "کَلَامُ الاِمَامِ، اِمَامُ الکَلَامِ"۔

امام علی الرضا رضی اللہ عنہ نے سیّدنا زید سے جو ناصحانہ کلام فرمایا اِس کی بنا پر بعض افراد (مثلاً صاحب منہاج السنۃ) اور موجودہ دور کے فتنہ پرور افراد دلیل پکڑتے ہیں کہ دیکھو اہل بیت تو خود کو اولادِ فاطمہ ہونے کی بنا پر قابل فخر نہیں جانتے لیکن یہ سنی حضرات خوامخوہ سادات..... سادات..... کی رٹ لگائے نہیں تھکتے، اگر واقعی ایسا ہوتا تو سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ کبھی بھی اپنے بھائی کو اس بارے میں نہ جھڑکتے بلکہ مزید حمایت کرتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا تو اِس سے پتہ چلتا ہے کہ صرف اعمال ہی کی بنیاد پر جنت و جہنم کا فیصلہ ہو گا، نسب وحسب کی وجہ سے کوئی بد عمل سیّد بھی جہنم سے نہیں بچ سکتا۔ معاذاللہ

اس بات کا نہایت مفصل اور تحقیقی جواب امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان محدث حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۴۰ھ اپنے مشہور زمانہ فتاویٰ میں یوں دیتے ہیں:

اہل بیت آگ میں نہیں جاسکتے

قرطبی آیہ کریمہ ﴿وَ لَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰی۝[137]﴾ کی تفسیر میں حضرت ترجمان القرآن رضی اللہ عنہ سے ناقل کہ انہوں نے فرمایا:

رِضَاءُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ أَن لَا یَدۡخُل أَحَدٌ مِنۡ أَهۡلِ بَیۡتِہِ النَّارَ.

137۔ القرآن، سورۃ الضحیٰ ۵۔

یعنی اللہ عزّوجلّ نے حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے راضی کر دینے کا وعدہ فرمایا اور محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رضا اس میں ہے کہ ان کے اہل بیت سے کوئی دوزخ میں نہ جائے۔[138]

نار دو قسم کی ہے، نارِ تطہیر کہ مومن عاصی جس کا مستحق ہو اور نارِ خلود کافر کے لیے ہے، اہل بیت کرام میں حضرت امیر المؤمنین مرتضی و حضرت بتول زہراء و حضرت سیّد مجتبیٰ و حضرت شہید کربلا صلی اللہ تعالی علی سیّد ہم و علیہم وبارک وسلم تو بالقطع والیقین ہر قسم سے ہمیشہ ہمیشہ محفوظ ہیں، اس پر تو اجماع قائم اور نصوص متواترہ حاکم، باقی نسل کریم تا قیام قیامت کے حق میں اگر بفضلہ تعالی مطلق دخول سے محفوظی لیجئے اور یہی ظاہر لفظ سے متبادر، اور اسی طرف کلماتِ اہل تحقیق ناظر، جب تو مراد بہت ظاہر، اور منع خلود مقصود جب بھی نفی کفر پر دلالت موجود۔

"شَرْحُ الْمَوَاهِبِ لِلعَلَّامَةِ الزُّرْقَانِیُّ" میں زیر حدیث مذکور:

اِنَّمَا سُمِّيَتْ فَاطِمَةُ هِيَ فَاَمَّا هِيَ وَ ابْنَاهَا فَالْمَنْعُ مُطْلَقٌ وَ اَمَّا مَنْ عَدَاهُمْ فَالْمَمْنُوْعُ عَنْهُمْ نَارُ الْخُلُوْدِ، وَ اَمَّا مَا رَوَاهُ أَبُو نُعَيْم وَالْخَطِيْبُ اَنَّ عَلِيَّ الرِّضَا بْنَ مُوسَى الْكَاظِم ابْنِ جَعْفَرِ الصَّادِقِ سُئِلَ عَنْ حَدِيْثٍ، اِنَّ فَاطِمَةَ أَحْصَنَتْ، فَقَالَ: خَاصٌّ بِالْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ وَ مَا نَقَلَهُ الأَخْبَارِيُّوْنَ عَنْهُ مِنْ تَوْبِيْخِهِ لِأَخِيْهِ زَيْدٌ حِيْنَ خَرَجَ عَلَى الْمَأْمُوْنِ وَ قَوْلُهُ، أَغَرَّكَ قَوْلَهُ صَلَّى الله تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ فَاطِمَةَ أَحْصَنَت الْحَدِيْثَ، اِنَّ هٰذَا لِمَنْ

138۔ الجامع لاحکام القرآن: تحت آیۃ: ولسوف یعطیک ربک: ج ۲۰: ص ۹۵ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

خَرَجَ مِنْ بَطْنِهَا لَا لِيْ وَ لَا لَكَ، فَهٰذَا مِنْ بَابِ التَّوَاضُعِ وَ عَدَمِ الاغْتِرَارِ بِالْمَنَاقِبِ وَاِن كَثُرَت كَمَا كَانَ الصِّحَابَةُ الْمَقْطُوْعَ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ عَلٰى غَايَةٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْمُرَاقَبَةِ وَ اِلَّا فَلَفْظُ ذُرِّيَّةٍ لَا يَخُصُّ بِمَنْ خَرَجَ مِنْ بَطْنِهَا، فِي لِسَانِ الْعَرَبِ ﴿وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ[139]﴾ الاٰية وَ بَيْنَهُم وَبَيْنَهُ قُرُوْنٌ كَثِيْرَةٌ فَلَا يُرِيْدُ ذٰلِكَ مِثْلَ عَلِي الرِّضَا مَعَ فَصَاحَتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ لُغَةَ الْعَرَبِ عَلٰى انَّ التَّقْلِيْدَ بِالطَّائِعِ يَبْطُلُ خُصُوْصِيَّةَ ذُرِّيَّتِهَا وَمُحِبِّيهَا، اِلَّا أن يُقَالَ: لِلّٰهِ تَعْذِيْبُ الطَّائِعِ فَالْخُصُوْصِيَّةُ أَن لَا يُعَذِّبُهُ اِكْرَاماً لَهَا، وَاللهُ أَعْلَمُ.

مختصر اً، بیشک فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ نام ہے لیکن فاطمہ اور ان کے بیٹے تو ان پر مطلقاً جہنم کی آگ ممنوع ہے لیکن ان کے ماسوا کے لیے جہنم کا خلود ممنوع ہے۔ آپ پر اور ان پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو۔ اور جو ابو نعیم اور خطیب نے روایت کیا ہے کہ علی رضا بن موسی کاظم ابن جعفر الصادق سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا، کہ فاطمہ نے اپنے حرم گاہ کو محفوظ رکھا، تو انہوں نے جواب میں فرمایا: یہ حسن اور حسین کے لیے خاص ہے، اور وہ جو مؤرخین نے ان سے یہ نقل کیا کہ انہوں نے اپنے بھائی زید کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا جب اُس نے مامون پر خروج کیا اور کہا: کیا تجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان نے غرور میں مبتلا کیا ہے کہ فاطمہ نے اپنی حرم گاہ کو محفوظ رکھا ہے۔ الحدیث۔ اس پر انہوں نے فرمایا: یہ میرے

139۔ القرآن، سورۃ الانعام: ۸۴۔

اور تیرے لیے خاص نہیں بلکہ جو آپ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوا ہے ان سب کے لیے ہے۔

تو یہ تواضع اور مناقب کثیرہ کے باوجود غرور نہ کرنے کے باب سے ہے جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے جنت قطعی ہے اس کے باوجود وہ خوف و مراقبہ میں مبتلا تھے، ورنہ تو ذرّیت کا لفظ عربی زبان میں ایک پیٹ کی اولاد کے لیے خاص نہیں، جیسے آیہ کریمہ "اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان" ہے، حالانکہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور داؤد و سلیمان علیہما السلام کے درمیان کئی قرون کا فاصلہ ہے، لہٰذا علی رضا اپنی فصاحت اور عربی لغت کی معرفت کے باوجود یہ خاص مراد نہیں لے سکتے، علاوہ ازیں نافرمان کی تقلید حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کی خصوصیت کو باطل کر دیتی ہے، مگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نافرمان کی تعذیب کا اختیار ہے لیکن حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے اکرام کے لیے اُسے عذاب نہیں دیتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[140]

وَ رَأَيْتنِي كَتَبَت عَلَى هَامِشِ قَوْلِهِ "اِلَّا أَن يُقَالَ مَا نَصّهُ"۔ أَقُوْلُ: وَ لَا يُجدِيْ فَاِنَّ الوُقُوعَ مَمْنُوعٌ بِاِجْمَاعِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَ أَمَّا الامْكَانُ فَثَابِتٌ عِنْدَ مَنْ يَّقُوْلُ بِهِ اِلَى خِلَافِ أَئِمَّتِنَا المَاتُرِيْدَةَ رَضِيَ الله تَعَالَى عَنْهُمْ فَاِنَّهُمْ يُحِيْلُونَهُ وَقَدْ تَكَلَّمتُ فِي مَسْئَلَةٍ عَلَى هَامِشِ فَوَاتِحِ الرَّحْمُوتِ

140۔ شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية: المقصد الثانی: الفصل الثانی: ج۳: ص۲۰۳: دار المعرفة بيروت۔

شَرْح مُسَلَّمِ الثُّبُوْتِ لِبَحْرِ العُلُوْمِ بِمَا يَكْفِي وَيَشْفِي فَإِنِّي أَجِدُنِي فِيْهَا أَرْكَنُ وَ أَمِيْلُ إِلَى قَوْلِ سَادَاتِنَا الأَشْعَرِيَّةَ رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالَى وَ رَحِمَنَا بِهِمْ جَمِيْعًا، وَاللهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ فِي كُلِّ بَابٍ.

میں نے زر قانی کے قول ''الا ان یقال'' پر حاشیہ لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے اقول (میں کہتا ہوں) ان کا یہ بیان مفید نہیں ہے عذاب کا وقوع تو باجماع اہلسنّت ممنوع ہے، باقی رہا امکان تو یہ اس قائل کے ہاں ثابت ہے جو ہمارے ائمہ ماتریدیہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے کیونکہ یہ ائمہ محال سمجھتے ہیں، میں نے اس مسئلہ پر کتاب ''مسلم الثبوت'' کی شرح ''بحر العلوم فواتح الرحموت'' پر حاشیہ میں کافی اور شافی بحث کی ہے میں نے وہاں اپنے کو سادات اشعریہ رحمہم اللہ کے قول کی طرف مائل پایا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے۔

''فتاویٰ حدیثیۃ'' امام ابن حجر مکی میں ہے:

إِذَا تَقَرَّرَ ذٰلِكَ فَمَنْ عُلِمَت نِسْبَتُهُ إِلَى آلِ البَيْتِ النَّبَوِيِّ وَ السِّرِ العَلَوِيِّ لاَ يُخْرِجُهُ عَنْ ذٰلِكَ عَظِيْمُ جِنَايَتِهِ وَ لَا عَدَمُ دِيَانَتِهِ وَصِيَانَتِهِ وَمِنْ ثَمَّ قَالَ بَعْضُ المُحَقِّقِينَ: مَا مِثَالُ الشَّرِيْفِ الزَّانِي أَو الشَّارِبِ أَو السَّارِقِ مَثَلاً إِذَا أَقَمْنَا عَلَيْهِ الحَدَّ إِلَّا كَأَمِيْرٍ أَوسُلْطَانٍ تَلَطَّخَت رِجْلَاهُ بِقِذْرٍ فَغَسَّلَهُ عَنْهُمَا بَعْضُ خِدَمِهِ وَلَقَدْ بَرَّ فِي هَذَا المِثَال وَحَقَّقَ وَ لِيَتَأَمَّل قَوْلَ النَّاسِ فِي أَمْثَالِهِمْ: الوَلَدُ العَاقُ لاَ يُحْرِمُ المِيْرَاث، نَعَمْ الكُفْرَ إِن فَرَضَ وُقُوْعُهُ لِأَحَدٍ مِنْ أَهْلِ البَيْتِ وَالعِيَاذُ بِاللهِ تَعَالَى هُوَ الَّذِى يَقْطَعُ النِّسْبَةَ بَيْنَ مَنْ وَقَعَ مِنْهُ وَ بَيْنَ شَرْفِهِ صَلَّى الله

تَعَالَی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. اِنَّمَا قُلْتُ: اِن فَرَضَ لِأَنَّنِي أَكَادُ أَن أَجْزَمَ اِنَّ حَقِيْقَةَ الْكُفْرِ لاَ تَقَعُ مِمَّنْ عَلِمَ اتِّصَالَ نَسَبُهُ الصَّحِيْحُ بِتِلْكَ الْبِضْعَةُ الْكَرِيْمَةُ حَاشَا هُمُ اللهُ مِنْ ذٰلِكَ وَ قَدْ أَحَالَ بَعْضُهُمْ وُقُوْعُ نَحْوَ الزِّنَا وَ اللوَاطِ مِمَّنْ عُلِمَ شَرْفُهُ فَمَا ظَنُّكَ بِالْكُفْرِ؟

تو جب یہ ثابت ہوا تو جس کی نسبت اہل بیت نبی اور علوی حضرات کی طرف معلوم ہے تو اس کی بڑی جنایت اور عدم دیانت وصیانت اس کو اس نسبت سے خارج نہ کرے گی، اس بات کی بناء پر بعض محققین نے فرمایا: زانی یا شرابی یا چور سیّد پر حد قائم کرنے کی مثال صرف یہی ہے جیسے امیر یا سلطان کا کوئی خادم اس کے پاؤں پر لگی نجاست کو صاف کرے۔ اس مثال کو غور سے سمجھا جائے اور لوگوں کی اس بات پر بھی غور کیا جائے کہ نافرمان اولاد وراثت سے محروم نہیں ہوتی، ہاں اگر ان حضرات سے کفر کا وقوع فرض کیا جائے، والعیاذ باللہ تو اس سے وہ نسبت منقطع ہو جائے گی، میں نے صرف فرض کرنے کی بات اس لئے کی ہے کیونکہ مجھے جزم کی حد تک یقین ہے کہ جو صحیح النسب سیّد ہو اس سے حقیقی کفر کا وقوع نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ ان کو اس سے بلند رکھے، بعض نے ان سے زنا اور لواطت جیسے افعال کو بھی محال کہا ہے بشرط یہ کہ ان کی نسبی شرافت یقینی ہو تو پھر کفر کے متعلق تیرا کیا خیال ہے؟[141]

141۔ الفتاوی الحدیثیة، لابن حجر المکی: طلب ما الحکمة فی خصوص أولاد فاطمة بالمشرف: ص ۱۲۲: المطبعة الجمالیة، مصر. مأخوذ من الفتاوی الرضویة، لامام أحمد رضا الحنفی: ج ۱۵: ص ۷۳۵۔۷۳۲: رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

نیشاپور میں آمد اور ائمہ حدیث کی بے تابیاں

منبع ولایت، سیّد الاولیاء، امام الائمہ سیّدنا علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ کا نیشاپور میں نزول اجلال فرمانا اور وہاں کے بے قرار دلوں کو تسکین دینا بھی ایک محبت بھری داستان ہے جسے اہل بیت سے والہانہ وعاشقانہ عقیدت رکھنے والے علمائے امت نے بہت خوبصورت انداز میں جامہ تحریر پہنایا ہے۔ ہم نے ما قبل بھی اس پر قدرے تفصیلی کلام کیا تھا لیکن یہاں چند مزید امور پر سیر حاصل گفتگو پیش کر رہے ہیں۔

اوّلا تو یہ جاننا ضروری ہے کہ امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کبھی نیشاپور تشریف بھی لائے یا نہیں ؟ اور لائے تو اس کا مقصد کیا تھا ؟..... ان سوالات کا جواب ہمیں ایک ہی عبارت میں آسانی سے ملتا ہے جسے امام ذہبی نے امام حاکم کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:
امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

(سیّدنا امام علی بن موسیٰ) الرضا رحمۃ اللہ علیہ سن ۲۰۰ھ نیشاپور میں تشریف لائے، مامون نے رجاء بن ابی ضحاک کو اِن پاس بھیجا تھا تا کہ وہ انہیں مدینہ سے بصرہ لائیں، پھر وہاں سے اہواز اور پھر فارس اور وہاں سے بست کے راستے سے

"نیشاپور" لے آئیں۔ نیز یہ بھی تاکید کی تھی کہ دورانِ سفر پہاڑی راستوں سے گریز کریں، پھر (نیشاپور میں قیام کے بعد) میرے پاس "مرو" لے آئیں۔[142]

مذکورہ بالا عبارت میں ہمیں واضح پتہ چلتا ہے کہ امام علی الرضا رضی اللہ عنہ صرف ایک ہی بار شہر نیشاپور تشریف لائے اور اس آمد ونزولِ اجلال کا مقصد دراصل وہ سفر تھا جو آپ نے شہر نبوی سے مامون الرشید کی طلبی پر فرمایا تھا، اس کے لیے آپ نے بہت سے شہروں کو اپنے قدوم برکت لزوم سے سرفراز فرمایا اور جو لوگ کسی سبب سے شاید آپ کی جانب اِستفادے کی غرض سے سفر نہیں کر پارہے تھے انہیں بنفس نفیس زیارت وشرف تلمذ سے بہرہ یاب کیا۔

اَوراقِ تاریخ میں شاید کسی جگہ امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی دیگر شہروں میں قیام ومجالس علم کی بھی کچھ نہ کچھ تفصیلات محفوظ ہوں گی لیکن ہمارے مطالعے میں جس قدر کتب آئیں ہیں ان میں سے کسی میں بھی اِس بارے میں کچھ علم نہیں، ہم نے کم وپیش ۲۰۰ سے زائد کتب کو اس بارے میں کھنگالا ہے لیکن مواد کی قلت کا ہر جگہ سامنا رہا۔ البتہ میرا گمان غالب ہے کہ شاید سیّد المحدثین امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی "تاریخ نیشاپور" میں اس پر کچھ نہ کچھ مواد ضرور ہوگا لیکن اس کتاب کے غیر مطبوعہ اور تقریباً ناپید ہونے کی وجہ سے اِستفادہ ممکن نہیں ہوسکا مگر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ کرام نے اس کی معرفت

142۔ سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدین محمد الذہبی: ج ۹: ص ۳۹۰: مؤسسة الرسالة بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔

بہت سا مواد اپنی کتب میں نقل فرمایا ہے جس سے اس کتاب کا تذکرہ وحوالہ زندہ وباقی ہے۔

آمدم بر سرے مطلب، کہ امام علی الرضا رضی اللہ عنہ جب صعوبت سفر برداشت کرتے ہوئے شہر نبوی سے مامون الرشید کی جانب ''مرو'' جانے کے لیے پابہ رکاب ہوئے تو راستے میں دشمنوں کی مخالفت اور تکالیف سے حفاظت کے لیے سفری حکمت عملی کے پیش نظر اس طویل سفر کا انتخاب کیا گیا جس میں متفرق شہروں سے گزرتے ہوئے شہر نیشاپور میں سن ۲۰۰ھ کو شرف نزول بخشا۔

آپ کے قریب آتے ہی آمد کی خبر پورے شہر بلکہ اطراف واکناف میں پھیل گئی اور چشم زدن میں اہل بیت کے اس چمکتے چراغ کا دیدار کرنے کے لیے بہ روایت امام ابن حجر بیس ہزار کا جم غفیر جمع ہوگیا۔ اُن میں کیسے کیسے نامور علمائے اسلام تھے اس کی ایک جھلک تو ہم ما قبل اوراق میں لکھے چکے ہیں، بس آسانی سے یہ سمجھ لیں کہ امیر المؤمنین فی الحدیث سیّدنا امام محمد بن اسلم طوسی رحمۃ اللہ علیہ جن کی نظیر پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے وہ بھی امام موصوف کے ہمراہ تھے یہ وہی امام جلیل ہیں جن کی علمی ثقاہت تو اپنی جگہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

میں نے ان جیسا عابد وزاہد اور سنت رسول کا پابند کبھی زندگی میں نہیں دیکھا۔

ایسے ایسے علم وعرفان اور زہد وتقویٰ کے پیکر آج اپنی عبادات اور مجالس علم کو چھوڑ کر فرزند بتول، ابن رسول، سیّدنا امام علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ

کی زیارت سے بہرہ یاب ہونے کے لیے ادب و احترام سے حاضر ہیں ....
کیونکہ....

نمازِیں قضاء ہوں پھر اَدا ہوں
نگاہوں کی قضائیں آخر کب اَدا ہوں؟

یعنی اگر بالفرض کسی سبب سے نماز قضا ہو گئی تو اسے دوبارہ ادا کیا جاسکتا ہے لیکن اگر ایسے محبوب حقیقی کا دیدار قضاء ہو گیا تو پھر اَدا کیسے ہو گا؟۔

آل فاطمہ کے اس مہکتے پھول کی خوشبو نے شہر نیشاپور میں گویا سماں باندھ دیا تھا کہ اتنی بڑی تعداد تو کبھی کسی بادشاہ کے لیے بھی اس شہر میں جمع نہ ہوئی ہو گی جتنی بڑی تعداد صرف آپ کی بے تابانہ دِید کے لیے اکٹھی ہو چکی تھی اور بھلا کیوں نہ ہوتی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے روحانیت کی بادشاہت جو عطا کر رکھی تھی۔

اس منظر کشی کا جو لطف امام عشق و محبت سیّدنا احمد رضا خان محدث حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مختصر سے کلام میں امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کے حوالے سے پیش کیا ہے اِس سے یوں لگتا ہے کہ گویا وہ منظر آپ حضرات کو بھی خواب میں دکھایا گیا ہو گا۔ لہٰذا ہم انہیں کے حوالے سے اصل عبارت زیب قرطاس کر رہے ہیں۔

امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان محدث حنفی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۴۰ھ اپنے مشہورِ زمانہ فتاویٰ میں لکھتے ہیں: امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ''صواعق محرقہ'' میں نقل فرماتے ہیں:

جب امام علی رضا رضی اللہ عنہ نیشاپور میں تشریف لائے، چہرۂ مبارک کے سامنے ایک پردہ تھا، حافظانِ حدیث، امام ابوزرعہ رازی و امام محمد بن اسلم طوسی اوراِن کے ساتھ بیشمار طالبانِ علم وحدیث حاضر خدمت انور ہوئے اور گڑگڑا کر عرض کیا:

اپنا جمالِ مبارک ہمیں دکھایئے اور اپنے آبائے کرام سے ایک حدیث ہمارے سامنے روایت فرمایئے۔

امام نے سواری روکی اور غلاموں کو حکم فرمایا: پردہ ہٹالیں۔

خلق خدا کی آنکھیں جمال مبارک کے دیدار سے ٹھنڈی ہوئیں، دو گیسو شانہ مبارک پر لٹک رہے تھے۔ پردہ ہٹتے ہی خلق خدا کی وہ حالت ہوئی..... کہ کوئی چلّاتا ہے..... کوئی روتا ہے..... کوئی خاک پر لوٹتا ہے..... کوئی سواری مقدس کا سُم چومتا ہے..... اتنے میں علماء نے آواز دی: خاموش، سب لوگ خاموش ہورہے۔

دونوں امام مذکور (امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن اسلم طوسی رحمۃ اللہ علیہ) نے حضور سے کوئی حدیث روایت کرنے کو عرض کی، حضور نے فرمایا:

حَدَّثَنِی أَبِیْ مُوْسَی الْکَاظِمِ عَنْ أَبِیْہِ جَعْفَرِ الصَّادِقِ عَنْ أَبِیْہِ مُحَمَّدِ الْبَاقِرِ عَنْ أَبِیْہِ زَیْنِ الْعَابِدِیْنَ عَنْ أَبِیْہِ الْحُسَیْنِ عَنْ أَبِیْہِ عَلِیِّ ابْنِ أَبِی طَالِبٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ، قَالَ: حَدَّثَنِی حَبِیْبِی وَ قُرَّۃُ عَیْنِی رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: حَدَّثَنِی جِبْرِیْلُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَبَّ الْعِزَّۃِ یَقُوْلُ: ”لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ حِصْنِی فَمَنْ قَالَ دَخَلَ حِصْنِی أَمِنَ مِنْ عَذَابِی“.

یعنی امام علی رضا، امام موسیٰ کاظم وہ امام جعفر صادق، وہ امام محمد باقر، وہ امام زین العابدین، وہ امام حسین، وہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے روایت فرماتے ہیں:

کہ میرے پیارے میری آنکھوں کی ٹھنڈک، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مجھ سے حدیث بیان فرمائی: کہ اُن سے جبریل نے عرض کی: کہ میں نے اللہ عزوجل کو فرماتے سنا:

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میرا قلعہ ہے، تو جس نے اِسے کہا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوا، میرے عذاب سے اَمان میں رہا۔

یہ حدیث روایت فرما کر حضور رواں ہوئے اور پردہ چھوڑ دیا گیا، دواتوں والے جو ارشاد مبارک لکھ رہے تھے شمار کیے گئے، (۲۰،۰۰۰) بیس ہزار سے زائد تھے۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَوْ قَرَأْتَ هٰذَا الاسْنَادِ عَلٰى مَجْنُوْنٍ لَبَرَءَ مِنْ جُنُنِهٖ.

یہ مبارک سند اگر مجنون پر پڑھو تو ضرور اُسے جنون سے شفا ہو۔[143]

کلام بالا سے دو باتیں مزید مترشح ہوتی ہیں:

ایک تو یہ کہ صرف اسی ایک مجلس میں بقول امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بیس ہزار سے زائد لوگوں نے آپ سے حدیث لکھی۔ یہ تو لکھنے والوں کی تعداد کا بیان

143۔الفتاوی الرضویۃ: لامام احمد رضا الحنفی: ج۹: ۱۳۴/ ۱۳۳: رضا فاؤنڈیشن لاہور۔ والصواعق المحرقۃ، لابن حجر المکی: ص ۲۸۶: الفصل الثالث فی الاحادیث الواردۃ فی بعض أہل البیت: مکتبۃ الحقیقۃ استانبول، ترکی۔

ہے، خدا جانے اور کتنی مخلوق ہو گی جنہوں نے صرف زیارت کرتے ہوئے حدیث کا سماع ہی کیا ہو گا۔ اس سے امام موصوف کی اتنی بڑے تعداد میں شاگردوں کا علم بھی بخوبی ہوتا ہے۔

اور دوسری بات یہ کہ اللہ تعالی کے برگزیدہ بندوں کے اسمائے گرامی اتنے فیض رساں ہوتے ہیں کہ باذن اللہ وہی شفایابی کے لیے اکسیر اعظم کا درجہ رکھتے ہیں تو خود اُن حضرات کے مقام فیض و کرم کا عالم کیا ہو گا۔ نیز اس بات کو اپنے وقت محدث جلیل، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد، سیّدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بیان فرمارہے ہیں جس سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اولادِ رسول کا ادب و احترام کس قدر اہم و اعلیٰ سمجھا جاتا تھا کہ صرف ان کے نام سے بھی توسل کرنا محدثین کرام میں عام رائج تھا۔

بعض مخالفین نے اس مقام پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے اسے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول نہ ہونا، ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے لیکن ان کی یہ کارستانی کسی کام کی نہیں کیونکہ اس قول کو ایک نہیں بلکہ بہت سے علمائے اسلام نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہی کے حوالے سے تحریر کیا ہے۔ لہٰذا ایسی مغالطہ آفرینی کا اہل علم پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔

بادشاہ کی بیٹی سے عقد اور خطبہ نکاح

امام اہل بیت سیّدنا علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ سن ۲۰۰ھ میں سفر کر کے جب ''مرو'' پہنچے تو حاکم وقت مامون الرشید نے آپ کا بڑا احترام کیا اور کسی بھی پہلو سے آپ کی تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیا۔ رمضان المبارک سن ۲۰۱ھ کو دربارِ شاہی میں رسم جانشینی کی محفل منعقد ہوئی اور اسی محفل کے کچھ عرصے بعد سن ۲۰۲ھ کو بادشاہ نے اپنی دختر نیک اختر اُم حبیب یا اُم حبیبہ کا نکاح اپنے ولی عہد اور جانشین سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

امام ابوالفرج عبد الرحمن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۹۷ھ ''**اَلْمُنْتَظَم فِیْ تَارِیْخِ الْمُلُوْکِ وَالْأُمَمْ**'' میں لکھتے ہیں:

جب مامون الرشید نے اپنی بیٹی کے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے استاد یحییٰ بن اکثم سے کہا: آپ سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں عرض کریں تو قاضی یحییٰ بن اکثم نے فرمایا: مجھے مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ امام موصوف سے اس بارے میں لب کشائی کرتے ہوئے عرض کروں کہ آپ نکاح کریں گے؟

اے امیر المومنین! آپ حاکم ہے اور یہ بات آپ کو ہی شایاں ہے کہ ان سے عرض کریں۔ پھر مامون الرشید نے (حاکم اور ولایت عمومی کے حامل ہونے کی حیثیت سے بنفس نفیس خطبہ نکاح پڑھتے ہوئے) کہا:

الحمد للّٰہ الذی تصاغرت الأمور بمشیئته، ولا اله الا اللّٰه اقرارًا بربوبیته وصلی اللّٰه علیٰ سیّدنا محمّد عند ذکره،

أما بعد:

فَاِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ النِّكَاحَ الَّذِی رَضِیهُ سَبَباً لِلمُنَاسِبَةِ، اَلَا وَاِنِّی قَدْ زَوَّجْتُ اِبْنَتِی مِنْ عَلِیِّ بْنِ مُوْسَی الرِّضَی، وَأَمْهَرْتُهَا عَنْهُ أَرْبَعَمِائَةَ دِرْهَمٍ.

بعد حمد وصلوٰۃ! بیشک اللہ تعالی نے نکاح کو اپنی رضا کو ذریعہ قرار دیا ہے، تو آگاہ ہو جاؤ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ سے کر دیا ہے اور ان کی (امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی) طرف سے اپنی بیٹی کا حق مہر چار سو درہم مقرر کیا ہے۔[144]

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ مامون الرشید نے از خود اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ اپنی بیٹی کو حرم اہل بیت سے منسوب کر کے سعادت مندوں میں شمار ہو جائے، اِسی لیے خطبہ نکاح اور مجلس اِیجاب بھی خود ہی منعقد کی۔

لیکن امام موصوف کا مجلس میں موجود ہونا معلوم نہیں ہو سکا اس کی وجہ تاریخی روایات کی عدم دستیابی ہے، مگر مذکورہ صورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایجاب کے بعد جب سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ کو اس کا علم

144۔ المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، لامام ابی الفرج الجوزی: جلد ۱۰: ص ۱۰۹: دار الکتب العلمیة بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔

ہوا تو آپ نے قبول فرمالیا ہوگا یا پھر آپ بوقت مجلس موجود ہی تھے لیکن چونکہ مامون الرشید نے بادشاہ کی حیثیت سے ولایت عمومی کے تحت آپ کا نکاح کر دیا تو آپ نے اس مجلس میں خاموشی اختیار فرمالی جس سے اہل مجلس پر آپ کا راضی بر نکاح ہونا آشکار ہوگیا، اسی لیے کسی بھی فرد نے شاید اس خاموشی کو آگے روایات کرنا زیادہ اہم اور قابل ذکر نہ جانتے ہوئے بیان بھی نہیں کیا۔

بہر حال امام موصوف کے حبالہ عقد اور حرم اہل بیت میں ام حبیب کا نام نامی تمامی ہی مؤرخین نے بالاتفاق ذکر کیا ہے۔ لیکن ہمیں یہاں ایک اور بات بھی قارئین پر واضح کرنی ہے کہ جس مجلس میں سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کا نکاح مامون الرشید کی بیٹی اُم حبیب سے ہوا اسی مجلس میں مامون نے بغیر ملاقات کیے ہی اپنی دوسری بیٹی کا نکاح سیّدنا محمد الجواد بن امام علی الرضا بن سیّدنا موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہم سے کر دیا تھا جو کہ ابھی بمشکل سات یا آٹھ برس کے تھے۔

کیونکہ امام محمد الجواد رضی اللہ عنہ تو مؤرخین کے بیانات کے مطابق ۲۰۳ھ / ۲۰۴ھ اور بعض کے نزدیک تو اس کے بھی بہت بعد مدینہ منورہ سے مامون کے پاس تشریف لائے تھے۔ اس لیے ممکن ہے کہ اُس وقت صرف نکاح ہوا تھا اور رخصتی بعد ازاں عمل میں لائی گئی جبکہ مامون نے ایک ہی مجلس میں دونوں امامانِ کریمان کا نکاح پڑھا دیا تھا۔

امام ابو الفرج عبد الرحمٰن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۹۷ھ "اَلْمُنْتَظَم فِیْ تَارِیْخِ الْمُلُوْكِ وَالْأُمَمْ" میں لکھتے ہیں:

فِي هَذِهِ السَّنَةِ [۲۰۲ھ] زَوَّجَ المَأمُوْنُ عَلِيَّ بْنَ مُوْسَى الرِّضَى اِبْنَتَهُ أُمَّ حَبِيْبٍ، وَزَوَّجَ مُحَمَّدًا ابْنَ عَلِيِّ بْنِ مُوْسَى اِبْنَتَهُ أُمَّ الفَضْلِ.

ترجمہ: سن ۲۰۲ھ میں مامون نے اپنی بیٹی ام حبیب کا نکاح علی بن موسی الرضا سے اور دوسری بیٹی ام فضل کا نکاح محمد بن علی بن موسی سے کیا۔[145]

یہی بات تاریخ طبری میں بھی مذکور ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۱۰ھ اپنی معروف کتاب "تَارِيخُ الرُّسُل والمُلُوكَ" میں رقم طراز ہیں:

زَوَّجَ المَأمُوْنُ عَلِيَّ بْنَ مُوْسَى الرِّضَى اِبْنَتَهُ أُمَّ حَبِيْبٍ، وَزَوَّجَ مُحَمَّدًا ابْنَ عَلِيِّ بْنِ مُوْسَى اِبْنَتَهُ أُمَّ الفَضْل.[146]

جبکہ دلچسپی کی بات یہ ہے کہ غالباً اسی ایک مجلس میں تین نکاح ہوئے تھے، دو کا ذکر تو سابقہ عبارات میں موجود ہے اور تیسرا نکاح خود مامون الرشید کا اپنا تھا اور وہ نکاح اس نے اپنے دست راز حسن بن سہل کی بیٹی بوران سے کیا تھا۔

امام شہاب الدین عبدالحی المعروف "ابن العماد" حنبلی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۳۲ھ اپنی شہرہ آفاق کتاب "شَذَرَاتُ الذَّهَبِ فِي أَخْبَارِ مَنْ ذَهَبَ" میں لکھتے ہیں:

145۔ المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، لامام ابی الفرج الجوزی : جلد ۱۰: ص ۱۰۹: دار الکتب العلمیة بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔

146۔ تاریخ الرسل و الملوک، لامام ابی جعفر محمد بن جریر الطبری: جلد ۸: ص ۵۵۶: دار المعارف مصر۔

[فِي سَنَةِ اثْنَتَيْنِ وَمِائَتَيْن] تَزَوَّجَ المَأمُونُ بُورَانَ بِنْتِ الحَسَنِ بْنِ سَهْلٍ، وَزَوَّجَ اِبْنَتَهُ أُمّ حَبِيْبٍ عَلِيَّ بْنَ مُوْسَى الرِّضَا، وَزَوَّجَ اِبْنَتَهُ أُمّ الفَضْلِ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيِّ بْنِ مُوْسَى، قاله ابن الجوزی فی الشذور[147]۔

ترجمہ: سن ۲۰۲ھ میں مامون نے حسن بن سہل کی بیٹی بوران سے نکاح کیا اور اپنی بیٹی ام حبیب کا نکاح علی بن موسی الرضا اور دوسری بیٹی ام الفضل کا نکاح محمد بن علی بن موسی سے کیا۔ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الشذور" میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔[148]

اہل سیر و تاریخ نے جو اقوال کثرت سے لکھے تھے ہم نے انہیں کی روشنی میں تحریر مرتب کی ہے اگرچہ ان پر مؤرخین متفق ہیں لیکن کوئی مضبوط و مفصل قرائن بہر حال میسر نہ آسکے۔ واللہ اعلم بالصواب

اس شادی کے موقع پر اہل بیت کی مدح سرائی کرنے والے مامون الرشید کے خاص درباری شاعر دعبل خزاعی نے سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی تعریف اور شادی کے حوالے سے قصیدہ کہا تو اسے بہت مقبولیت و داد ملی۔ اس بارے میں ذیل کی تاریخی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

مؤرخ شہیر، علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک المعروف "الصفدی" رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۶۴ھ اپنی کتاب "الوَافِي بِالوَفيَاتِ" میں لکھتے ہیں:

147۔ یعنی شذور العقود فی تاریخ العهود۔

148۔شذرات الذهب، لابن العماد الحنبلی: جلد ۳: ص ۸: دار ابن کثیر بیروت۔

دوسری طرف مامون نے اپنی بیٹی اُم حبیب کا نکاح آپ سے کر دیا تھا جس کی تعریف میں دعبل الخزاعی نے (قصیدہ) کہا تو آپ نے اسے چھ سو دینار اور ایک اونی جبّہ دیا، باشندگانِ قم نے اس جبہ کی قیمت ایک ہزار دینار لگائی لیکن اس نے فروخت کرنے سے انکار کر دیا اور پھر وہاں سے کوچ کر گیا تو ان لوگوں نے کچھ ڈاکوؤں کو بھیجا جنھوں نے اس سے جبہ لے لیا لہٰذا یہ دوبارہ ''قم'' آیا تو ان لوگوں نے کہا: جبہ تو نہیں ملے گا البتہ یہ تمہارے ایک ہزار دینار ہیں، پھر انہوں نے جبہ میں سے ایک ٹکڑا اِسے بھی دے دیا۔[149]

اس قصیدہ کے اشعار مع تفصیلات آگے شعراء کے باب میں دعبل خزاعی کے عنوان کے تحت آ رہے ہیں اس لیے یہاں تکرار مناسب نہیں۔

اولادِ وجانشین

اللہ تعالیٰ نے سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کو شادی کی نعمت و رحمت کے ساتھ اولادِ مبارک کی سعادت سے بھی نوازا تھا اور آپ کی تمام ہی اولاد اپنے آباء و اجداد کی مکمل پیروکار اور حقیقی تصویر معلوم ہوتی تھی اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی گھرانے سے امت مسلمہ کو تا قیامت فیضاب کرنے کا اہتمام فرما رکھا تھا۔

149۔ الوافی بالوفیات، للصفدی: ج ۲۲: ص ۱۵۵: دار احیاء التراث العربی بیروت۔

علمائے سیر و تاریخ نے آپ کی اولادِ امجاد کے بارے میں زیادہ اختلاف نہیں کیا بعض علمائے کرام نے پانچ اور بعض نے چھ کی تعداد اور اسمائے گرامی تحریر کیے ہیں۔

جرح و تعدیل کے مسلمہ امام، فن رجال و سیر کے مجتہد اعظم، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

آپ (سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ) نے اپنے پیچھے اولاد میں محمد (الجواد) رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ، ابراہیم رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو باقی چھوڑا۔[150]

مذکورہ بالا عبارت سے امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی اولاد کی تعداد پانچ واضح ہوتی ہے جس میں چار بیٹے اور ایک بیٹی کا تذکرہ ہے۔

جبکہ مؤرخ شہیر، علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک المعروف "الصفدی" رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۶۴ھ اپنی کتاب "الوَافِي بِالوَفيَاتِ" میں لکھتے ہیں:

آپ (سیّدنا امام علی الرضا) نے اپنے بعد اولاد میں محمد (الجواد) رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ، ابراہیم رضی اللہ عنہ، حسن رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو یادگار چھوڑا۔[151]

امام صفدی کی اس عبارت میں ایک اضافی نام "حسن" شامل ہے تو اس طرح تعداد پانچ بیٹے اور ایک بیٹی بنتی ہے۔ بہر حال اتنی تعداد تو ہر ایک مؤرخ کے یہاں تقریباً مسلمہ ہے۔

150۔سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدین محمد الذہبی: ج ۹: ص ۳۹۳۔ ۳۸۷: موسسة الرسالة بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

151۔الوافی بالوفیات، للصفدی: ج ۲۲: ص ۱۵۴: دار احیاء التراث العربی بیروت۔

شیعہ حضرات کا البتہ قدرے اختلاف موجود ہے ہم یہاں صرف معلومات کی غرض سے اجمالی خلاصہ پیش کررہے ہے۔

ان کی مستند ترین کتاب بحارالانوار کی بارہویں جلد میں علامہ مجلسی نے صرف دو بیٹوں محمد تقی بن علی اور موسیٰ بن علی کا ذکر کیا ہے، جبکہ ''انوار حسینیہ'' اور ''انواز نعمانیہ'' کے مصنفین نے تین کا ذکر کیا ہے۔

''کنزالانساب'' میں آٹھ بیٹوں کا ذکر ہے جن کے اسماء یہ ہیں: محمد تقی، ہادی، علی نقی، حسین، یعقوب، ابراہیم، فضل، جعفر۔ لیکن شیعوں کے محدث شہیر محمد بن نعمان بغدادی المعروف شیخ مفید نے ''کتاب الارشاد'' میں اور مفسر ابن فضل طبرسی صاحب تفسیر مجمع البیان نے ''اعلام الوری'' میں شیعوں کا اس بات پر اتفاق لکھا ہے کہ امام علی الرضا کا صرف ایک ہی بیٹا تھا جس کا نام محمد تقی تھا اور انہی سے آگے خلافت کا سلسلہ جاری ہوا۔

اہل سنت کے یہاں امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی اولاد کی تعداد پانچ کے قریب ہے جن کا ذکر ما قبل کر دیا گیا ہے اور ان میں ایک بیٹی ''عائشہ'' نامی بھی شامل ہے، اس نام کے رکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ تمام ہی ائمہ اہل بیت سیّدنا ابو بکر و عمر و عثمان اور سیّدہ عائشہ کا بے حد ادب واحترام کرتے تھے، اِسی لیے تو اپنی اولادوں کے نام ان شخصیات کے ناموں پر رکھا کرتے تھے۔

یہاں موجودہ دور کے ایک شیعی مؤرخ نے امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی اولاد میں بڑی چالاکی سے بیٹی کے نام میں عائشہ کی جگہ فاطمہ کا نام جڑ دیا تاکہ لوگوں کا

ذہن کبھی بھی اس جانب نہ جانے پائے کہ اہل بیت ایسے نام رکھا کرتے تھے۔ اس عیّار کی یہ چالاکی اہل علم حضرات کے سامنے کوئی معنی نہیں رکھتی کیونکہ صرف امام علی الرضا ہی کی اولاد کا کیا کہنا بلکہ اہل بیت کے یہاں تو خلفائے ثلاثہ اور ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ناموں پر نام رکھنے کا سلسلہ تو شروع ہی سے جاری ہے۔ خود جناب امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی ایک بہن کا نام "عائشہ" ہے جسے امام مزی نے تہذیب الکمال میں ذکر کیا ہے۔ لہٰذا ایسی بے سروپا اور غیر علمی حرکات سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

ہمیں یہاں اپنے مضمون میں طوالت کا خوف پیش نظر ہے ورنہ ہم ذکر کرتے کہ صرف اہل بیت اور خاص ائمہ اثنا عشریہ کے گھرانوں میں کتنے افراد ایسے ہو گزرے ہیں جن کے اسمائے گرامی ابو بکر، عمر، عثمان اور عائشہ تھے۔

امام الاولیاء سیّدنا محمد الجواد بن علی الرضا رضی اللہ عنہ

أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ الرِّضَا بْنِ مُوْسَى الْكَاظِمِ الْهَاشِمِيُّ الْحُسَيْنِيُّ

امام محمد الجواد رضی اللہ عنہ کی پیدائش ۱۹۵ھ میں جبکہ وفات نوجوانی کے عالم میں صرف ۲۵ سال کی عمر میں ہوئی۔

آپ کے القابات میں مشہور "اَلْجَوَّادُ، اَلْقَانِعُ، اَلْمُرْتَضٰی" ہیں۔ مامون الرشید نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کیا، بعد ازاں آپ اپنی زوجہ کے ساتھ بادشاہ معتصم کے پاس آئے تو اُس نے بھی آپ کی بہت تعظیم کی۔

آپ سخاوت میں بہت زیادہ معروف تھے اسی لیے آپ کو "جواد" یعنی سخی کہا جاتا ہے۔ آپ کی وفات سن ۲۲۰ھ کے اواخر میں ہوئی اور انہیں سیّدنا موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے مقبرے میں دفن کیا گیا۔[152]

امام حافظ ابو بکر احمد بن علی المعروف "خطیب بغدادی" رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۶۳ھ نے فرمایا:

آپ کی عمر مبارک ۲۵ سال تھی، ۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۹ ذی الحجہ منگل کے دن ۲۲۰ھ کو وصال فرمایا۔

نیز ہارون بن ابو اسحاق نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور مقابر قریش (یعنی مشہد کاظمیہ) میں لے جا کر تدفین کی۔[153]

شہزادۂ علی الرضا رضی اللہ عنہ کی ایک معروف کرامت

امام سیّد یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۵۰ھ آپ کی ایک کرامت نقل فرماتے ہے:

امام محمد الجواد جب بغداد سے مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہوئے تو لاتعداد لوگ آپ کو الوادع کہنے کے لیے ساتھ چل پڑے، آپ کوفہ کے دارالخلافہ کے

152۔ تاریخ الاسلام، للذهبي: ج ۱۵: ص۳۸۵: دار الكتاب العربي بيروت: الطبعة الثانية، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

153۔ تاریخ بغداد: للخطيب : ج ۴: ۹۰: دار الغرب الاسلامی بيروت: الطبعة الاولی، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء۔

دروازے پر تشریف لائے تو سورج غروب ہو گیا، آپ نے وہیں نزولِ اجلال فرمایا اور نماز مغرب کی ادائیگی کے لیے وہاں ایک پرانی مسجد میں قدم رنجہ فرمایا۔

مسجد کے صحن میں ایک بیری کا درخت تھا جس پر کبھی پھل نہیں لگا تھا، آپ نے پانی سے بھرا ایک کوزہ طلب فرمایا اور اس درخت کی جڑوں میں وضو فرمایا اور پھر نماز مغرب ادا فرمائی۔

پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ النصر کی تلاوت فرمائی اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص کی تلاوت فرمائی۔ بعد ازاں ذکر الٰہی میں مشغول ہوئے اور پھر چار رکعت نماز پڑھی اور اس کے بعد شکرانے کے دو نفل ادا کیے۔

اس کے بعد وہاں سے اُٹھے اور الوداع کہتے ہوئے تشریف لے گئے، جب صبح ہوئی تو منظر عجیب تھا، لوگوں نے دیکھا کہ بیری کا درخت بہت اچھے پھل سے بھرا ہوا تھا لوگوں نے اس واقعے سے بہت حیران تھے، اسی اثنا میں جب اس کا پھل دیکھا گیا تو اس میں گٹھلی نام کی کوئی شی نہیں تھی۔[154]

امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی اجتہادی شان

امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے روحانیت کے ساتھ ساتھ علم ظاہری کی دولت سے بھی سرفراز فرمایا تھا یہی وجہ تھی کہ اوائل عمری سے ہی آپ نے

154۔ جامع کرامات الاولیاء، لامام السیّد النبھانی ج ۱: ص ۱۶۹۔۱۶۸: مرکز اہل السنة برکات رضا، الھند۔ الاتحاف بحب الاشراف، للشبراوی: ص ۳۵۷: دار الکتاب الاسلامی بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء۔

مسند حدیث وافتاء کو رونق بخشی اور خاص مسجد نبوی میں بیٹھ کر طالبان علم کو سیر اب کیا کرتے تھے۔اہل تاریخ وسیر کے یہاں اگرچہ اس باب میں کوئی خاطر خواہ ذخیرہ تو اوراق کی زینت نہ بن سکا لیکن ایک دو نکات جو ہمیں میسر آئے انہیں پیش خدمت کر رہے ہیں۔

فقہائے اربعہ اور دیگر اہل علم حضرات کے یہاں نماز کے دوران بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے کا مسئلہ شروع ہی سے زیر بحث رہا ہے،اس بارے میں ہر ایک فریق کے پاس احادیث وصحابہ کرام سے دلائل بھی موجود ہیں۔امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کا زمانہ دراصل فقہی بالیدگی اورارتقاء کا دور تھا،اس لیے ایسے مسائل کی بابت بہت زیادہ بحث ومباحثہ ہوتا رہتا تھا،امام موصوف چونکہ بذات خود اہل بیت کے جانشین اور اپنے آبائے کرام کے علمی وارث تھے لہٰذا آپ نے بھی اس مسئلے کے بارے میں دلیل کی بنیاد پر ایک مؤقف اپنا رکھا تھا جس کے بارے میں یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

احمد بن خالد الذہلی الامیر نے کہا:

میں نے (سیّدنا امام) علی الرضا کے پیچھے نیشاپور میں نماز پڑھی تو آپ نے ہر سورت کی ابتداء میں بلند آواز سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی۔[155]

155۔ سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدین محمد الذہبي: ج ۹: ص ۳۸۹: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت: الطبعۃ الاولی ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔

جبکہ مؤرخ شہیر، علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک المعروف "الصفدی" رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۶۴ھ اپنی کتاب "الوَافِي بِالوَفيَاتِ" میں بہ سند لکھتے ہیں:

قَالَ مُحِبُّ الدِّيْنَ بْنُ النَّجَّار: أَنْبَأَنَا عَبْدُ الوَهَّابِ بْنُ عَلِيٍّ الأَمِيْنِ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ أَبو الغَنَائِمِ هِبَةُ اللهِ بْنُ حَمْزَةَ العَلَوِيُّ، قَالَ: أَنَا أَبو عَبْدُ الرَّحْمن الشَّاذِيَاخِيُّ قِرَأَةً عَلَيْهِ: أَنَا أَبو عَبْدُ اللهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الحَاكِمِ النَّيْسَابُوْرِيُّ، قَالَ: أَنَا أَبو عَلِيٍّ الحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَوْرَةَ الصَّغَانِيُّ بِمَرْو: حَدَّثنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو الفَقِيْهُ: ثَنَا خَالِدُ بْنُ أَحْمَدِ بْنِ خَالِدِ الذُّهلِيُّ: ثَنَا أَبِي، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ مُوْسَى الرِّضَا بِنَيْسَابُوْرِ، فَجَهَرَ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيْمِ فِي كُلِّ سُوْرَةٍ. وَيُذْكَرُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ: كَانَ يَجْهَرُ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيْمِ.

یعنی احمد بن خالد الذہلی الامیر نے کہا:

میں نے (سیّدنا امام) علی الرضا کے پیچھے نیشاپور میں نماز پڑھی تو آپ نے ہر سورت کی ابتداء میں بلند آواز سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی نیز آپ نے (اپنے مؤقف پر دلیل دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی طرح بسم اللہ الرحمن الرحیم کو جہر سے پڑھا کرتے تھے۔[156]

ہارون الرشید کے زمانے میں جب یونانی فلسفہ عربی میں منتقل ہونا شروع ہوا تو اس کے اثرات کی بدولت اسلامی عقائد کے بارے میں زبانِ طعن و تشکیک

156۔الوافی بالوفیات، للصفدی: ج ۲۲: ص ۱۵۶: دار احیاء التراث العربی بیروت۔

کھولی جانے لگی اور نت نئے فتنوں کا آغاز ہوا انہی میں سے ایک قرآن کو مخلوق ماننے کا مسئلہ بلکہ فتنہ بھی تھا جو کہ رفتہ رفتہ عروج پکڑ گیا، حالانکہ اس سے پہلے سارے عالم اسلام کے مسلمہ عقائد میں سے یہ بھی تھا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی صفت ہے، یہ مخلوق نہیں ہے۔

لیکن ہارونی دور اور پھر بالخصوص مامونی دور کا وہ زمانہ جو سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ کے بعد کا ہے اس میں علمائے اسلام کو اس مسئلے کے نہ ماننے پر کیسی کیسی سزائیں دیں گئی اس کے بیان سے بھی کلیجہ منہ کو آتا ہے، دنیائے اسلام پر اللہ تعالیٰ کی نشانی سیّدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو ہی دیکھ لیں کہ انہیں حکمرانوں کی طرف سے اس مسئلے کو نہ ماننے کی سزا میں صبح وشام کوڑوں کا ناشتہ و کھانا دیا جاتا تھا۔ معاذ اللہ

ایسے نازک دور میں کسی شخصیت کا اس مسئلے کے بارے میں کلام کرنا اور وہ بھی حکومت کی مخالفت میں، موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا لیکن اہل حق کبھی کسی کی پروا نہیں کرتے، ہمیشہ حق کا ساتھ دیتے اور حق ہی پر زندگی اور موت کو قبول کرنے والوں میں سے ہوتے ہیں، اسی تناظر میں سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ نے اپنے مؤقف کا برملا اظہار کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیا جسے ہم امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کر رہے ہیں۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدِ الهَاشِمِيِّ بِالْكُوفَةِ، حَدَّثَنَا القَاسِمُ بْنُ أَحْمَدَ العَلَوِيِّ، حَدَّثَنَا أَبو الصَلْت الهَرَوِيِّ، حَدَّثِنِي عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَى قَالَ: مَنْ قَالَ "اَلقُرْآنُ مَخْلُوقٌ فَهُوَ كَافِرٌ".

ترجمہ: انہیں اسحاق بن محمد ہاشمی نے کوفہ میں بیان کیا کہ ان سے قاسم بن احمد علوی نے اور ان سے ابو الصلت ہروی نے بیان کیا کہ مجھ سے علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"جس نے کہا: قرآن مخلوق ہے تو وہ کافر ہے"۔[157]

یونانی فلسفہ کی آمیزش سے جس طرح مسئلہ خلق قرآن اہل علم کے لیے باعث ابتلاء وآزمائش بنا، اُسی طرح مسئلہ قضاء قدر بھی موضوع سخن رہا۔ امام علی الرضا رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں بھی اپنے مؤقف کو واضح کرنے کے لیے اپنے آبائے کرام سے روایت بیان کی جسے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

(سیّدنا امام) علی الرضا رضی اللہ عنہ اپنے آبائے کرام سے روایت کرتے ہیں:

"ہر شئ تقدیر سے ہوتی ہے حتی کہ تنگدستی اور دانائی بھی"۔[158]

157۔سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدین محمد الذہبی: ج ۹: ص ۳۸۹: موسسۃ الرسالۃ بیروت: الطبعۃ الاولی ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

158۔سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدین محمد الذہبی: ج ۹: ص ۳۸۹: موسسۃ الرسالۃ بیروت: الطبعۃ الاولی ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

اسی طرح مسئلہ جبر و اختیار کے بارے میں علمائے فلاسفہ کے اثرات نے کافی شکوک پیدا کر دیے تھے جس کے سدباب کے لیے رفتہ رفتہ علم کلام معرض وجود میں آیا اور اس کے اصول و مبادی طے ہوتے چلے گئے جس سے فلاسفہ کے اعتراضات کے جوابات کا انہی کے انداز میں ردّ لایا گیا، اسی میں سے مسئلہ ہذا بھی کافی موضوع بحث رہا اور اس کی بنا پر بعض فرقوں کا مستقل وجود بھی نظر آیا جنہیں جبریہ وقدریہ وغیرہا کے ناموں سے جانا جاتا ہے، یہ وہی زمانہ تھا جب امام موصوف بقید حیات تھے تو ایسے میں جب ایک مرتبہ آپ سے نحو و لغت کے مسلمہ امام ابو عثمان مازنی نے سوال کیا تو امام علی الرضا رضی اللہ عنہ نے نہایت جامع انداز میں یہ کلام فرمایا جسے ہم نقل کر رہے ہیں۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

حضرت ابو عثمان المازنی روایت کرتے ہیں: امام علی بن موسی الرضا سے سوال کیا گیا:

کیا اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایسی بات کا مکلف کرتا ہے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتے؟

آپ نے ارشاد فرمایا:

وہ (ربّ کریم جل جلالہ تو) اِس سے بھی زیادہ عدل فرمانے والا ہے۔

سائل نے عرض کی:

کیا لوگ اِس بات کی طاقت رکھتے ہیں کہ جو چاہیں کرلیں؟

تو آپ نے فرمایا:

لوگ اس کام سے عاجز ہیں (یعنی وہ لوگ ایسا نہیں کرسکتے)۔[159]

یہی بات امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک اور کتاب میں بھی ذکر کی ہے۔[160]

مؤرخ شہیر، صلاح الدین خلیل بن ایبک المعروف "الصفدی" رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۶۴ھ اپنی کتاب "الوَافِي بِالوَفيَاتِ" میں لکھتے ہیں:

(امام نحو ولغت ابو العباس) مبرد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: (سیّدنا امام) علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا:

کیا اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایسی بات کا مکلف کرتا ہے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتے؟

تو آپ نے ارشاد فرمایا:

وہ (ربّ کریم جل جلالہ تو) اِس سے بھی زیادہ عدل فرمانے والا ہے۔

سائل نے عرض کی:

کیا لوگ اس بات کی طاقت رکھتے ہیں کہ جو چاہیں کرلیں؟

تو آپ نے فرمایا:

لوگ اس کام سے عاجز ہیں (یعنی وہ لوگ ایسا نہیں کرسکتے)۔[161]

159۔ تہذیب تہذیب الکمال، للذہبی: ج ۷: ص ۴۵۔۴۴: رقم الترجمة ۴۸۴۳: الفاروق الحديثية للطباعة والنشر بالقاہرة: الطبعة الاولی ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء۔

160۔ سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدين محمد الذہبی: ج ۹: ص ۳۹۱: مؤسسة الرسالة بيروت: الطبعة الاولی ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔

161۔ الوافی بالوفيات، للصفدی: ج ۲۲: ص ۱۵۵: دار احياء التراث العربی بيروت۔

امام علی رِضا رضی اللہ عنہ کی مانگی ہوئی دعا نیز منسوب وظائف کا حال

امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کی ہوئی بہت سی دعائیں اور وظائف ہمیں اُردو کتابوں میں عام نظر آتے ہیں، جنہیں عوام الناس عقیدت کی بنا پر وردِ زبان رکھتی ہے لیکن ہم اس بات کو بالکل واضح کر دیں کہ ایسی کوئی دعائیں یا وظائف امام علی الرضا رضی اللہ عنہ سے منقول ہی نہیں ہیں بلکہ یہ سارے کا سارا مواد اہل تشیع حضرات کی کتب سے نقل کر کے عاملین و غیر مستند مؤرخین وغیرہ نے لیا ہے۔

اس کو یوں سمجھیں کہ امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی پر تو کوئی مواد ملتا نہیں جس میں تفصیلاً آپ کا تذکرہ ہو پھر بھلا یہ دعائیں کس محدث و مفسر نے نقل کر دیں جس کی نہ تو کوئی ضعیف سے ضعیف سند ہے اور نہ ہی کوئی ماخذ۔ لہٰذا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی طرف جھوٹ منسوب کر کے ایسی دعاؤں کو پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ اس طرح پڑھنے سے آپ بھی اُن جھوٹوں کی کذب بیانی میں شریک ہو کر گویا اُن کے برے کام کو پھیلا رہے ہیں۔

ہمارے زمانے میں عملیات کی مشہور کتاب ''شمع شبستان رضا'' میں بھی امام علی الرضا رضی اللہ عنہ سے منسوب کر کے کچھ عملیات بیان کیے گئے ہیں جنہیں اکثر حضرات پڑھتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔ ایسے افراد کی خدمت میں عرض ہے

کہ اوّلاً تو یہ کتاب کسی مستند امام یہ عالم دین کی تحریر کردہ نہیں کہ اس پر اعتماد کیا جائے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس کا مصنف ہی آج تک متنازع ہے لہٰذا ایسی کتاب سے اخذ کرکے سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی طرف جھوٹے عملیات منسوب کرنا اور پڑھنا نہایت درجے کی بے باکی اور اہل بیت کرام کی شان میں گستاخی کے مترادف ہے کہ جو بات امام علی الرضا رضی اللہ عنہ نے کہی ہی نہیں ہم اس بات کو ان کی طرف منسوب کرکے پھیلا رہے ہیں۔ معاذ اللہ

لہٰذا ہماری درخواست ہے کہ جو حضرات ایسا کر رہے ہیں وہ فی الفور توبہ کریں اور آئندہ امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کرکے ایسے عملیات پڑھنے اور آگے بیان کرنے سے بھی اجتناب فرمائیں۔ اللہ تعالی ہمیں اہل بیت کی ایسی محبت عطا فرمائے جیسا کہ اُن سے محبت کا حق ہے۔

باقی رہا ''شمع شبستان رضا'' سے صرف عملیات لینے کا معاملہ تو وہ جدا بات ہے اور ہمیں اس پر کوئی کلام کرنے کی یہاں ضرورت بھی نہیں، ہمارا مقصود صرف امام علی الرضا رضی اللہ عنہ اور ائمہ اہل بیت سے منسوب عملیات و وظائف کا غیر مستند ہونا ثابت کرنا تھا جس کا اجمالی بیان ہم نے کر دیا لیکن اگر کوئی عامل اہل بیت سے منسوب کیے بغیر ان کلمات کا وظیفہ یا چلہ کرتا ہے اور عاملین حضرات اس کی اجازت دیتے ہیں تو یہ جدا بات ہے اور ہماری بحث سے خارج ہے۔

ہمیں کتب معتبرہ میں سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی صرف ایک دعا کا علم ہو سکا ہے جو آپ نے غالباً دورانِ حج مانگی تھی یا آپ بار بار اس کا اعادہ و تکرار فرما رہے تھے۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

ابو الصلت ہروی نے کہا: میں نے علی بن موسیٰ کو "موقف" میں یہ دعا مانگتے ہوئے سنا:

اللّٰهمّ كَمَا سَتَرْتَ عَلَيَّ مَا أَعْلَمُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا تَعْلَمُ، وَكَمَا وَسِعَنِيْ عِلْمُكَ، فَلْيَسَعْنِي عَفْوُكَ، وَكَمَا أَكْرَمْتَنِي بِمَعْرِفَتِكَ، فَاشْفَعْهَا بِمَغْفِرَتِكَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔[162]

قارئین کرام کو یہاں شاید اس بات کا شدت سے احساس ہو کہ امام علی الرضا رضی اللہ عنہ سے وظائف و دعائیں کیوں منقول نہیں؟ تو اس کہ بہت سے جوابات دیئے جاسکتے ہیں لیکن ہم ان جوابات و تفصیلات سے قطع نظر اتنا عرض کرتے ہیں کہ اگر بالفرض تاریخی ذخائر کے دامن میں کسی مستند ذریعے سے کوئی ایسا عمل و وظیفہ نہ بھی میسر آئے تو کیا پریشانی ہے؟ کیا سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کا نام نامی ہی ہزاروں عملیات اور چلہ کشی کی تکالیف سے مستغنی کر دینے والا نہیں ہے؟

..... چشم انصاف سے دیکھو..... تو ہے..... اور بالیقین ہے۔

ہم نے یہ بات عقیدت میں نہیں بلکہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی اقتداء واتباع میں کہی ہے کہ جب انہوں نے اہل بیت سے مروی سند کے بارے میں فرمادیا۔

"اگر اسے کسی مجنون پر پڑھ کر دم کرو تو شفایاب ہو جائے گا"۔

162۔ سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدین محمد الذہبی: ج ۹: ص ۳۸۹: مؤسسة الرسالة بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔

آل رسول کے ان جگر پاروں کے ناموں کی میں اللہ تعالیٰ نے ایسی تاثیر رکھی ہے کہ پاگل صحت یاب ہو جائیں تو پھر بھلا ان حضرات کی اپنی ذات اور توجہ کا عالم کیا ہو گا؟

اہل علم چشم انصاف سے دیکھیں کہ اگر سیّد الاولیاء امام جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید صرف "یَاجُنَیۡدُ، یَاجُنَیۡدُ" کہہ کا دریا کے پانی پر پیدل چل سکتا اور راہِ سلوک کا مسافر و شہباز بن سکتا ہے تو خود جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد اعلیٰ سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت رسالت وصحابہ کرام کے ناموں میں یہ تاثیر کیونکر نہ ہو گی؟ بس صرف اتنا ہونا چاہیے کہ عقیدت واحترام دل میں ویسا ہی جاگزیں ہو جیسا کہ ہونا چاہیے پھر دیکھیں صرف ان ہستیوں کے نام بھی کیا کیا کرشمے دکھاتے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

امام علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ کا ادبی ذوق

باب مدینہ علم کے جگر پارے اور افصح العرب والعجم کی نسل کے چشم وچراغ سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ میں کلام عرب کی فصاحت اور فن ادب کی مہارت کا پایا جانا کوئی تعجب خیز بات نہیں کیونکہ آپ کی نشو ونما ایک عربی الاصل گھرانے کے علمی ماحول میں ہوئی تھی، لیکن بایں ہمہ امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کا ادبی وفصاحتی پہلو منظوم ومنثور کلام کی صورت میں محفوظ ہونے سے رہ گیا اور زمانہ اس کی چاشنی سے خود کو فیضیاب نہ کر سکا۔

لہٰذا ہمیں امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کے کسی مستند منظوم و منثور کلام کا کوئی سراغ رجال و سیر اور تاریخ وادب عربی کی منتہی کتب میں بھی تلاش و بسیار کے باوجود نہیں مل سکا، باقی رہا وہ شاعرانہ کلام جو مختلف اُردو کتب یا اہل تشیع کی کتب وغیرہ سے منقول ہو کر لکھا جاتا ہے تو اس کے غیر معتبر ہونے اور امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کا کلام نہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ بہت سے حضرات نے کئی قصائد کو امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کے شاعرانہ ذوق کا نتیجہ قرار دیا ہے جو کہ تحقیق کے بالکل خلاف ہے۔ نیز ان قصائد میں سے بعض تو علمی اعتبار سے بھی ایسے کم درجے کے معلوم ہوتے ہیں کہ جنہیں دیکھ کر ایک اچھا پڑھا لکھا شخص یہ اندازہ بخوبی لگا سکتا ہے کہ یہ کلام ادب و فصاحت کی آغوش میں تربیت پانے والے ہاشمی خاندان کے ایسے امام جلیل کا نہیں ہو سکتا۔ ایک پورا شعری دیوان بھی غالباً امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، اللہ کی پناہ! جس امام جلیل کا مفصل تذکرہ کسی مستند حوالے سے محفوظ نہیں رہا تو بھلا اُن کا یہ علمی وادبی دیوان کس طرح محفوظ ہو کر بچ رہا.....؟..... مقام تعجب ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام بعد کی ایجادات ہیں جیسا کہ آپ کے جد امجد مولائے کائنات سیّدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہو کر پورا "دیوانِ علی" مشہور ہے، لیکن محققین اہل علم نے اس بارے میں بھی وضاحت کر دی ہے کہ سیّدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے اس دیوان کی کوئی حقیقت نہیں یہ کسی اور کا کلام ہے۔ سیّدنا مولائے کائنات سے تو صرف چند منتخب اشعار ہی منقول ہیں۔[163]

163۔ جد الممتار علی رد المحتار للامام احمد رضا الحنفی، ج ۱ ص ۱۱۳، ادارۃ اهل السنۃ کراتشی، باکستان، الطبعۃ الاولی، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء۔

ہمیں ذیل میں امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جو چند اشعار ملے ہیں انہیں لکھ رہے ہیں لیکن ان اشعار کے بارے میں کوئی یقینی بات نہیں کہی جاسکتی کہ یہ آپ ہی کا کلام ہے ہو سکتا ہے کہ کسی اور شاعر کا کلام ہو لیکن موقع کی مناسبت سے آپ نے دوہرا دِیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آپ ہی کے اشعار ہوں..... بہر حال اتنا تو ضرور ہے کہ آپ کی زبانِ اقدس پر یہ اشعار جاری ہوئے لہٰذا اِسی ادبی ذوق کے پیش نظر ہم انہیں محفوظ کر رہے ہیں۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

حضرت محمد بن یحییٰ بن ابی عباد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھے میرے چچا نے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ کو ایک دن یہ اشعار کہتے ہوئے سنا:

كُلُّنَا نَأْمُلُ مَداً فِي الأَجَلِ وَ المَنَايَا هُنَّ آفَاتُ الأَمَلُ

لَا تَغُرَّنْكَ أَبَاطِيلُ المُنَى وَ الزَم القِصْدَ وَدَعْ عَنْكَ العَلَلُ

اِنَّمَا الدُّنْيَا كَظِلٍّ زَائِلٍ حَلّ فِيهِ رَاكِبٌ ثُمَّ رَحَلُ

ترجمہ: ہم میں سے ہر کوئی چاہتا ہے کہ اُس کی زندگی طویل ہو جائے اور موت دور ہو جائے جو کہ مصائب کی آمجگاہ ہے۔ (یاد رکھو) تمہیں یہ خواہشات کہیں دھوکے میں نہ ڈال دیں، اپنے مقصد کو دیکھو اور ایسی تمناؤں کو

خود سے دور کرو۔ کہ دنیا تو ایسا ڈھلنے والا سایہ ہے جس کے نیچے کوئی مسافر آکر کچھ دیر قرار لیتا ہے پھر سفر کرنے لگتا ہے۔[163]

مؤرخ شہیر، علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک المعروف "الصفدی" رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۶۴ھ اپنی کتاب "الوَافِي بِالوَفيَاتِ" میں لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ آپ حمام میں گئے تو ابھی آپ کھڑے ہی تھے کہ ایک سپاہی آیا، آپ وہاں سے قدرے ہٹ گئے، وہ سپاہی آپ سے کہنے لگا: اے سیاہ رنگت والے! میرے سر پر پانی ڈال، تو آپ نے پانی ڈالنا شروع کیا، اتنے میں آپ کا کوئی جاننے والا وہاں آگیا تو اس نے چیختے ہوئے سپاہی کو کہنا شروع کیا: تو ہلاک ہوا تو ہلاک ہو، کیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کی اولاد اور مسلمانوں کے امام سے خدمت لینا چاہتا ہے؟

سپاہی یہ سنتے ہی قدموں میں گر پڑا، قدم چومے اور عرض کرنے لگا: حضرت جب میں نے آپ سے کہا تو آپ نے اُسی وقت انکار کیوں نہیں کیا؟

آپ نے ارشاد فرمایا:

یہ تو ثواب کا کام ہے اور میں نہیں چاہتا تھا کہ تیری خلاف ورزی کر کے میں اس آنے والے ثواب کو ضائع کروں۔ پھر آپ نے فرمایا:

لَيسَ لِيَ ذَنبٌ وَ لا ذَنبٌ لِمَنْ　　قَالَ لِيَ: يَا عَبدُ أَو يَا أَسوَدُ

اِنَّمَا الذَّنبُ لِمَن أَلبَسَنِي　　ظُلمَةً وَ هُوَ سنًى لا يُحمَدُ

163۔ تهذيب تهذيب الكمال، للذہبی: ج ۷: ص ۴۵: رقم الترجمة ۴۸۴۳: الفاروق الحديثية للطباعة والنشر بالقاہرة: الطبعة الاولى ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء۔

ترجمہ: اِس میں نہ تو مجھ پر الزام ہے اور نہ مجھے غلام اور سیاہ کہنے والے کا قصور ہے بلکہ یہ الزام تو اُن پر جاتا ہے جنہوں نے بلند شان والا ہوتے ہوئے مجھے سیاہی کا ایسا لباس بخشا جس کی تعریف ہی نہیں کی جاتی (لہٰذا اُن پر بھی کوئی الزام نہیں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مشیت و تخلیق ہے جسے چاہے جیسی رنگت بخشے)۔[164]

مذکورہ بالا چند اشعار کے علاوہ کسی اور ادبی کلام کا کوئی مستند سراغ میسر نہیں آسکا، البتہ منثور تحریر میں فصاحت وبلاغت کا ایک بہترین مرقعہ اور علم و ادب کا ایک شاہکار نمونہ تاریخ کے صحراؤں میں ایک جگہ محفوظ ہو کر رہ گیا اور زمانے کی تند و تیز ہواؤں اور حوادثات زمانہ کی خرد بُرد سے مامون و محفوظ رہا اور یہ وہی دستاویز ہے جو آپ نے خلافت کی رسم کے موقع پر مامون الرشید کی تحریر کے بعد برجستہ لکھی تھی، اس کا اصل متن امام ابن جوزی کے حوالے سے مع ترجمہ ماقبل اوارق میں پیش کر دیا گیا ہے لہٰذا یہاں اِعادے کی ضرورت نہیں۔

امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی ذہانت و فطانت

اللہ تعالیٰ نے امام موصوف کو علم و نسب کی ممتاز دولت کے ساتھ ساتھ ذہانت وذکاوت کی نعمت سے بھی سرفراز فرمایا تھا اور یہ بات ہمیں آپ کی حیات کے متفرق پہلوؤں میں دکھائی بھی دیتی ہے مثلاً بادشاہ مامون الرشید کے ساتھ آپ کے پیش آنے والے کئی واقعات، جانشینی کے موقع پر لکھی گئی جامع دستاویز وغیرہ بھی اس پر دلالت کرتی ہیں۔

164۔ الوافی بالوفیات، للصفدی: ج ۲۲: ص ۱۵۷: دار احیاء التراث العربی بیروت۔

علمائے تاریخ وسیر نے آپ کے حوالے سے ایک واقعہ بہت کثرت سے نقل کیا ہے جس میں آپ نے مامون الرشید کے ایک سوال کا نہایت فصیح و جامع جواب دیا اور یہ دراصل وہی سوال تھا جو سال ہا سال سے عباس خلفاء کا لازمی وطیرہ اور ظلم وستم کرنے کا گویا بہانا تھا مگر امام موصوف نے برجستہ جس اطمینان سے اسے بیان کیا وہ اپنی مثال آپ ہے، ہم پہلے چند عبارات بیان کررہے ہیں بعد اَزاں اس پر کچھ اہم کلام پیش کریں گے۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

مروی ہے کہ ایک دن مامون بادشاہ نے ان (سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ) سے عرض کی:

آپ کے خاندان والے ہمارے دادا حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

تو آپ نے فرمایا:

مَا يَقُوْلُوْنَ فِي رَجُلٍ، فَرَضَ اللهُ طَاعَةَ نَبِيِّهِ عَلَى خَلْقِهِ، وَ فَرَضَ طَاعَتَهُ عَلَى نَبِيِّهِ.

اس شخص کے بارے میں کیا کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کی اطاعت کو مخلوق پر لازم کیا اور اپنی اطاعت کو اپنے نبی پر لازم کیا۔

یہ سن کر مامون نے آپ کو ایک لاکھ درہم دینے کا اعلان کیا۔

مذکورہ بالا کلام کو فی البدیہہ سن کر گمان ہوتا ہے کہ "طاعتہ" میں جو ضمیر ہے وہ سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹتی ہے لیکن دراصل وہ ضمیر اللہ تعالی کی ذات کی طرف راجع ہے۔[165]

مروی ہے کہ ایک دن مامون بادشاہ نے اِن (امام علی الرضا رضی اللہ عنہ) سے عرض کی:

آپ کے خاندان والے ہمارے دادا حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

مَا يَقُوْلُوْنَ فِي رَجُلٍ، فَرَضَ اللهُ طَاعَةَ نَبِيِّهِ عَلَى خَلْقِهِ، وَ فَرَضَ طَاعَتَهُ عَلَى نَبِيِّهِ.

اس شخص کے بارے میں کیا کہا جائے کہ اللہ تعالی نے نبی کی اطاعت کو مخلوق پر لازم کیا اور اپنی اطاعت کو اپنے نبی پر لازم کیا۔

مذکورہ بالا کلام کو فی البدیہہ سن کر گمان ہوتا ہے کہ "طاعتہ" میں جو ضمیر ہے وہ سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹتی ہے لیکن دراصل وہ ضمیر اللہ تعالی کی ذات کی طرف راجع ہے۔

یہ سن کر مامون نے آپ کو ایک لاکھ درہم دینے کا اعلان کیا۔[166]

165۔ تهذيب تهذيب الكمال، للذہبی: ج ٧: ص ٤٥: رقم الترجمة ٤٨٤٣: الفاروق الحديثية للطباعة والنشر بالقاہرة: الطبعة الاولى ١٤٢٥ھ / ٢٠٠٤ء۔

166۔ سير أعلام النبلاء، لامام شمس الدين محمد الذہبی: ج ٩: ص ٣٩١: مؤسسة الرسالة بيروت: الطبعة الاولى ١٤٠٢ھ / ١٩٨٢ء۔

امام ذہبی کی مذکورہ بالا دونوں عبارات کے بر خلاف علامہ صفدی نے جو عبارت مسئلہ ہذا سے متعلق ذکر کی ہے اس میں مفہوم و عبارت یکسر بدل جاتی ہے، اس لیے وہ عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

مؤرخ شہیر، علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک المعروف "الصفدی" رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۶۴ھ اپنی کتاب "الوَافِي بِالوَفيَاتِ" میں لکھتے ہیں:

ایک دن مامون نے ان (امام علی الرضا رضی اللہ عنہ) سے عرض کی:

آپ کے خاندان والے ہمارے دادا حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

مَا يَقُوْلُوْنَ فِي رَجُلٍ، فَرَضَ اللهُ طَاعَةَ بَنِيْهِ عَلَى خَلْقِهِ، وَ فَرَضَ طَاعَتَهُ عَلَى بَنِيْهِ.

اس شخص کے بارے میں کیا کہا جائے، جس کے بیٹوں کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر لازم کیا اور اس ہستی کی اطاعت کو اس کی نسل پر لازم کیا۔

یہ سن کر مامون نے آپ کو ایک لاکھ درہم دینے کا اعلان کیا۔[167]

اس عبارت کے پیش نظر کلام میں خاصی معنوی تبدیلی واقع ہوتی ہے، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے جو عبارات ذکر کی ہیں اُن کی روشنی میں مطلب یہ حاصل ہوتا ہے کہ امام علی الرضا رضی اللہ عنہ نے موقع کی مناسبت سے ایسا کلام کیا جس سے سننے والے کا ذہن کسی اور معنی کی طرف مبذول ہوتا ہے جبکہ قائل کی مراد کوئی دوسرا معنی ہے۔

167۔ الوافی بالوفیات، للصفدی: ج ۲۲: ص ۱۵۵: دار احیاء التراث العربي بیروت۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ عبارات سے جو مفہوم اخذ ہوتا ہے وہ یوں ہے۔

امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی غالباً مراد یہ تھی "اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی اطاعت کو بندوں پر لازم کیا اور اپنی اطاعت کو نبی پر لازم کیا"۔

جبکہ مامون الرشید نے اِس سے سمجھا "اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کو نبی پر لازم کیا اور اپنے نبی پر اُن کے چچا (سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ) کی اطاعت کو لازم کیا"۔

لیکن علامہ صفدی رحمۃ اللہ علیہ نے جو عبارت بیان کی ہے، اس کے پیش نظر غالباً امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی۔

"اللہ تعالیٰ نے اِس ہستی یعنی جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی اطاعت کو اپنی مخلوق پر لازمی قرار دیا اور اِس نبی کی اطاعت و پیروی کو اِن کی اولاد کے لیے لازم کیا۔

جبکہ مامون الرشید نے اِس سے سمجھا "اللہ تعالیٰ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد کی اطاعت کو خلق پر لازم کیا اور سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کی اطاعت اِن کی اولاد پر لازم کیا"۔

ہم نے دونوں عبارات کا معنوی و مفہومی فرق واضح کر دیا ہے لیکن کسی بھی ایک عبارت کی ترجیح سے قطع نظر اس کی برجستہ معنوی حیثیت کو ایسے جامع انداز میں سمیٹ لینے پر بلاشبہ امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی ذہانت کا بین ثبوت ملتا ہے۔

مستند ملفوظات "امام علی الرضا رضی اللہ عنہ"

امام علی الرضا رضی اللہ عنہ سے منسوب جس طرح بہت سے اشعار اور وظائف ملتے ہیں، اسی طرح بغیر کسی سند کے آپ کے ملفوظات کا اچھا خاصا مجموعہ بھی دکھائی دیتا ہے، یہ ساری خرابیاں عقیدت کی روش میں بہتے ہوئے لوگوں نے کم علمی کی بنا پر گوارا کر رکھی ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیاروں کی سچی اور حقیقی محبت و عقیدت نصیب فرمائے۔

کسی بھی عظیم شخصیت کا اپنی زندگی میں بہت سا قولی سرمایہ ایسا ہوتا ہے جس سے عامۃ الناس کے لیے خصوصاً سامانِ ہدایت و نصیحت وابستہ ہوتا ہے بزرگوں اور عظیم شخصیات کے ایسے ہی پند و نصائح کو عرف عام میں ملفوظات سے تعبیر کر لیا جاتا ہے۔ خاندان نبوت کے چشم و چراغ سیّد الاولیاء امام علی الرضا رضی اللہ عنہ نے بھی یقیناً زندگی کے مختلف مواقع پر بہت سے فرامین اور پند و نصائح امت مسلمہ کے لیے بیان فرمائے ہوں گے لیکن افسوس! کہ قلم کی قید انہیں اپنی نوک سے اوراق کی چار دیواری میں سمو نہ سکی اور یوں وہ گوہر نایاب فضاؤں کی زینت بن کر کہیں اور منتقل ہو گئے۔

دورانِ تحریر ہمیں کچھ اقوال و ملفوظات باحوالہ مل گئے تو ہم نے انہیں کتاب ہذا کی زینت بنا دیا ہے، امید واثق ہے کہ یہ ملفوظات خلق خدا اور اہل محبت

کے لیے راہِ ہدایت کا سامان ہوں گے۔ نیز ہم نے ہر ملفوظ کا حوالہ بھی لکھ دیا ہے تاکہ مراجعت میں آسانی ہو۔

۱۔ قَالَ عَلِيُّ بْنُ مُوْسَى بْنِ جَعْفَر :

مَنْ رَضِيَ مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ بِالْقَلِيْلِ مِنَ الرِّزْقِ، رَضِيَ مِنْهُ بِالْقَلِيْلِ مِنَ الْعَمَلِ.

ترجمہ: سیّدنا علی بن موسیٰ بن جعفر نے فرمایا:

جو اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے تھوڑے سے رزق پر بھی راضی رہا تو اللہ تعالیٰ اس کے قلیل عمل سے بھی راضی ہو جائے گا۔[168]

۲۔ قَالَ عَلِيُّ بْنُ مُوْسَى:

اِنَّ لِلْقُلُوْبِ اِقْبَالاً وَ اِدْبَاراً وَ نِشَاطاً وَ فُتُوْراً، فَاِذَا أَقْبَلَتْ أَبْصَرَتْ وَ فَهِمَتْ (أَفْهَمَتْ)، وَاِذَا انْصَرَفَتْ كَلَّتْ وَ مَلَّتْ، فَخُذُوْهَا عِنْدَ اِقْبَالِهَا وَنِشَاطِهَا، وَاتْرُكُوْهَا عِنْدَ اِدْبَارِهَا وَ فُتُوْرِهَا.

ترجمہ: سیّدنا علی بن موسیٰ (بن جعفر) نے فرمایا:

دلوں کی بھی کچھ کیفیات ہوتی ہیں، یہ متوجہ بھی ہوتے ہیں اور پھرتے بھی ہیں، ان میں سرور بھی پیدا ہوتا ہے اور فتور بھی۔ لہٰذا جب یہ متوجہ ہوتا ہے تو بصیرت پیدا ہوتی ہے اور (نصیحت) کو قبول کرنے لگتا ہے۔ اور جب یہ پھر جائے تو تھک اور اکتا جاتا ہے (جس کی وجہ سے

168۔ التذكرة الحمدونية، لابن حمدون: ج ۱: ص ۱۱۳: رقم ۲۲۵: دار صادر بيروت، الطبعة الاولى ۱۹۹۶ء۔

نصیحت اثر نہیں کرتی) لہٰذا اس کے متوجہ ہونے اور سرور میں ہونے کے وقت کو تھام لو، پھرنے اور فتور کے وقت میں اسے چھوڑ دو۔[169]

۳۔ قَالَ عَلِيُّ بْنُ مُوْسَى:

أَصْحِبِ السُّلْطَانَ بِالحَذَرِ، وَ الصَدِيْقَ بِالتَّوَاضُعِ، وَالعَدُوَّ بِالتَّحَرُّزِ، وَالعَآمَّةَ بِالبُشْرِ.

ترجمہ: سیّدنا علی بن موسیٰ (بن جعفر) نے فرمایا:

بادشاہ کی مصاحبت اختیار کرتے ہوئے ڈر کو، دوست کی مصاحبت میں عاجزی کو، دشمن کی مصاحبت میں موقع شناسی کو اور لوگوں کی مصاحبت میں خوش دلی کو اپنائے رکھو۔[170]

۴۔ قَالَ عَلِيُّ بْنُ مُوْسَى:

لَا خَيْرَ فِي المَعْرُوْفِ إِذَا أُحْصِيَ.

ترجمہ: سیّدنا علی بن موسیٰ (بن جعفر) نے فرمایا:

جب نیکی و بھلائی کو گن لیا جائے تو اس میں کوئی خیر باقی نہیں رہتی۔[171]

169۔ التذكرة الحمدونية، لابن حمدون: ج ۱: ص ۲۷۶: رقم ۷۱۸: دار صادر بيروت، الطبعة الاولى ۱۹۹۶ء۔

170۔ التذكرة الحمدونية، لابن حمدون: ج ۱: ص ۳۸۳: رقم ۱۰۰۸: دار صادر بيروت، الطبعة الاولى ۱۹۹۶ء۔

171۔ التذكرة الحمدونية، لابن حمدون: ج ۲: ص ۲۶۲: رقم ۶۸۱: دار صادر بيروت، الطبعة الاولى ۱۹۹۶ء۔

۵۔ قَالَ عَلِیُّ بْنُ مُوْسَی:

اَلقَنَاعَةُ تَجْمَعُ اِلَی صِیَانَةِ النَّفْسِ وَ عِزُّ القُدْرَةِ طَرَحَ مُؤن الاسْتِکْثَارِ وَ التَّعَبُّدُ لِأَهْلِ الدُّنْیَا وَ لَا یَسْلُكُ طَرِیْقَ القَنَاعَةِ اِلَّا رَجُلَان: امَّا مُتَقَلِّلٌ یُرِیْدُ أَجْرَ الآخِرَة، أَوْ کَرِیْمٌ یَتَنَزَّهُ عَنْ لِئَامِ الدُّنْیَا.

ترجمہ: سیّدنا علی بن موسیٰ (بن جعفر) نے فرمایا:

قناعت تجھ میں نفس کی حفاظت لاتی ہے، جبکہ قوت کی بالادستی فراوانی کو لاکھڑا کرتی ہے اور دکھاوے کی عبادت اہل دنیا کا تانتا باندھ دیتی ہے نیز قناعت کے راستے پر صرف دو ہی افراد چل سکتے ہیں: ایسا غریب جو صرف آخرت کے ثواب کا طالب ہو یا پھر ایسا کریم (یعنی سخی) جو دنیا کی رذالت (وخساست) سے پاک ہو چکا ہو۔[172]

۶۔ أُتِیَ المَأْمُوْن بِرَجُلٍ یُرِیْدُ أَن یَقْتُلَهُ، وَعَلِیُّ بْنُ مُوْسَی الرِّضَا جَالِسٌ، فَقَالَ: مَا تَقُوْلُ یَا أَبَا الحَسَن؟ فَقَالَ:

أَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالَی لَا یَزِیْدُكَ بِحُسْنِ العَفْوِ اِلَّا عِزًّا، فَعَفَا عَنْهُ.

172۔التذکرة الحمدونیة، لابن حمدون: ج ۳: ص ۱۱۹: رقم ۳۱۹: دار صادر بیروت، الطبعة الاولی ۱۹۹۶ء۔ الاتحاف بحب الاشراف، للشبراوی: ۴۲۲: دار الکتاب الاسلامی بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء ایضًا نهایة الارب ۳/ ۲۴۷۔

ترجمہ: مامون کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا جسے وہ قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اس مجلس میں علی بن موسی الرضا بھی موجود تھے تو مامون نے آپ سے کہا: اے ابوالحسن! اِس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کے معاف کرنے کی خوبی کی بدولت عزت میں مزید اضافہ فرمائے گا تو مامون نے اس شخص کو معاف کر دیا۔[173]

۷۔ دَخَلَ البَلَاذُرِيُّ عَلَى عَلِيِّ بْنِ مُوْسَى الرِّضَا يُعَزِّيهِ عَنْ أَبِيْهِ فَقَالَ لَهُ: أَنْتَ تَجُلُّ عَنْ وَصَفِنَا، وَنَحْنُ نُقَصِّرُ عَنْ عِظَتِكَ، وَفِي عِلْمِكَ مَا كَفَاكَ، وَفِي ثَوَابِ اللهِ مَا عَزَّاكَ.

ترجمہ: شیخ بلاذری سیّدنا علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ کے پاس آپ کے والد گرامی (سیّدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی وفات پر تعزیت کرنے حاضر ہوئے تو امام علی الرضا رضی اللہ عنہ نے) اُن سے فرمایا:

آپ ہماری تعریف سے بلند ہے اور ہم آپ کی شایانِ شاں تعظیم کرنے سے قاصر ہے، آپ کو معلوم ہی ہے جو ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس تعزیت کرنے والوں کا ثواب موجود ہے۔

173۔التذکرة الحمدونیة، لابن حمدون: ج ۴: ص ۱۰۶: رقم ۳۰۹: دار صادر بیروت، الطبعة الاولی ۱۹۹۶ء۔ الاتحاف بحب الاشراف، للشبراوی: ۴۲۲: دار الکتاب الاسلامی بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء ایضًا فی نثر الدر ۱/ ۳۶۲۔

۸۔ قَالَ عَلِیُّ بْنُ مُوْسَی لِلْفَضْلِ بْنِ سَھْلٍ یُھَنِّیْهِ وَ یُعَزِّیْهِ:

التَّھَنِّئَةُ بِآجِلِ الثَّوَابِ أَوْلَی مِنَ التَّعْزِیَةِ عَلَی عَاجِلِ الْمُصِیْبَةِ.

ترجمہ: سیّدنا علی بن موسیٰ (بن جعفر) نے فضل بن سہل کو مبارک باد اور تعزیت کے بارے میں فرمایا:

قدرے دیر سے ملنے والے ثواب کی مبارک باد دینا، جلدی ملنے والی مصیبت کی تعزیت سے کہیں بہتر ہے۔[174]

174۔ التذکرة الحمدونیة، لابن حمدون: ج ۴: ص ۲۱۰ : رقم ۵۱۸/۵۱۹: دار صادر بیروت، الطبعة الاولی ۱۹۹۶ء ایضاً نهایة و مجموع المعانی.....

معاصر شعراء کا خراجِ عقیدت

ابو علی حسن بن ہانی بن عبد الاوّل المعروف ابی نواس، متوفی ۱۹۸ھ

عربی شاعری کی شہرہ آفاق شخصیت ابو نواس حسن بن ہانی بن عبد الاوّل بن صباح حکمی، عراق میں اپنے زمانے کا مشہور شاعر تھا، اس کی پیدائش خوزستان کے علاقے ''اھواز'' میں قریباً ۱۴۸ھ میں ہوئی، بصرہ میں تربیت پائی اور بعد ازاں بغداد جا کر عباسی خلفاء کے دربار سے وابستہ ہو گیا۔

امام لغت وبلاغت جاحظ نے اس کے بارے میں کہا:

میں نے لغت اور عرب کے لب ولہجہ کی فصاحت کے لحاظ سے ابو نواس سے بڑھ کر کوئی نہیں دیکھا۔

کلثوم عتابی نے کہا:

اگر ابو نواس زمانہ جاہلیت میں ہوتا تو کوئی شعر وشاعری میں اِس سے بڑھ کر نہیں ہوتا۔

ابو نواس وہ پہلا شاعر ہے جس نے عربی شاعری کو بدوی لہجے سے نکال کر شہری لب ولہجے کا جامہ پہنایا۔ یہ خود اپنے اشعار کے بارے میں کہتا تھا کہ میں نے جو بھی شعر کہا ہے اسے عرب کی ستر ۷۰ عورتیں پڑھا کرتیں تھیں تو مردوں

کی تعداد کے بارے میں پھر خود ہی اندازہ لگالو۔ امام ابن منظور نے اس کے بارے میں پوری کتاب بنام "اخبار ابی نواس" لکھی ہے۔ اس کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے، منتہی قول ۱۹۸ھ ہے۔[175]

اس نے سیّدنا امام علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ کی شان میں بہت سے کلام کہے جن میں سے کچھ اشعار کا تذکرہ اہل سیر کی کتب میں ملتا ہے لیکن ان اشعار کا مطبوعہ دیوان ابونواس میں وجود نہیں ہے، ہمارے پاس دیوان ابونواس کے دو نسخے ہیں، اوّل مطبعۃ جمعیۃ الفنون کا ۱۸۸۴ء کا مطبوعہ جبکہ دوسرا مطبعۃ عمومیۃ مصر کا ۱۸۹۸ء کا مطبوعہ ہے۔ ان دونوں ہی نسخوں میں کوئی کلام موجود نہیں، بہر حال ائمہ اسلام کے حوالے سے جو کلام دستیاب ہوا اسے پیش کر رہے ہیں۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

مشہور شاعر ابونواس نے (سیّدنا علی بن موسیٰ) الرضا کے بارے میں یہ اشعار کہے ہیں:

قِيلَ لِي: أَنْتَ أَحْسَنُ النَّاسِ طُرّاً ... فِيْ فُنُوْنٍ مِنَ الْمَقَالِ النَبِيْهِ

لَكَ مِنْ جَيِّدِ الْقَرِيضِ مَدِيحٌ ... يُثْمِرُ الدُّرَّ فِيْ يَدَى مُجْتَنِيْهِ

فَعَلَامَ تَرَكْتَ مَدْحَ ابنِ مُوْسٰى ... و الخصالِ التى تجمَّعْنَ فيهِ؟

قُلتُ: لا أَسْتَطِيْعُ مَدْحَ إِمَامٍ ... كَانَ جِبْرِيْلُ خَادِماً لأَبِيْهِ

175۔ الأعلام، للزركلى: ج ۲: ص ۲۲۵: دار العلم للملايين بيروت۔

ترجمہ: مجھ سے کہا گیا کہ تم تو شعر کہنے والوں میں ممتاز ہو اور تمہارے حسنِ کلام میں کمال کی کشش ہے گویا تمہارے ہاتھوں میں آکر پتھر بھی گوہر نایاب بن جاتا ہے لیکن ان تمام محاسن کے باوجود تم نے اب تک ابن موسیٰ (سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ) کی شان میں کوئی کلام کیوں نہیں کہا، حالانکہ اُن کی ذات تو خوبیوں کا مجموعہ ہے، اس پر میں نے برجستہ کہا: بھلا میں ایسے امام کی تعریف کیسے کر سکتا ہوں جن کے بابا (یعنی جد امجد محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم) کے خادم جبرائیل جیسے فرشتے تھے۔[176]

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ اپنی دوسری کتاب میں مزید فرماتے ہیں:

(ابراہیم بن عباس) صولی نے کہا: ہم سے احمد بن یحییٰ نے شعبی کا قول بیان کیا ہے: اشعار میں سے بہترین شعر انصاریوں کا ہے جو انہوں نے جنگ بدر کے موقع پر کہا:

وَ بِبِئْرِ بَدْرٍ اِذْ يَرُدُّ وُجُوْهَهُمْ　　　جِبْرِيْلُ تَحْتَ لِوَائِنَا وَ مُحَمَّدُ

ترجمہ: جب تمہارے چہرے بدر کے کنوئیں کی جانب ہوں تو دیکھنا کہ آج ہمارے جھنڈے تلے سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سیّدنا جبرائیل جیسی ہستیاں ہیں۔

(ابراہیم بن عباس) صولی نے کہا: لیکن اس سے بھی زیادہ بہترین (ابونواس) حسن بن ہانی کا علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا گیا یہ شعر ہے:

176۔ تهذيب تهذيب الكمال، للذہبی: ج ۷: ص ۴۵: رقم الترجمة ۴۸۴۳: الفاروق الحديثية للطباعة والنشر بالقاہرة: الطبعة الاولى ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء۔

قِيلَ لِي: أَنْتَ وَاحِدُ النَّاس فِي كُلِّ كَلَامٍ مِنَ المَقَالِ بَدِيْهِ
لَكَ فِي جَوْهَرِ الكَلَامِ بَدِيْعٌ يُثْمِرُ الدُّرَّ فِيْ يَدَىْ مُجْتَنِيْهِ
فَعَلَامَ تَرَكْتَ مَدْحَ ابْنِ مُوْسَى بِالخِصَالِ الَّتِي تَجَمَّعْنَ فِيْهِ
قُلْتُ: لا أَهْتَدِي لِمَدْحِ إِمَامٍ كَانَ جِبْرِيْلُ خَادِماً لأَبِيْهِ

ترجمہ: مجھ سے کہا گیا کہ تم تو شعر کہنے والوں میں ممتاز ہو اور تمہارے حسنِ کلام میں کمال کی کشش ہے گویا تمہارے ہاتھوں میں آکر پتھر بھی گوہر نایاب بن جاتا ہے لیکن ان تمام محاسن کے باوجود تم نے اب تک ابن موسیٰ (سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ) کی شان میں کوئی کلام کیوں نہیں کہا، حالانکہ اُن کی ذات تو خوبیوں کا مجموعہ ہے، اس پر میں نے برجستہ کہا: بھلا میں ایسے امام کی تعریف کیسے کر سکتا ہوں جن کے بابا (یعنی جد امجد محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم) کے خادم جبرائیل جیسے فرشتے تھے۔[177]

مؤرخ شہیر، علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک المعروف "الصفدی" رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۶۴ھ اپنی کتاب "الوَافِي بِالوَفيَاتِ" میں لکھتے ہیں:

ابونواس شاعر نے آپ کی شان میں کہا:

قِيلَ لِي: أَنْتَ أحسنُ النَّاس طراً فِيْ فُنُوْنٍ مِنَ المَقَالِ النَبِيْهِ
لَكَ جُنْدٌ مِنَ القَرِيض مَدِيْحٌ يُثْمِرُ الدُّرَّ فِى يَدَى مُجْتَنِيْهِ
فَعَلَامَ تَرَكْتَ مدحَ ابنِ مُوْسٰى وَ الخِصَالِ الَّتِيْ تَجَمَّعْنَ فيهِ؟
قُلتُ : لَا أَسْتَطِيْعُ مَدْحَ امامٍ كَانَ جِبْرِيْلُ خَادِماً لأبيْهِ

177۔ سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدین محمد الذہبی: ج ۹: ص ۳۸۸: موسسة الرسالة بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔

ترجمہ: مجھ سے کہا گیا کہ تم تو شعر کہنے والوں میں ممتاز ہو اور تمہارے حسنِ کلام میں کمال کی کشش ہے گویا تمہارے ہاتھوں میں آکر پتھر بھی گوہر نایاب بن جاتا ہے لیکن ان تمام محاسن کے باوجود تم نے اب تک ابن موسیٰ (سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ) کی شان میں کوئی کلام کیوں نہیں کہا، حالانکہ اُن کی ذات تو خوبیوں کا مجموعہ ہے، اس پر میں نے برجستہ کہا: بھلا میں ایسے امام کی تعریف کیسے کر سکتا ہوں جن کے بابا (یعنی جد امجد محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم) کے خادم جبرائیل جیسے فرشتے تھے۔

نیز اس طرح مزید کہا:

مُطَهَّرُوْنَ نَقِيَّاتٌ جُيُوْبُهُمْ   تَجْرِي الصَّلَاةُ عَلَيْهِمْ أَيْنَمَا ذُكِرُوا

مَنْ لَمْ يَكُنْ عَلَوِيّاً حِيْنَ تُنْسِبهُ   فَمَا لَهُ فِي قَدِيْمِ الدَّهْرِ مُفْتَخَرُ

اللهُ لَمَّا بَرَا خَلْقاً فَأَتْقَنَهُ   صَفَّاكُمْ و اصْطَفَاكُم أَيُّهَا الْبَشَرُ

فَأَنْتُمُ الْمَلَأُ الأَعْلَى وَ عِنْدَكُمْ   عِلْمُ الْكِتَابِ وَ مَا جَاءَت بِهِ السُّوَرُ

ترجمہ: یہ حضرات خدا کے پاک و پاکیزہ کئے ہوئے ہیں اور ان کے لباس بھی طیب و طاہر ہیں، جہاں بھی اِن کا ذکر ہوتا ہے وہاں اِن پر دُرود پڑھا جاتا ہے، جب حسب و نسب بیان ہوتے کوئی علوی نہ نکلے تو اس کو ابتدائے زمانہ سے کوئی فخر کی بات نہیں ملے گی، جب خدا نے مخلوق کو پیدا کیا پھر اسے ہر طرح سے استوار کیا۔ تو آپ لوگوں کو خدا نے پاکیزگی بھی بخشی اور سب پر فضیلت بھی دی، آپ ہی لوگ بلند رتبے والے ہیں اور آپ ہی کے پاس قرآن مجید کا علم اور سورتوں کے مطالب و مفاہیم ہیں۔[178]

178۔ الوافی بالوفیات، للصفدی: ج ۲۲: ص ۱۵۵: دار احیاء التراث العربی بیروت۔

نوفلی شاعر

مؤرخ شہیر، علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک المعروف "الصفدی" رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۶۴ھ اپنی کتاب "الوَافِي بِالوَفيَاتِ" میں لکھتے ہیں:

نوفلی شاعر نے امام علی بن موسیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں یہ اشعار کہے:

رَأَيْتُ الشَّيْبَ مَكْرُوهاً وَ فِيْهِ   وَقَارٌ لاَ تَلِيْقُ بِهِ الذُّنُوبُ

إِذَا رَكِبَ الذُّنُوبَ أَخُوْ مُشَيْبٍ   فَمَا أَحَدٌ يَقُوْلُ: مَتَى يَتُوبُ؟

وَ دَاءُ الغَانِيَاتِ بِيَاضُ رَأْسِي   وَ مَنْ مُدَّ البَقَاءُ لَهُ يَشِيْبُ

سَأَصْحبُهُ بِتَقْوَى الله حَتَّى   يُفَرِّقُ بَيْنَنَا الأَجَلُ القَرِيْبُ

ترجمہ: میں نے بڑھاپے کو ناپسند دیکھا حالانکہ اس بزرگی میں ایسا وقار ہے جو گناہ سے باز رکھتا ہے، جب کسی نوجوان پر گناہ مسلط ہو جائیں تو اُس سے کوئی نہیں کہتا: کب توبہ کرے گا؟ میرے سر کی سفیدی ہی میرے حسن و جمال کا سبب ہے اور بھلا کس کے لیے زندگی اتنی طویل ہوئی ہے کہ وہ دوبارہ جوان ہو جائے، میں تو ان کی صحبت میں اس لیے رہتا ہوں تاکہ تقویٰ نصیب ہو لہٰذا ہمارے درمیان اب جلد آنے والی مت ہی جدائی کر سکتی ہے۔[179]

179۔الوافی بالوفیات، للصفدی: ج ۲۲: ص ۱۵۶: دار احیاء التراث العربی بیروت۔

ابو علی دعبل بن علی بن رَزین خزاعی متوفی ۲۴۶ھ

دِعْبِل بن علی خزاعی ہجو اور مذمت کرنے کے حوالے سے شہرت رکھنے والا شاعر، اصلاً کوفہ سے تعلق رکھتا تھا لیکن بغداد میں قیام پذیر رہا، اس کے اشعار بہت اعلیٰ تھے، خلفاء کی مذمت کرنے اور ان کی ہجو میں کلام کہنے پر کمال دسترس تھی، اِس نے رشید، مامون، معتصم اور واثق جیسے بادشاہوں کی ہجو میں کلام کہے۔ طویل عمر پائی ۱۴۸ھ میں پیدا ہوا اور ۲۴۶ھ میں ۹۸ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔[180]

دعبل خزاعی نے (سیّدنا امام) علی بن موسی کی شان میں قصیدہ کہا تو اسے چھ سو دینار اور ایک جبہ ملا جس کے لیے اہلیانِ قم نے ایک ہزار دینار کی قیمت لگائی لیکن اس نے دینے سے انکار کر دیا، بعد ازاں اس نے سفر کیا تو راستے میں اہلیانِ قم کے بھیجے ہوئے ڈاکوؤں نے اس کا مال و متاع لوٹتے ہوئے وہ جبہ بھی لے لیا، جب یہ ان کی منت و سماجت کرنے لگا تو انہوں نے کہا: اب تو ہم کسی صورت اسے واپس نہیں کریں گے، پھر انہوں نے ایک ہزار دینار اسے دے دیے اور ساتھ برکت کے لیے جبہ کا ایک ٹکڑا بھی دے دیا۔[181]

180۔ الأعلام، للزرکلی: ج ۲: ص ۳۳۹: حرف الدال: دار العلم للملایین بیروت۔
181۔ سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدین محمد الذہبی: ج ۹: ص ۳۹۱: مؤسسة الرسالة بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

دعبل خزاعی نے امام علی الرضا کی شان میں بہت سے اشعار کہے لیکن ان میں سے تمام تر کو تاریخ وادب کی کتابوں میں محفوظ نہیں کیا جاسکا، اسی لیے موجود مطبوعہ "دیوان دعبل" میں بھی وہ تمام اشعار نہیں ملتے جس کا ائمہ اسلام نے اپنی کتب میں حوالہ دیا ہے، لہٰذا ان تمام قصائد زرّیں کا احاطہ کرنا ممکن نہ رہا، البتہ مستند ماخذ سے ہمیں جو اشعار دستیاب ہوئے ان تمام کو جمع کر دیا ہے جن میں سے ایک تو معروف قصیدہ تائیہ ہے جبکہ ہمیں دعبل ہی کے امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ دوسرے قصیدے کے بھی اشعار ملے ہیں تو انہیں بھی محفوظ کیا جارہا ہے۔

وَ لَيْسَ حَيٌّ مِنَ الْأَحْيَاءِ نَعْلَمُهُ ۔۔۔ مِنْ ذِي يَمَانٍ وَ لاَ بَكْرٍ وَ لَا مُضَرِ

اِلَّا وَ هُمْ شُرَكَاءُ فِي دِمَائِهِمْ ۔۔۔ كَمَا تَشَارَكَ أَيْسَارٌ عَلَى جَزَرِ

قَتْلٌ وَ أَسْرٌ وَ تَحْرِيقٌ وَ مَنْهَبَةٌ ۔۔۔ فِعْلَ الْغُزَاةِ بِأَرْضِ الرُّوْمِ وَالْخَزَرِ

أَرَى أُمَيَّةَ مَعْذُوْرِيْنَ اَنْ قَتَلُوْا ۔۔۔ وَ لاَ أَرَى لِبَنِي الْعَبَّاسِ مِنْ عُذَرِ

أَبْنَاءُ حَرْبٍ وَ مَرْوَانٍ وَ أُسْرَتُهُمْ ۔۔۔ بَنُوْ مَعِيْطٍ وُلاَةُ الْحِقْدِ وَ الْوَغَرِ

قَوْمٌ قَتَلْتُمْ عَلَى الْاِسْلَامِ أَوَّلُهُمْ ۔۔۔ حَتَّى إِذَا اسْتَمْكَنُوا جَازُوْا عَلَى الْكُفْرِ

اِرْبَعْ بِطُوْسٍ عَلَى الْقَبْرِ الزَّكِيِّ بِهَا ۔۔۔ اِن كُنْتَ تَرْبَعُ مِنْ دِيْنٍ عَلَى وَطَرِ

قَبْرَانِ فِي طُوْسٍ خَيْرِ النَّاسِ كُلُّهُم ۔۔۔ وَ قَبْرُ شَرِّهِم هَذَا مِنَ الْعِبَرِ

مَا يَنْفَعُ الرِّجْسَ مِنْ قُرْبِ الزَّكِيِّ وَلاَ ۔۔۔ عَلَى الزَّكِيِّ بِقُرْبِ الرِّجْسِ مِنْ ضَرَرِ

هَيْهَاتَ كُلُّ امْرِئٍ رَهْنٌ بِمَا اكْتَسَبَتْ ۔۔۔ لَهُ يَدَاهُ فَخُذْ مَا شِئْتَ أَو فَذَرِ[182]

182۔التذكرة الحمدونية، لابن حمدون: ج ۵: ص ۱۳۸: دار صادر بيروت، الطبعة الاولى ۱۹۹۶ء۔ معجم البلدان، لياقوت الحموى : ج ۴: ص ۵۰ : دار صادر بيروت: ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء۔

۱۔ قبیلہ یمان و بکر و مضر میں سے کوئی بھی اب ایسا زندہ نہ رہا جسے ہم جانتے ہوں۔

۲۔ جن کا حال یہ ہو کہ ان کا خونی رشتہ ایسا ہو جیسے قربانی کے حصے دار ذبیحہ میں شریک ہوتے ہیں۔

۳۔ روم کے سرسبز علاقوں میں قتل کرنا، قیدی بنانا اور لوٹنا و جلانا تو اُن لشکریوں کا کام رہا ہے۔

۴۔ میں بنو امیہ کو دیکھتا ہوں کہ وہ تو ایسا قتال نہ کر سکے لیکن بنو عباس کو تو کوئی عذر نہیں۔

۵۔ حرب، مروان اور ان کے قبیلے والے نیز بنو معیط دراصل کینہ پرور لوگوں میں سے ہیں۔

۶۔ وہ قوم جس کے سرخیلوں کو اسلام کے پہلے زمانے میں قتل کر دیا گیا تھا اب انہی کی نسل والوں کو دوبارہ ذرا طاقت کیا ملی نافرمانی کرنے لگے۔

۷۔ اگر تم دین کی بنیادیں کسی ضرورت کے تحت شمار کرنا چاہتے ہو تو طوس کی سرزمین پر موجود ایک پاکیزہ نفس کی قبر کو بھی اسی میں شمار کر لینا۔

۸۔ سرزمین طوس پر دو قبریں ایسی ہیں جن میں سے ایک تو تمام لوگوں سے زیادہ بہتر تھا اور دوسرے کی قبر سب لوگوں سے زیادہ شریر کی ہے جس عبرت حاصل کرو۔

۹۔ لہٰذا پلید نفس کو پاکیزہ جان کی قربت سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور نہ ہی پاکیزہ جان کو اس ناپاک کی نزدیکی کوئی نقصان دے سکتی ہے۔

۱۰۔ ہر شخص اپنے اعمال کے خمیازہ میں گرفتار ہے لہٰذا جسے تمہارا دل چاہے لے لو یا چھوڑ دو۔

مذکورہ بالا اشعار کے علاوہ دعبل کا قصیدہ تائیہ جو اہل بیت کی شان میں صدیوں سے معروف رہا ہے اور علمائے اسلام نے بھی اس کے حوالے سے اشعار ذکر کئے ہیں یہ بہت ہی کمیاب ہے، اسی لیے اکثر ائمہ اسلام نے صرف چند ایک اشعار پر ہی اکتفاء کیا ہے مثلاً امام مزی نے تہذیب الکمال میں اس کے صرف کچھ اشعار ہی ذکر کیے ہیں۔

البتہ سب ہی ائمہ نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ اس قصیدے کے اشعار کی تعداد ایک سو بیس سے متجاوز تھی، ہمیں تلاش وبسیار کے بعد اصل قصیدہ اور اس کی بابت دیگر کچھ تفصیلات میسر آ گئیں تو ہم نے اسے بھی یہاں محفوظ کرنا بہتر جانا، اس لیے اس کے اشعار کو تحریر کر رہے ہیں۔

اردو تذکرہ نگاروں میں سے بعض نے اس کے چند اشعار ذکر کیے ہیں جن میں تمام ہی اہل تشیع حضرات ہیں لیکن افسوس کہ انہوں نے بھی اس قصیدے کا ترجمہ کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی، لہٰذا اس کو نقل در نقل کرنے کا سلسلہ ہمیں کئی اردو کتب میں دکھائی دیتا ہے، اس قصیدے کے بہت سے اشعار مومن بن حسن شبلنجی کی کتاب ''نورالابصار'' میں بھی مذکور ہیں لیکن اس کے مترجم وممدوح نے بھی شاید ضرورت محسوس نہ کرتے ہوئے اِسے ترجمہ سے عاری ہی رہنے دیا ہے۔

بہر کیف ہم نے بفضل اللہ اوّلاً تو قدرے قابلِ اعتبار ماخذ سے اس قصیدے کے ۴۵ اشعار کو نقل کیا اور اعراب لگائے ہیں بعد ازاں اس کا مفہومی ترجمہ زیب قرطاس کیا ہے تاکہ عوام الناس اس کے مطالعہ سے لطف اندوز ہو سکیں۔

نیز ہمیں صاحب" نورالابصار" کی نقل پر اعتماد نہیں تھا اس لیے اس کتاب سے ہم نے کوئی بات اپنی کتاب میں نقل نہیں کی تاکہ کسی کو اعتراض کا موقع نہ مل سکے، اس بارے میں کچھ تفصیل ہم نے مقدمے میں ذکر کی ہے۔

قصیدة التائية للدعبل الخزاعی

۱ مَدَارِسُ آيَاتٍ خَلَتْ مِنْ تِلَاوَةٍ ۔۔۔ وَ مَنْزِلُ وَحْیٍ مقفرُ العَرَصَاتِ

۲ لآلِ رَسُوْلِ اللهِ بِالْخَيْفِ مِنْ منیً ۔۔۔ وَبِالرُّكْنِ وَالتَّعْرِيْفِ وَالْجَمَرَاتِ

۳ دِيَارُ عَلِيٍّ وَ الْحُسَيْنِ وَجَعْفَرٍ ۔۔۔ وَحَمْزَةَ وَ السَّجَّادِ ذِی الثَّفِنَاتِ

۴ دِيَارٌ عَفَاهَا كُلُّ جَوْنٍ مُبَادِرٍ ۔۔۔ وَ لَمْ تعف لِلْأَيَّامِ وَالسَنَوَاتِ

۵ قِفَا نَسْأَلِ الدَّارَ الَّتِی خُفَّ أَهْلُهَا ۔۔۔ مَتَی عَهْدُهَا بِالصَّوْمِ وَالصَّلَوَاتِ

۶ وَأَيْنَ الْأُولٰی شَطَّتْ بِهِمْ غربةُ النّوی ۔۔۔ أَفَانِيْنَ فِی الآفَاقِ مُفْتَرِقَاتِ

۷ هُمْ أَهْلُ مِيْرَاثِ النَّبِيِّ إِذَا اعْتَزُّوا ۔۔۔ وَ هُمْ خَيْرُ قَادَاتٍ وَخَيْرُ حَمَاةٍ

۸ وَمَا النَّاسُ إِلَّا حَاسِدٌ وَ مُكَذِّبٌ ۔۔۔ وَ مُضْطَغِنٌ ذُو إِحْنَةٍ وَتِرَاتِ

۹ إِذَا ذُكِرُوْا قَتْلَی بِبَدْرٍ وَخَيْبَرٍ ۔۔۔ وَ يَوْمَ حُنَيْنٍ أَسْبَلُوا العَبَرَاتِ

۱۰ قُبُوْرٌ بِكُوْفَانٍ وَأُخْرَی بِطَيْبَةٍ ۔۔۔ وَأُخْرَی بِفَخٍّ نَالَهَا صَلَوَاتِی

۱۱ وَ قَبْرٌ بِبَغْدَادٍ لِنَفْسٍ زَكِيَّةٍ ۔۔۔ تَضَمَّنَهَا الرَّحْمٰنُ فِی الغُرُفَاتِ

۱۲ فَأَمَّا الْمُصِمَّاتِ الَّتِی لَسْتُ بَالِغًا ۔۔۔ مُبَالِغُهَا مِنِّی بِكُنْهِ صِفَاتِ

۱۳ إِلَی الْحَشْرِ حَتّٰی يَبْعَثَ اللهُ قَائِماً ۔۔۔ يُفَرِّجُ مِنْهَا الهَمَّ وَالْكُرُبَاتِ

۱۴ نُفُوْسٌ لَدَی النَّهْرَيْنِ مِنْ أَرْضِ كَرْبَلَا ۔۔۔ مُعَرَّسُهُمْ فِيْهَا بِشَطِّ فُرَاتِ

۱۵ تُقَسِّمُهُمْ رَيْبُ الزَّمَانِ كَمَا تَرَی ۔۔۔ لَهُمْ عِقْوَةٌ مَغْشِيَّةُ الحُجُرَاتِ

۱۶ سَوَى أَنَّ مِنهُمْ بِالمَدِيْنَةِ عَصَبَةً — مَدَى الدَّهْرِ أَنْضَاءٌ مِنَ الأَزْمَاتِ

۱۷ قَلِيْلَةَ زُوَّارٍ سَوَى بَعْضِ زُوَّرٍ — مِنَ الضَّبْعِ وَالعِقْبَانِ وَالرَّخَمَاتِ

۱۸ لَهُمْ كلَّ حِيْنٍ نَوْمَةٌ بِمَضَاجِعٍ — لَهُمْ فِي نَوَاحِي الأَرْضِ مُخْتَلَفَاتِ

۱۹ قَدْ كَانَ مِنهُمْ بِالحِجَازِ وَأَهْلِهَا — مُغَاوِيرُ نَحَّارُوْنَ فِي السَّنَوَاتِ

۲۰ تنكَّبُ لأَواءُ السِّنِيْنَ جوارَهُم — فَلَا تصطّلِيهِمْ جَمْرَةُ الجَمَرَاتِ

۲۱ إِذَا أَوْرَدُوْا خَيْلاً تَشَمَّسُ بِالقَنَا — مَسَاعِرُ جَمرِ المَوْتِ وَالغَمَرَاتِ

۲۲ وَ إِن فَخَرُوْا يَوماً أَتَوا بِمُحَمَّدٍ — وَجِبْرِيْلَ وَالفُرْقَانِ ذِى السُّوَرَاتِ

۲۳ مَلامَكَ فِي أَهْلِ النَّبِيِّ فَإِنَّهُمْ — أَحِبَّایَ مَا عَاشُوْا وَ أَهْلُ ثِقَاتِي

۲۴ تَخَيَّرْتُهُمْ رُشْداً لأَمْرِى فَإِنَّهُمْ — عَلَى كُلِّ حَالٍ خِيْرَةُ الخَيْرَاتِ

۲۵ فَيَا رَبِّ زِدْنِي مِنْ يَّقِيْنِي بَصِيْرَةً — وَ زِدْ حُبَّهُمْ يَا رَبِّ فِي حَسَنَاتِي

۲۶ بِنَفْسِي أَنْتُمْ مِنْ كُهُوْلٍ وَفُتْيَةٍ — لَفَكِّ عَنَاةٍ أَوْ لِحَمْلِ دِيَاتِ

۲۷ أُحِبُّ قِصَيَّ الرَّحِمِ مِنْ أَجلِ حُبِّكُمْ — وَأَهْجُرُ فِيْكُمْ أُسْرَتِي وَبَنَاتِي

۲۸ وَأَكْتُمُ حُبِّيْكُمْ مَخَافَةَ كَاشِحٍ — عَنِيْدٍ لِأَهْلِ الحَقِّ غَيْرِ مَوَاتِ

۲۹ لَقَدْ حَفَّتِ الأَيَّامُ حَوْلِى بِشَرِّهَا — وَ إِنِّي لأَرْجُو الأَمْنَ بَعْدَ وَفَاتِي

۳۰ أَلَمْ تَرَ أَنِّي مِنْ ثَلاثِيْنَ حِجَّةً — أَرُوْحُ وَأَغْدُو دَائِمَ الحَسَرَاتِ

۳۱ أَرَى فَيْئَهُمْ فِي غَيْرِهِمْ مُتَقَسِّماً — وَأَيْدِيَهُمْ مِنْ فَيْئِهِمْ صَفِرَاتِ

۳۲ فَآلُ رَسُوْلِ اللهِ نُحْفٌ جُسُوْمُهُمْ — وَآلُ زِيَادٍ حُفَّلُ القَصَرَاتِ

۳۳ بَنَاتُ زِيَادٍ فِي القُصُوْرِ مُصَونَةٌ — وَآلُ رَسُوْلِ اللهِ فِي الفَلَوَاتِ

۳۴ إِذَا وُتِرُوْا مَدُّوْا إِلَى أَهْلِ وِتْرِهِمْ — أَكُفّاً مِنَ الأَوْتَارِ مُنْقَبِضَاتِ

۳۵ فَلَوْلَا الَّذِی أَرْجُوْہُ فِی الیَوْمِ أَوْ غَدٍ لَقَطَّعَ قَلْبِی إِثْرِهِمْ حَسَرَاتِی

۳۶ خُرُوْجُ اِمَامٍ لَا مَحَالَةَ خَارِجٌ يَقُوْمُ عَلَى اِسْمِ اللهِ وَالبَرَكَاتِ

۳۷ يُمَيِّزُ فِيْنَا كُلَّ حَقٍ وَبَاطِلٍ وَيَجْزِی عَلَى النَّعْمَاءِ وَالنُّقْمَاتِ

۳۸ سَأَقْصِرُ نَفْسِی جَاهِداً عَنْ جِدَالِهِمْ كَفَانِی مَا أَلْقَى مِنَ العِبَرَاتِ

۳۹ فَيَا نَفْسُ طِيْبِی ثُمَّ يَا نَفْسُ أَبْشِرِی فَغَيْرُ بَعَيْدٍ كُلُّ مَا هُوَ آتٍ

۴۰ فَإِنْ قَرَّبَ الرَّحْمَنُ مِنْ تِلْكَ مُدَّتِی وَأَخَّرَ مِنْ عُمُرِی لِطُوْلِ حَيَاتِی

۴۱ شَفَيْتُ وَلَمْ أَتْرُكْ لِنَفْسِی رَزِيَةً وَ رَوَّيْتُ مِنْهُمْ مُنْصَلِی وَ قَنَاتِی

۴۲ أَحَاوِلَ نَقْلَ الشَّمْسِ مِنْ مُسْتَقَرِّهَا وَأَسْمَعَ أَحْجَاراً مِنَ الصَّلِدَاتِ

۴۳ فَمِنْ عَارِفٍ لَمْ يَنْتَفِع وَمُعَانِدٍ يَمِيْلَ مَعَ الأَهْوَاءِ وَالشُّبَهَاتِ

۴۴ قَصَارَایَ مِنْهُمْ أَنْ أَمُوْتَ بِغُصَّةٍ تُرَدَّدُ بَيْنَ الصَّدْرِ وَاللَّهَوَاتِ

۴۵ كَأَنَّكَ بِالأَضْلَاعِ قَدْ ضَاقَ رحبَهَا لَمَا ضُمِّنَتْ مِنْ شِدَّةِ الزَفَرَاتِ[183]

۱۔ مکتب قرآنی میں تلاوت کی رونقیں نہ رہیں اور نزول وحی کا مقام بھی ویران ہو گیا ہے۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی اہل بیت کے مساکن وادی خیف، منی، جمرات اور حرم میں تھے۔

۳۔ علی، حسین، جعفر، حمزہ، اور سجاز جیسے بلند شان والے لوگوں کے گھر تھے۔

۴۔ ایسے گھر جنہیں زمانوں کی گردشوں نے بھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔

183۔معجم الأدباء، لیاقوت الحموی الرومی : ج ۳ : ص ۱۲۸۴: تحت الرقم ۴۷۵ : دار الغرب الاسلامی بیروت : الطبعة الأولی ۱۹۹۳ء۔

۵۔ ذرار کو! ہم گھروں سے پوچھ لیں جنہوں نے اپنے اندر ایسی ہستیوں کو چھپائے رکھا تھا کہ ان حضرات کے روزے اور نمازیں کیسی پُر کیف تھیں؟

۶۔ وہ پہلے لوگ کہاں گئے جنہیں مصیبت کی دوریوں نے کائنات میں متفرق کر دیا۔

۷۔ وہی لوگ تو عزت والے اوروارثین مصطفی تھے اور وہ بہتر قائدین اور پناہ گاہوں میں سے تھے۔

۸۔ جبکہ لوگوں میں تو حاسد، جھوٹے اوراپنے دانتوں سے کاٹ کھانے والے نظر آتے ہیں۔

۹۔ جب کبھی بدر و خیبر اور حنین کے شہداء کا تذکرہ ہوتا ہے تو آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں۔

۱۰۔ کوفہ میں کچھ قبریں ہیں جبکہ بقیہ طیبہ میں مدفون ہیں نیز کچھ میدانوں میں ہیں میرا سلام انہیں پہنچے۔

۱۱۔ انہیں میں سے ایک پاکیزہ نفس کی قبر بغداد میں ہے جسے رحمن جل جلالہ نے بہت وسعت بخشی ہے۔

۱۲۔ کچھ ایسے بھی خاموش ہیں جنہیں میں نہیں جان سکا، اُن کی تابندگی نے گویا مجھے ان کی مکمل معرفت سے دور رکھا ہے۔

۱۳۔ ان کی خاموشیاں روزِ حشر تک رہیں حتی کہ قیامت قائم ہوگی جو ان سے ہر غم و تکلیف کو زائل کر دے گی۔

۱۴۔ کچھ جانیں کربلا کی نہر کے پاس ہیں جسے دریائے فرات کی لہروں نے سجایا ہوا ہے۔

۱۵۔ تم انہیں دیکھو تو کہ کیسے زمانے نے ان کے مساکن کو دوری کی تکلیف میں ڈال رکھا ہے۔

۱۶۔ سوائے ان لوگوں کے جو کہ مدینہ ہی میں زمانوں سے اپنے خاندان والوں کے ساتھ ہیں۔

۱۷۔ بہت کم لوگ ان کی زیار کرنے آتے ہیں البتہ جانداروں میں سے گوہ، سانپ اور دیگر جنگلی جانور حاضری دیتے ہیں۔

۱۸۔ یہ حضرات اپنی آمجگاہوں میں سکون کی نیند سوتے ہیں جبکہ ان کے ارگرد والوں کا حال بہت مختلف ہے۔

۱۹۔ اور جو حجاز اوراس کے آس پاس مدفون ہیں وہاں تو چکر لگانے والے سالوں میں آتے ہیں۔

۲۰۔ سالوں کی گردش نے ان کے مساکن کو راستوں سے دور کر دیا لیکن پھر بھی انہیں چٹیل میدان نہ کر سکی۔

۲۱۔ جب گھوڑے وہاں آتے ہیں تو گرمی کی شدت سے ان کی کھال اُدھڑنے لگتی ہے گویا وہ موت کی وادی میں پہنچنے والے ہیں۔

۲۲۔ لیکن ان لوگوں کے لیے یہ بات کیا کم فخر کی ہے کہ محمد، جبرائیل اور سورتوں والا فرقان (یعنی قرآن مجید) بھی ان کی حمایت والا ہے۔

۲۳۔ تجھے اہل بیت سے تعلق رکھنے پر ملامت کی جاتی ہے، ارے! وہ تو ایسے لوگ ہیں جو زندہ رہے تو محبوب الناس اور قابل اعتبار تھے۔

۲۴۔ تم انہیں اپنا مقتداء بنا کے کامیابی ہی پاؤ گے کیونکہ یہ لوگ تو ہر حال میں بہترین ہستیاں ہیں۔

۲۵۔ اے میرے ربّ! میری بصیرت میں اضافہ فرما، اور اے میرے ربّ! ان کی محبت کو زیادہ کر کے میری نیکیاں میں شامل فرما۔

۲۶۔ میری جان اہل بیت پر قربان! آپ لوگوں میں سے نوجوان ہوں یا ادھیڑ عمر سب ہی نے لوگوں کی مشکلات کو حل کیا ہے کبھی مصیبت دور کر کے اور کبھی ان کے قرضوں کو ادا کر کے۔

۲۷۔ مجھے اہل بیت کی محبت کی وجہ سے صلہ رحمی کرنا اچھا لگتا ہے اور میں آپ حضرات کے لیے اپنے خاندان اور بیٹیوں کو بھی چھوڑ سکتا ہوں۔

۲۸۔ میں اہل بیت کی محبت کو ایسے منافق، جھگڑنے والوں کی وجہ سے چھپائے بیٹھا ہوں جو ہمیشہ اہل حق کی مخالفت میں کوشاں ہیں۔

۲۹۔ سالوں کی گردش نے مجھے ان کے شر سے محفوظ کیے رکھا ہے لیکن مجھے امید ہے کہ مرنے کے بعد تو امن نصیب ہو گا۔

۳۰۔ کیا تم نے مجھے نہیں دیکھا کہ تیس سال کی حجت ہو چکی اور میں صبح و شام حسرت سے انتظار میں ہوں۔

۳۱۔ میں اُن کے لشکریوں کو دیکھتا ہوں کہ ان میں مال و دولت تقسیم کی جاتی ہے لیکن جب اہل بیت کے ہاتھوں کی جانب دیکھتا ہوں تو خالی نظر آتے ہیں۔

۳۲۔ اہل بیت نبوی کے جسم (فاقوں اور مصائب کی وجہ سے) کمزور ہوتے جارہے ہیں جبکہ زیاد کی اولاد محلوں میں محافل کرتے پھرتی ہے۔

۳۳۔ زیاد کی بیٹیاں سجے ہوئے محلوں میں رہتی ہیں اورآل رسول صحراؤں میں خیمہ فگن ہیں۔

۳۴۔ جب بھی ستایا جاتا ہے تو اسی خانوادے کے افراد کو ستایا جاتا ہے اور ہاتھوں کو انہی کی باری میں بند کر لیا جاتا ہے۔

۳۵۔ اگر مجھے عنقریب کسی بھلائی کی امید باقی نہ ہوتی تو میں ان صدموں اور اہل بیت کی خوشحالی کی حسرت لیے ہی اپنے دل کو مار لیتا۔

۳۶۔ لیکن بہت جلد ایک امام کا ظہور ہونے والا ہے تو اللہ تعالی کے نام کی برکتوں سے حق کا قیام فرمائے گا۔

۳۷۔ جو ہمارے درمیان ہر حق وباط کا فیصلہ فرمائے گا اور سزاوجزا کا سلسلہ جارے فرمائے گا۔

۳۸۔ لہٰذا میں نے اپنے تئیں ان ظالموں سے لڑنا کم کر دیا ہے بس میرے آنسو ہی اس موقع پر کافی ہیں۔

۳۹۔ اے میری جان! خوش ہو جا، پھر اے میری جان! شادمان ہو جا، اب آنے والا زیادہ دور نہیں۔

۴۰۔ اگر اللہ تعالی نے اس زمانے کو نزدیک ہی رکھا اور میری عمر کو کچھ طوالت بخشی۔

۴۱۔ تو میں اپنی جان کو ان پر قربان کردوں گا اور اپنے پر کوئی احسان باقی نہیں رکھوں گا اور ان کی مصاحبت سے خوب سیر ابی حاصل کروں گا۔

۴۲۔ وہ جو سورج کو اس کی جگہ سے ہلا دیں گے اور سخت پتھروں کو بھی ان کی دعوت سنائی دے گی۔

۴۳۔ پھر بھلا کون سی جاننے والا باقی رہے گا جو ان سے بہرہ یاب نہ ہو گا حتی کہ ان کے دشمن بھی اپنی خواہشات کے باوجود انہیں کی طرف رجوع کریں گے۔

۴۴۔ ہاں کچھ ایسے بھی ہوں گے جو غصہ ہی میں مر جائیں گے کہ ان کی نفرتیں ان کے دلوں ہی میں رہ جائیں گی۔

۴۵۔ گویا اُن کی پسلیاں وسعت کے باوجود تنگ ہونے لگیں گی اور اب شدید نفرتوں کو سمیٹ نہیں پا رہیں۔(ان دشمنوں کو نفرت اس بات پر ہے کہ اہل بیت کو اللہ تعالی کی طرف سے ایسی شان ملی اور ہمیں کیوں نہیں ملی)۔

مذکورہ بالا ۱۴۵ اشعار کے بعد ہمیں ایک ضعیف ماخذ سے مکمل قصیدہ بھی مل گیا جسے ہم یہاں بمع اعراب نقل کر رہے ہیں، لیکن اس کے بعض اشعار میں قدرے سخت و غیر مناسب گفتگو کی گئی ہے جس کا سیاق وسباق واضح کرتا ہے کہ وہ اشعار الحاقی ہیں لہٰذا ہم صرف اہل علم کی معلومات کے لیے اصل متن لکھ دیتے ہیں ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

ان اشعار میں الحاق کا تصور یوں بھی پختہ ہوتا ہے کہ امام علی الرضا کے سامنے ایسے اشعار کا پڑھا جانا اور اور آپ کا سن کر خاموش رہنا کسی بھی لحاظ سے درست معلوم نہیں ہوتا۔ بہر کیف قصیدے کے اشعار یہ ہیں اوراس کی تحقیق و تنقیح کرنا ہمارااس کتاب میں مقصود نہیں، کوئی اہل علم اگر کرنا چاہیے تو ایک علمی کام ہو گا۔

"قصیدۃ التائیۃ" مکمل

تَجَاوَبْنَ بِالْأَرْنَانِ وَالزَّفِرَات — نَوَائِحُ عُجْمِ اللَّفْظِ وَالنُّطقَاتِ

يُخْبِرْنَ بِالْأَنْفَاسِ عَنْ سِرِّ أَنفُسٍ — أُسَارَى هُوىً مَاضٍ وَآخِرُ آتِ

فَأَسْعَدْنَ أَوْ أَسْعَفْنَ حَتَّى تَقَوَّضَتْ — صُفُوْفُ الدَّجِى بِالفَجْرِ مُنْهَزِمَاتِ

عَلَى العَرَصَاتِ الْخَالِيَاتِ مِنَ المَهَا — سَلَامُ شَجٍّ صُبَّ عَلَى العَرَصَاتِ

فَعَهْدِى بِهَا خُضْرَ المَعَاهِدِ مَأْلفاً — مِنَ العَطَرَاتِ البِيْضِ وَالْخُفَرَاتِ

لَيَالِى يُعِيْدِينَ الوِصَالَ عَلَى القِلَى — وَ يُعدى تُدَانِيْناً عَلَى الغُرَبَاتِ

وَإِذ هُنَّ يَلْحَظْنَ العُيُوْنَ سَوَافِراً — وَيَسْتُرْنَ بِالْأَيْدِى عَلَى الوَجَنَاتِ

وَ إِذْ كُلُّ يَومٍ لِى بِلَحْظِى نَشْوَةٌ — يَبِيْتُ لَهَا قَلْبِى عَلَى نَشَوَاتِ

فَكَمْ حَسَرَاتٍ هَاجَهَا بِمُحَسِّرٍ — وُقُوْفِى يَوْمَ الْجَمْعِ مِنْ عَرَفَاتِ

أَلَم تَرَ لِلْأَيَّامِ مَا جَرَّ جَوْرُهَا — عَلَى النَّاسِ مِنْ نَقْصٍ وَطُوْلِ شَتَاتِ

وَ مِنْ دول الْمُسْتَهْزِئِيْنَ وَمِنْ غَدَا — بِهِمْ طَالِباً لِلنُّوْرِ فِي الظُّلُمَاتِ

فَكَيْفَ وَمِنْ أَنَّى يُطَالِبُ زُلْفَةً — إِلَى اللهِ بَعْدَ الصَّوْمِ وَ الصَّلَوَاتِ

وَهِنْدٌ وَ مَا أَدَّتْ سُمَيَّةُ وَابْنُهَا — أُولُو الكُفْرِ فِي الاسْلَامِ وَالفُجَرَاتِ

هُمْ نَقَضُوا عَهْدَ الكِتَابِ وَفَرْضَهُ — وَمُحْكَمَهُ بِالزُّوْرِ وَالشُّبُهَاتِ

وَلَم تَكُ إِلاَّ مِحْنَة كَشَفَتْهُم — بِدَعْوَى ضَلَالٍ مِنْ هُنٍ وَهُنَاتِ

تُرَاثٌ بِلاَ قُرْبَى وَمِلْكٌ بِلاَ هُدىً ... وَحُكْمٌ بِلاَ شُوْرَى بِغَيْرِ هُدَاتِ

رَزَايَا أَرَتْنَا خُضْرَةَ الأُفُقِ حُمْرَةً ... وَرَدَّتْ أُجَاجاً طَعْمَ كُلِّ فُرَاتِ

وَ مَا سَهَّلَتْ تِلْكَ المَذَاهِبُ فِيْهِم ... عَلَى النَّاسِ إِلاَّ بَيْعَةَ الفُلْتَاتِ

وَمَا قِيْلَ أَصْحَابُ السَقِيْفَةِ جَهْرَةً ... بِدَعْوَى تُرَاثٍ فِي الضَلَالِ بَنَات،

وَ لَوْ قَلَّدُوا المُوْصَى إِلَيْهِ أُمُوْرَهَا ... لَزُمَّتْ بِمَأْمُوْنٍ مِنَ العَثَرَاتِ

أَخِي خَاتِمِ الرُّسْلِ المُصَفَّى مِنَ القَذَى ... وَمُفْتَرِسَ الأَبْطَالِ فِي الغَمَرَاتِ

فَإِنْ جَحَدُوْا كَانَ الغَدِيْرُ شَهِيْدَهُ ... وَبَدْرٌ وَأُحُدٌ شَامِخُ الهَضَبَات

وَآيٌ مِنَ الْقُرْآنِ تُتلَى بِفَضْلِهِ ... وَ إِيْثَارُهُ بِالقُوْتِ فِي اللَّزُبَات

وَعِزُّ خِلَالٍ أَدْرَكَتْهُ بِسَبْقِهَا ... مَنَاقِبُ كَانَتْ فِيْهِ مُؤْتَنِفَات

مَنَاقِبُ لَمْ تُدْرَك بِخَيْرٍ وَلَمْ تَنَلْ ... بِشَيْءٍ سِوَى حَدّ القَنَا الذَّرِبَاتِ

نَجِيٌّ لِجِبْرِيلَ الأَمِيْنِ وَ أَنْتُم ... عَكُوْفٌ عَلَى العزى مَعاً وَمَنَاةِ

بَكَيتُ لِرَسمِ الدَّارِ مِنْ عَرَفاتِ ... وَأَجْرَيْتُ دَمْعَ العَينِ بِالعِبَرَاتِ

وبَانَ عُرَى صَبْرِى وَهَاجَتْ صَبَابَتِى ... رُسُوْمُ دِيَارٍ قَدْ عَفَتْ وَعِرَات

مَدَارِسُ آيَاتٍ خَلَتْ مِنْ تِلَاوَةٍ ... وَ مَنْزِلُ وَحْى مقفرُ العَرَصَاتِ

لآلِ رَسُوْلِ اللهِ بِالخَيْفِ مِنْ منىً ... وَبِالبَيْتِ وَالتَّعْرِيْفِ وَالجَمَرَاتِ

دِيَارٌ لِعَبْدِ اللهِ بِالْخَيْفِ مِنْ مِنىً ... وَ لِلسَّيِّدِ الدَّاعِى اِلَى الصَّلَوَاتِ

دِيَارُ عَلِيٍّ وَ الحُسَيْنِ وَجَعْفَرٍ ... وَحَمْزَةَ وَ السَّجَّادِ ذِى الثَّفِنَاتِ

دِيَارٌ لِعَبْدِ اللهِ وَالْفَضْلِ صَنْوِهِ ... نَجِيِّ رَسُوْلِ اللهِ فِى الخَلَوَاتِ

وَسِبْطَی رَسُوْلِ اللهِ وَ ابْنَی وَصِیّةٍ وَ وَارِثُ عِلْمِ اللهِ وَالحَسَنَاتِ

مَنَازِلُ وَحیِّ اللهِ یَنْزِلُ بَیْنَهَا عَلَی أَحْمَدَ المَذْکُورِ فِی السُّوَرَاتِ

مَنَازِلُ قَوْمٍ یُهْتَدَی بِهُدَاهُم وَ تُؤْمَنُ مِنْهُمْ زَلَّةُ العَثَرَاتِ

مَنَازِلُ کَانَتْ لِلصَّلَاةِ وَ لِلتُّقَی وَلِلصَّوْمِ وَالتَّطْهِیْرِ وَالحَسَنَاتِ

مَنَازِلُ لاَ تَیم یَحِلُّ بِرِبْعِهَا وَلا ابْنُ صِهَاكٍ فَاتِكِ الحُرَمَاتِ

دِیَارٌ عَفَاهَا جَوْرُ کُلِّ مُنَابِذٍ وَلَمْ تَعْفُ لِلأَیَّامِ وَالسَّنَوَاتِ

قِفَا نَسْأَلِ الدَّارَ الَّتی خَفَّ أَهْلُهَا مَتَی عَهْدُهَا بِالصَّوْمِ وَالصَّلَواتِ

وَأَیْنَ الأُوْلَی شَطَّتْ بِهِمْ غربةُ النّوی أَفَأَنَّیْنَ فِی الأَطْرَافِ مُفْتَرِقَاتِ

هُمْ أَهْلُ مِیْرَاثِ النَّبِیِّ إِذَا اعتَزَوا وَ هُمْ خَیْرُ سَادَاتٍ وَخَیْرُ حَمَاةٍ

إِذَا لَمْ نُنَاجِ اللهَ فِی صَلَوَاتِنَا بِأَسْمَائِهِمْ لَمْ یَقْبَلِ الصَّلَوَاتِ

مُطَاعِیْمُ فِی الأَقْطَارِ فِی کُلِّ مَشْهَدٍ لَقَدْ شَرَفُوْا بِالفَضْلِ وَالبَرَکَاتِ

وَمَا النَّاسُ إِلَّا غَاصِبٌ وَ مُکَذِّبٌ وَ مُضطَغِنٌ ذُو إِحْنَةٍ وَتِرَاتِ

إِذَا ذَکَرُوْا قَتْلَی بِبَدْرٍ وَخَیْبَرٍ وَ یَوْمَ حُنَیْنٍ أَسْبلُوا العَبَرَاتِ

فَکَیْفَ یُحِبُّوْنَ النَّبِیَّ وَرَهْطَهُ وَهُمْ تَرَکُوْا أَحْشَاءَ نَا وَغِرَاتِ

لَقَدْ لاَ یَنُوْهُ فِی المَقَالِ وَأَضْمَرُوا قُلُوباً عَلَی الأَحْقَادِ مُنْطَوِیَاتِ

فَإِن لَمْ تَکُنْ إِلاَّ بِقُرْبَی مُحَمَّدٍ فَهَاشِمُ أَوْلَی مِنْ هنٍ وَهَنَاتِ

سَقَی اللهُ قَبْراً بِالمَدِیْنَةِ غَیْثَهُ فَقَدْ حَلَّ فِیْهِ الأَمْنُ بِالبَرَکَاتِ

نَبِیُّ الهُدَی صَلَّی عَلَیْهِ مَلِیْکُهُ وَبَلَّغَ عَنَّا رُوْحَهُ التُّحَفَاتِ

وَصَلَّى عَلَيْهِ اللهُ مَا ذَرَّ شَارِقٌ وَلَاحَتْ نُجُومُ اللَّيْلِ مُبْتَدِرَاتِ
أَفَاطِمُ لَوْ خِلْتِ الحُسَيْنَ مُجَدَّلًا وَ قَدْ مَاتَ عَطْشَاناً بِشَطِّ فُرَاتِ
إذاً لَلَطَمْتِ الخَدَّ فَاطِمُ عِنْدَهُ وَأَجْرَيتِ دَمْعَ العَيْنِ فِي الوَجَنَاتِ
أَفَاطِمُ قُومِي يَا ابْنَةَ الخَيْرِ فَانْدُبِي نُجُومَ سَمَاوَاتٍ بِأَرْضِ فَلاَتِ
قُبُورٌ بِكُوفَانٍ وَأُخْرَى بِطَيْبَةٍ وَأُخْرَى بِفَخٍّ نَالَهَا صَلَوَاتِ
وَأُخْرَى بِأَرْضِ الجَوْزَجَانِ مَحَلُّهَا وَ قَبْرٌ بِبَا خُمْرَاءِ لَدَى الغُرْبَاتِ
وَ قَبْرٌ بِبَغْدَادٍ لِنَفْسٍ زَكِيَّةٍ تَضَمَّنَهَا الرَّحْمَنُ فِي الغُرُفَاتِ
وَقَبْرٌ بِطُوسٍ يَالَهَا مِن مُصِيبَةٍ أَلَحَت عَلَى الأَحْشَاءِ بِالزَّفِرَاتِ
إِلَى الحَشْرِ حَتَّى يَبْعَثَ اللهُ قَائِماً يُفَرِّجُ عَنَّا الغَمَّ وَالكُرُبَاتِ
عَلِيّ بْنِ مُوسَى أَرْشَدَ اللهُ أَمْرَهُ وَ صَلَّى عَلَيْهِ أَفْضَلَ الصَّلَوَاتِ
فَأَمَّا المُمَضَّاتِ الَّتِي لَستُ بَالِغًا مَبَالِغَهَا مِنِّي بِكُنْهِ صِفَاتِ
قُبُورٌ بِبَطْنِ النَهْرِ مِنْ جَنْبِ كَرْبَلَا مُعَرَّسُهُم مِنْهَا بِشَطِّ فُرَاتِ
تُوُفُّوا عُطَاشاً بِالفُرَاتِ فَلَيْتَنِي تَوَفَّيْتُ فِيهِمْ قَبْلَ حِينِ وَفَاتِي
إِلَى اللهِ أَشكُو لَوْعَةً عِنْدَ ذِكرِهِم سَقَتْنِي بِكَأْسِ الذُّلِّ وَالقُصَعَاتِ
أَخَافُ بِأَن أَزدَارَهُم فَتَشَوَّقُنِي مَصَارِعُهُم بِالجَزْعِ وَالنَّخَلَاتِ
تَقَسَّمَهُمْ رَيْبُ المَنُونِ فَمَا تَرَى لَهُمْ عَقرَةً مَغْشِيَّةَ الحُجُرَاتِ
خَلاَ أَنَّ مِنْهُم بِالمَدِينَةِ عُصْبَةً مَدِينِينَ أَنْضَاءاً مِنَ اللَّزِبَاتِ
قَلِيلَةُ زُوَّارٍ سِوَى أَن زُوَّراً مِنَ الضَّبْعِ والعِقْبَانِ وَالرَّخَمَاتِ

لَهُم كُلَّ يَوْمٍ تَرِبَةٌ بِمَضَاجِعَ ثَوتْ فِي نَواحِي الأَرْضِ مُفْتَرِقَاتِ
تَنكَبُّ لَأْوَاءِ السِّنِيْنَ جِوارهُم وَلَا تَصْطَلِيهُمُ جَمْرَةُ الجَمَرَاتِ
وَقَدْ كَانَ مِنْهُم بِالحِجَازِ وَأَرْضِهَا مُغَاوِيرُ نَحَّارُوْنَ فِي الأَزِمَاتِ
حِمىً لَمْ تَزُرْهُ المُذنِبَاتُ وَأَوْجَهٌ تَضِيئُ لَدَىٰ الأَسْتَارِ وَ الظُّلُمَاتِ
إِذَا وَرَدُوا خَيْلاً بِسَمّرٍ مِنَ القَنَا مُسَاعِيْرُ حَرْبٍ أَقْحَمُوا الغَمَرَاتِ
وَ إِن فَخَرُوْا يَوْماً أَتَوا بِمُحَمَّدٍ وَجِبْرِيْلَ وَالفُرْقَانِ وَالسُوْرَاتِ
وَعَدُّوا عَلِيّاً ذَا المَنَاقِبِ وَالعُلَا وَفَاطِمَةَ الزَّهْرَاءَ خَيْرَ بَنَاتِ
وَحَمْزَةَ وَالعَبَّاسَ ذَا الهُدَىٰ وَالتُّقَى وَجَعْفَراً الطَّيّارَ فِي الحُجُبَاتِ
أُوْلَئِكَ لا مُنْتُوجَ هِنْدٍ وَحِزْبِهَا سُمَيَّةَ مِنْ نَوْكِي وَ مِن قَذِرَاتِ
سَتُسْأَلُ تَيمٌ عَنْهُمْ وَعَدِيُّهَا وَ بَيْعَتُهُمْ مِنْ أَفْجَرِ الفُجَرَاتِ
هُمْ مَنَعُوْا الآبَاءَ عَنْ أَخْذِ حَقِّهِم وَهُم تَرَكُوْا الأَبْنَاءَ رَهِنَ شِتَاتِ
وَهُمْ عَدَلُوْهَا عَنْ وَصِيِّ مُحَمَّدٍ فَبَيْعَتُهُمْ جَاءَتْ عَلَى الغَدَرَاتِ
وَلِيُّهُمْ صِنْوُ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ أَبو الحَسَن الفَرَّاجُ لِلغَمَرَاتِ
مَلَامُكَ فِي آلِ النَّبِيِّ فَإِنَّهُم أَحِبَّایَ مَا دَامُوْا وَأَهْلُ ثِقَاتِي
تَخَيّرْتُهُم رُشْداً لِنَفْسِي وَ اِنَّهُمْ عَلَى كُلِّ حَالٍ خَيْرَةَ الخَيْرَاتِ
نَبَذْتُ إِلَيْهِم بِالمَوَدَّةِ صَادِقاً وَسَلَّمْتُ نَفْسِي طَايِعاً لِوُلَاتِي
فَيَارَبِّ زِدْنِي فِي هَوَایَ بَصِيْرَةً وَ زِدْ حُبَّهُمْ يَا رَبِّ فِي حَسَنَاتِي
سَأَبْكِيْهُمْ مَا حَجَّ لِلّٰهِ رَاكِبٌ وَمَا نَاحَ قُمْرِيٌّ عَلَى الشَّجَرَاتِ

وَ انِّی لِمَوْلَاهُم وَقَالٍ عَدُوَّهُم   وَ اِنِّی لَمَحْزُوْنٌ بِطُوْلِ حِیَاتِی

بِنَفْسِی أَنْتُمْ مِنْ كُهُوْلٍ وَفُتْيَةٍ   لِفَكِّ عَنَاةٍ أَو لِحَمْلِ دِيَاتِ

وَ لِلخَیْلِ لَمَا قَیَّدَ المَوْتُ خُطوَهَا   فَأَطْلَقْتُمْ مِنهُنَّ بِالذَّرِيَاتِ

أُحِبُّ قَصِیَّ الرَّحِمِ مِنْ أَجْلِ حُبِّكُم   وَ أَهْجُرُ فِيْكُم زَوْجَتِی وَ بَنَاتِی

وَ أَكْتُمُ حُبِّيْكُمْ مَخَافَةَ كَاشِحٍ   عَنِيدٍ لِأَهْلِ الحَقِّ غَيْرَ مُوَاتِ

فَيَا عَيْنُ أَبْكَيْهِم وَجُوْدِی بِعِبْرَةٍ   فَقَدْ آنَ لِلتِّسْكَابِ وَالهَمَلَاتِ

لَقَدْ خِفتُ فِی الدُّنْيَا وَأَيَّامِ سَعْيِهَا   وَ إِنِّی لَأَرْجُو الأَمْنَ بَعْدَ وَفَاتِی

أَلَمْ تَرَ أَنِّی مُنْذُ ثَلَاثِينَ حُجَّةً   أَرُوْحُ وَ أَغْدُو دَائِمَ الحَسَرَاتِ

أَرَى فَيْئَهِم فِی غَيْرِهِمْ مُتَقَسِّماً   وَ أَيْدِيهِمْ مِنْ فَيْئِهِمْ صَفِرَاتِ

وَ كَيْفَ أُدَاوِی مِنْ حُوَى بِی وَالجَوَى   أُمَيَّةُ أَهْلُ الكُفْرِ وَاللَّعَنَاتِ

وَآلُ زِيَادٍ فِی الحَرِيْرِ مَصُوْنَةٌ   وَآلُ رَسُوْلِ اللهِ مُنْهَتِكَاتِ

سَأَبْكَيْهِم مَا ذَرَّ فِی الأُفُقِ شَارِقاً   وَنَادَى مُنَادِی الخَيْرِ بِالصَّلَوَاتِ

وَمَا طَلَعَتْ شَمْسٌ وَحَانَ غُرُوْبُهَا   وَبِاللَّيْلِ أَبْكَيْهِم وَبِالغَدَوَاتِ

دِيَارُ رَسُوْلِ اللهِ أَصْبَحْنَ بَلْقَعاً   وَآلُ زِيَادٍ تَسْكُنُ الحُجُرَاتِ

وَآلُ رَسُوْلِ اللهِ تُدْمَى نُحُوْرُهُم   وَآلُ زِيَادٍ رِبَّةُ الحَجَلَاتِ

وَآلُ رَسُوْلِ اللهِ تُسْبَى حَرِيْمُهُمْ   وَآلُ زِيَادٍ آمَنُوا السَّرِبَاتِ

وَآلُ زِيَادٍ فِی القُصُوْرِ مَصُوْنَةٌ   وَآلُ رَسُوْلِ اللهِ فِی الفَلَوَاتِ

إِذَا وُتِرُوْا مَدُّوا إِلَى وَاتِرِيهِم   أَكُفّاً عَنِ الأَوْتَارِ مُنْقَبِضَاتِ

فَلَولا الَّذِی أَرجُوهُ فِی الیَوْمِ أَو غَدٍ — تَقَطَّعَ نَفْسِی إِثْرَهُمْ حَسَرَاتِ

خُرُوْجُ إِمَامٍ لاَ مَحَالَةَ خَارِجٌ — يَقُومُ عَلَى اِسْمِ اللهِ وَالْبَرَكَاتِ

يُمَيِّزُ فِيْنَا كُلَّ حَقٍّ وَبَاطِلٍ — وَيُجْزِى عَلَى النَّعْمَاءِ وَالنَّقِمَاتِ

فَيَا نَفْسُ طِيْبِی ثُمَّ يَا نَفْسُ فَأَبْشِرِی — فَغَيْرُ بَعِيْدٍ كُلُّ مَا هُوَ آتِ

وَلاَ تَجْزَعِی مِنْ مُدَّةِ الجَوْرِ إِنَّنِی — أَرَى قُوَّتِی قَدْ آذَنَتْ بِثُبَاتِ

فَإِن قَرَّبَ الرَّحْمَنُ مِنْ تِلْكَ مُدَّتِی — وَ أَخَّرَ مِنْ عُمْرِی وَ وَقْتِ وَفَاتِی

شَفَّيتُ وَ لَمْ أَتْرُك لِنَفْسِی غَصَّةً — وَ رَوّيتُ مِنْهُمْ مُنْصِلِی وَ قَنَاتِی

فَإِنِّی مِنَ الرَّحْمَنِ أَرْجُو بِحُبِّهِمْ — حَيَاةً لَدَى الفِرْدَوْسِ غَيْرَ تَبَاتِ

عَسَى اللهُ أَن يَرْتَاحَ لِلخَلْقِ إِنَّهُ — إِلَى كُلِّ قَوْمٍ دَائِمُ اللَّحَظَاتِ

فَإِن قُلْتُ عُرْفاً أَنْكَرُوهُ بِمُنْكَرٍ — وَغَطَّوْا عَلَى التَّحْقِيْقِ بِالشُّبُهَاتِ

تَقَاصَرَ نَفْسِی دَائِماً عَنْ جِدَالِهِم — كَفَانِی مَا أَلْقَى مِنَ العِبَرَاتِ

أُحَاوِلُ نَقْلَ الصُّمِّ مِنْ مُسْتَقَرِّهَا — وَ أَسْمَاءَ أَحْجَارٍ مِنَ الصَّلِدَاتِ

فَحَسْبِی مِنْهِم أَن أَبوءَ بِغُصَّةٍ — تُرَدَّدُ فِی صَدْرِی وَ فِی لَهَوَاتِی

فَمِنْ عارِفٍ لَمْ يَنْتَفِعْ وَ مُعَانِدٍ — تَمِيْلُ بِهِ الأَهْوَاءُ لِلشَّهَوَاتِ

كَأَنَّكَ بِالأَضْلاَعِ قَدْ ضَاقَ ذِرعُهَا — لَمَا حَمَلَتْ مِنْ شِدَّةِ الزَّفِرَاتِ[184]

184۔ کشف الغمّۃ فی معرفۃ الائمّۃ، لابی الحسن اربلی، المتوفی ۶۹۳ھ : ج ۳ : ص۱۱۷۔۱۱۲: دار الأضواء بیروت، لبنان : الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔

ابراہیم بن اسماعیل بن داؤد

صاحب کتاب "التذکرۃ الحمدونیۃ" نے ان کے مندرجہ ذیل اشعار بیان کیے ہیں۔

مرثیہ کے حوالے سے ابراہیم بن اسماعیل نے سیّدنا علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ کے لیے یہ پُر درد اشعار کہے:

إِنَّ الرَّزِيَّةَ يَا ابْنَ مُوسَى لَمْ تَدَعْ   فِي العَينِ بَعْدَكَ لِلمَصَائِبِ مُدْمَعَا

والصَبْرُ يُحْمَدُ فِي المَوَاطِنِ كُلِّهَا   وَالصَبْرُ أَن يُبْكَى عَلَيْكَ وَ يُجْزَعَا

ترجمہ: اے ابن موسیٰ! تم نے (اپنے اوپر) کسی کا احسان باقی نہیں چھوڑا (بلکہ سب کا بدلہ چکا دیا ہے) بس اب آنکھیں ہیں جو تیرے فراق میں بہتیں ہیں، اگرچہ صبر کرنا ہر مقام پر قابل تعریف ہے لیکن تیری جدائی میں تو خود صبر بھی روتا اور گریہ کناں نظر آتا ہے۔[185]

185۔ التذکرۃ الحمدونیۃ، لابن حمدون: ج ۴: ص ۱۹۷: رقم ۴۸۴: دار صادر بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۹۹۶ء۔ وایضاً فی مجموعۃ المعانی ۱۱۸۔ ونہایۃ الأرب ج ۵: ص ۱۶۹۔

امام علی رضا رضی اللہ عنہ اور جھوٹے صحائف وروایات

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

(سیّدنا امام) علی الرضا کی شان بہت ارفع تھی اور آپ واقعی منصب خلافت کے حق دار تھے لیکن آپ کو جھٹلایا گیا اور دراصل یہ کرنے والے بھی رافضی ہی تھے جنہوں نے آپ کے بارے میں وہ کچھ کہا جو کہ آپ کے لیے شایاں نہیں تھا، انہوں نے آپ کے بارے میں عصمت (یعنی نبی کی طرح معصوم ہونے) کا دعویٰ کیا (معاذ اللہ) بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ گئے، حالانکہ اللہ تعالی نے ہر شی کی ایک حد مقرر کر رکھی ہے۔

آپ (سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ) اُن تمام نسخوں سے بری الذمہ ہیں جنہیں آپ کی جانب (''صَحِيْفَةُ الرِّضَا'' وغیرہ کے ناموں سے) منسوب کر کے گھڑا گیا ہے، انہیں (صحائف وکتب) میں سے یہ (موضوع وگھڑی ہوئی) روایات بھی ہیں:

۱۔ اَلسَّبْتُ لَنَا، وَالأَحَدُ لِشِيْعَتِنَا، وَالاثْنَيْنِ لِبَنِي أُمَيَّةَ، وَالثُّلَاثَاءُ لِشِيْعَتِهِمْ، وَالأَرْبِعَاءُ لِبَنِي العَبَّاسِ، وَالخَمِيْسُ لِشِيْعَتِهِمْ، وَالجُمُعَةُ لِلنَّاسِ جَمِيْعًا.

ترجمہ: ہفتہ کے دن ہمارے لیے، اتوار کا دن ہماری جماعت (شیعوں) کے لیے، پیر کا دن بنو امیہ کے لیے، منگل کا دن بنو امیہ کی جماعت کے

لیے، بدھ کا دن بنو عباس کے لیے، جمعرات کا دن بنو عباس کی جماعت کے لیے اور جمعہ کا دن تمام لوگوں کے لیے ہے۔

۲۔ لَمَّا أُسْرِیَ بِی، سَقَطَ مِنْ عِرْقِی فَنبَتَ مِنْهُ الوَرْدُ.

ترجمہ: معراج کی رات حضور کا پسینہ بہا جس سے گلاب کا پھول پیدا ہوا۔

۳۔ اِدَّهَنُوا بِالبَنَفْسَنْج، فَاِنَّهُ بَارِدٌ فِی الصَّیْفِ حَارٌّ فِی الشِّتَاءِ

ترجمہ: ''بنفشہ'' کا تیل استعمال کرو کیونکہ یہ (تاثیر کے لحاظ سے) گرمی میں ٹھنڈا اور سردی میں گرم ہوتا ہے۔

۴۔ مَنْ أَكَلَ رُمَّانَةً بِقِشْرِهَا، أَنَارَ اللهُ قَلْبَهُ أَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً.

ترجمہ: جس نے انار کو چھلکے سمیت کھایا اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کے قلب کو روشن کر دے گا۔

۵۔ اَلْحِنَّاءُ بَعْدَ النُّوْرَةِ أَمَانٌ مِنَ الْجُذَامِ.

ترجمہ: (غیر ضروری بالوں کے خاتمہ کے لیے) چونا استعمال کرنے کے بعد مہندی کا استعمال کرنا جذام سے نجات دیتا ہے۔

۶۔ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا عَطَسَ، قَالَ لَهُ عَلِیٌّ: رَفَعَ اللهُ ذِكْرَكَ، وَ اِذَا عَطَسَ عَلِیٌّ، قَالَ لَهُ النَّبِیُّ ﷺ: أَعْلَی اللهُ كَعْبَكَ.

ترجمہ: جب کبھی حضور نبی کریم ﷺ کو چھینک آتی تو حضرت علی عرض کرتے: اللہ تعالیٰ آپ کے ذکر کو بلند کرے اور جب کبھی حضرت علی کو

چھینک آتی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے: اللہ تعالیٰ تمہاری شان کو بلند کرے۔

یہ تمام روایات واحادیث گمراہوں کی طرف سے گھڑی ہوئی ہیں۔[186]

(سیّدنا امام علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ کا دامن اقدس ایسی روایات سے پاک ہے کیونکہ آپ جلیل الشان، صادق القول شخصیت کے حامل تھے، آپ کی سچائی پر تمام ہی ائمہ ذی شان گواہی دے رہے ہیں اس لیے آپ کی ذات سے ایسی روایات کا صدور ممکن ہی نہیں، ایسی تمام ہی روایات اہل تشیع وغیرہ اور دیگر مخالفین نے ایجاد کیں ہیں)۔

تصانیف امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی حقیقت

امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کا شمار اُمت مسلمہ کے اُن افراد میں ہوتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حسبی و نسبی شرافت کے ساتھ ساتھ علمی وروحانی کمال بھی عطا فرمایا تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ سے اُمت مرحومہ کی ہدایت کا بہت ساکام لیا جسے آپ نے نہایت احسن انداز سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ بایں ہمہ زمانے کی شورشوں اور تبلیغ وہدایت کی اہم ترین ذمے داریوں نے آپ کے قلم گوہر رقم کو اتنی فرصت ہی نہیں دی کہ کوئی باقاعدہ کتاب تصنیف فرماتے۔

کیونکہ اہل محبت اور سماعت حدیث واکتساب علم کرنے والوں کا ہجوم مزید برآں سیاسی عناصر ایسے اسباب تھے جن سے فرصت پاجانا آپ کو میسر ہی نہیں آیا اگر آپ قلم کی رفتار کا استعمال کرتے اوراسے میدان تحقیق بلکہ تصنیف

186۔ سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدين محمد الذہبی: ج ۹: ص ۳۹۳۔ ۳۹۲: مؤسسة الرسالة بيروت: الطبعة الاولى ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔

میں دوڑاتے تو بلاشبہ ایسے نایاب علمی ذخائر معرض وجود پاتے جن کی زیارت سے اہل علم تا قیامت فیض یاب ہوتے رہتے، لیکن اِن تمام کے باوجود آپ سے کسی بھی تصنیف وکتاب کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، لہٰذا امام موصوف کی طرف منسوب ہو کر جو کتابیں یا مسند حدیث بتائی جاتی ہے اس کا انتساب آپ سے ہر گز درست نہیں۔

البتہ اہل تشیع کی یہاں آپ کی مندرجہ ذیل کتب بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ صَحِیْفَۃُ الرِّضَا ۲۔ صَحِیْفَۃُ الرِّضْوِیَّۃ

۳۔ طِبُّ الرِّضَا ۴۔ مُسْنَدُ الرِّضَا

لیکن ان میں سے کسی کے بارے میں بھی یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ آپ ہی کی تصنیف ہے، مثلاً مسند الرضا ہی کو لے لیجیے کہ اس کے بارے میں خود اہل تشیع حضرات نے لکھا ہے کہ اسے شیخ عبد الواسع نامی شخص نے مرتب کیا اور حاشیہ محمد بن احمد نے تحریر کیا ہے، لہٰذا قارئین خود اندازہ لگالیں کہ اس کا انتساب کس قدر صحیح وصواب ہو گا؟

ما قبل گزر چکا ہے کہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے آپ کی طرف منسوب صحائف وکتب کا شدت سے ردّ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ہرگز امام علی الرضا رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں، لہٰذا قارئین کرام سے بھی درخواست ہے کہ امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کے نام سے چھپی ہوئی کتب کو پڑھنے سے گریز کریں۔

باقی رہا کشف الظنون جیسی کتاب میں امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی چند کتب کا تذکرہ پایا جانا تو اس پر اہل علم کے لیے کلام کرنے کی حاجت نہیں، صرف قارئین کے لیے اتنا عرض کر دیں کہ علامہ چلپی نے کتابوں کے تذکرے کو جمع کرنے کا التزام کیا ہے اُن پر تحقیق کا نہیں، لہٰذا انہیں جو بھی ذکر ملا اسے جمع کر دیا، خواہ وہ اہل سنت کی کتاب یا اہل تشیع وغیرہ کی۔

سفر آخرت وشہادت

حیاتِ مستعار کی رونقیں ہر بندۂ خدا کے لیے کسی نہ کسی حد پر جا کر اختتام پذیر ہوتی ہیں جسے ہم موت کے نام سے جانتے ہیں اوراِس سے کسی کو بھی راہِ فرار نہیں، نظام قدرت کے تحت انسان اس دنیا میں اپنی زندگی کا حصہ مکمل کر لینے کے بعد آخرت کے سفر کی جانب گامزن ہو جاتا ہے جہاں جزاء وسزا کا تعلق اس سے متعلق ہوتا ہے۔

کامیاب انسان وہ ہے جو اگرچہ اِس دنیا سے چلا جاتا ہے لیکن اُس کی زندگانی کے اَن مٹ نقوش صفحات دہر اوراوراقِ محبت پر ہمیشہ کے لیے ثبت ہو جاتے ہیں جس کی تابندگی سے وہ شخص مرنے کے باوجود بھی نیک لوگوں کے دِلوں میں زندہ وجاوید رہتا ہے۔

شہنشاہِ ولایت سیّدنا امام علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی زندگی کے لمحات مکمل فرمائے تو سفر آخرت کی جانب روانہ ہوئے، اللہ تعالی نے آپ کو جس شان کی زندگی عطا فرمائی تھی اُسی بلند شان کی موت بھی نصیب فرمائی یعنی

شہادت کی موت، جو ابتداء ہی سے اس گھرانے کے باکمال حضرات کا وطیرہ و شعار رہی ہے۔

آپ کے جد امجد سیّد الانبیاء، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کی موت نصیب فرمائی، مولائے کائنات سیّدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کو تلوار کی ضرب نے شہادت سے ہمکنار کیا، محبوبِ مصطفیٰ سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت دشمنوں کی جانب سے دیئے ہوئے زہر خورنی سے ہوئی، شہید کرب وبلا، سیّدنا امام عالی مقام حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تیغ دشمناں سے مظلومیت کے عالم میں ہوئی، امام العابدین سیّدنا علی زین العابدین رضی اللہ عنہ کی شہادت ایک قول کے مطابق دشمنوں کے زہر سے ہوئی، امام الائمہ سیّدنا موسی کاظم بن جعفر صادق کی شہادت قید خانے میں زہر دیے جانے سے ہوئی۔

الغرض شہادت اس خاندان کا امتیاز رہی ہے اور شہادت اللہ تعالی کو محبوب بھی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی سفر آخرت کی جانب روانہ ہونے کے لیے شہادت کی لذت سے بہرہ یاب فرمایا اور یوں آپ شہید ہو کر واصل بحق اور عزم سفر آخرت ہوئے۔

امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں چند اقوال مؤرخین واہل سیر نے لکھے ہیں جن میں سے بعض تو انتہائی قابل تعجب اور لائق ردّ معلوم ہوتے ہیں۔ ہم اوّلاً اُن اقوال کو بعینہ نقل کرتے ہیں بعد ازاں قدرے کلام سے اس کی حقیقت کو آشکار کریں گے۔

ا۔ انگوروں کو بکثرت کھانے سے ہوئی:

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۱۰ھ اپنی معروف کتاب ''تَارِیْخُ الرُّسُل والمُلُوْكَ'' میں رقم طراز ہیں:

اِنَّ عَلِیَّ بْنَ مُوْسیٰ أَکَلَ عِنَباً فَأَکْثَرَ مِنْہُ، فَمَاتَ فُجَأۃً.

ترجمہ: سیّدنا علی بن موسیٰ رضی اللہ عنہ نے انگور بہت کثرت سے تناول کر لیے تھے جس کی تکلیف سے آپ کی وصال ہوا۔ [187]

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں: بعض حضرات سے منقول ہے:

(سیّدنا امام) علی بن موسیٰ نے انگور بہت کثرت سے کھا لیے تھے جس کی وجہ سے آپ کی وفات ہوئی۔ [188]

مؤرخ شہیر، علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک المعروف ''الصفدی'' رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۶۴ھ اپنی کتاب ''الوَافِي بِالوَفیَاتِ'' میں لکھتے ہیں:

آپ نے انگور بہت کثرت سے تناول کر لیے تھے جس کی تکلیف سے آپ کی وفات ہوئی۔ [189]

187۔ تاریخ الرسل والملوک، لامام ابی جعفر محمد بن جریر الطبری: جلد۸: ص ۵۶۸: دار المعارف مصر۔

188۔ تھذیب تھذیب الکمال، للذہبی: ج ۷: ص ۴۶۔۴۵: رقم الترجمۃ ۴۸۴۳: الفاروق الحدیثیۃ للطباعۃ والنشر بالقاہرۃ: الطبعۃ الاولی ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء۔

189۔ الوافی بالوفیات، للصفدی: ج ۲۲: ص ۱۵۶: دار احیاء التراث العربی بیروت۔

مذکورہ بالا عبارات سے جو مؤقف واضح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ انگوروں کو بہت پسند فرماتے تھے اور کسی روز آپ نے انہیں بہت کثرت سے کھا لیا جس کے سبب آپ کا وصال ہوا، عمومی طور پر یہی بات اکثر تاریخی کتب میں مسطور و مشہور ہے لیکن عقلی قرائن اِس بات کی شدید مخالفت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ جیسی ذِی علم اور زاہد شخصیت سے یہ بات بعید ہے کہ وہ انگوروں کا اِس قدر استعمال کریں جو آپ کے لیے باعث تکلیف ہو، کیونکہ یہ بات تو ہم کسی عام انسان کے لیے بھی گوارا نہیں کرتے کہ وہ اہل فہم ہوتے ہوئے اتنا کھائے کہ موت کی وادی کی طرف جانا پڑ جائے، پھر بھلا نظر انصاف..... کہ ایسے عابد و زاہد امام، جن کی تقویٰ و پرہیز گاری اپنے تو اپنے، دشمنوں کے یہاں بھی مسلمہ تھی وہ ایسا فعل کیونکر کرنے لگے؟

اس کلام سے ممکن ہے کہ قارئین و اہل علم کا ذہن حدیث کے امام سیّدنا مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ کی جانب جائے کہ اُن کی وفات بھی تو کثرت سے کھجوریں کھانے سے ہی ہوئی تھی؟ تو ہم ایسے قارئین کے لیے اُن کی شہادت کے سبب اور پس منظر کو دوبارہ باور کرا دیں کہ اُس وقت وہ ایک حدیث کی تلاش میں مگن تھے اور اس کے سبب بے توجہی میں آپ نے بہ کثرت کھجوریں تناول فرمائیں تھیں، شوق و ذوق اور توجہ کے ساتھ بیٹھ کر نہیں..... یہ بات تمام ہی محدثین نے لکھی ہے اس پر غور کریں، لیکن یہاں معاملہ جدا ہے کہ امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی

طرف بالقصد بلکہ رغبت کے ساتھ کثرت سے انگوروں کے کھانے کو منسوب کیا جارہاہے، معاذ اللہ العظیم۔

جس بندہ کی ساری زندگی تقویٰ وپرہیز گاری اوراتباعِ رسول کا عکس جمیل بن کر گزرے، مامون الرشید جیسا بادشاہ بھی دستاویز خلافت میں آپ کے اُن اوصاف کا جانشینی کے انتخاب کے لیے بطورِ خاص ذکر کرے، ایسے عظیم الشان کردار کے حامل کے بارے میں یہ سوچنا بھی گویا بے ادبی معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے غیر معقول طریقے سے اتنے انگور کھالیے جس سے اُن کی وفات ہوئی۔

۲۔ دشمنوں کے زہر دینے سے ہوئی:

شہادت کے بارے میں دوسرا مؤقف یہ ہے کہ آپ کو دشمنوں کی جانب سے زہر دیا گیا۔ اس بارے میں درج ذیل عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

بعض نے کہا: (دشمنوں کی جانب سے دیے گئے) زہر کے کھانے سے ہوئی۔[190]

یہی بات آپ نے ایک اور مقام پر بھی تحریر فرمائی۔

کہا جاتا ہے: کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا۔[191]

190۔ تهذيب تهذيب الكمال، للذہبی: ج ۷: ص ۴۵: رقم الترجمة ۴۸۴۳: الفاروق الحديثية للطباعة والنشر بالقاہرة: الطبعة الاولى ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء۔

191۔سير أعلام النبلاء، لامام شمس الدين محمد الذہبی: ج ۹: ص ۳۹۳: مؤسسة الرسالة بيروت: الطبعة الاولى ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔

مؤرخ شہیر، علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک المعروف ''الصفدی'' رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۶۴ھ اپنی کتاب ''الوَافِي بِالوَفيَاتِ'' میں لکھتے ہیں:

بعض حضرات نے یہ بھی کہا:

آپ کی وفات (دشمنوں کی طرف سے دیے جانے والے) زہر سے ہوئی۔[192]

امام شہاب الدین عبدالحی المعروف ''ابن العماد'' حنبلی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۳۲ھ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''شَذَرَاتُ الذَّهَبِ فِي أَخْبَارِ مَنْ ذَهَبَ'' میں لکھتے ہیں:

آپ کی وفات (دشمنوں کی طرف سے دیے جانے والے) زہر سے ہوئی۔[193]

ان حوالہ جات سے عیاں ہوتا ہے کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا جس سے آپ کی وفات واقع ہوئی، لیکن ان تمام حوالہ جات میں اس زہر کو کسی شخص کے ساتھ مخصوص نہیں کیا گیا کہ کس نے دیا تھا؟ بلکہ مطلقاً ذکر کیا گیا ہے، لہٰذا قارئین بھی اسے مطلق ہی رکھیں تا آنکہ کوئی قوی دلیل ان کی تعیین کر دے۔

۳۔ بخار سے ہوئی:

شہادت کے بارے میں تیسرا مؤقف یہ ہے۔

امام شہاب الدین عبدالحی المعروف ''ابن العماد'' حنبلی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۳۲ھ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''شَذَرَاتُ الذَّهَبِ فِي أَخْبَارِ مَنْ ذَهَبَ'' میں لکھتے ہیں:

192۔ الوافی بالوفیات، للصفدی: ج ۲۲: ص ۱۵۶: دار احیاء التراث العربی بیروت۔

193۔ شذرات الذھب، لابن العماد الحنبلی: جلد ۳: ص ۱۴: دار ابن کثیر بیروت۔

كَانَ مَوْتُهُ بِالْحُمّٰى.

آپ کی وفات بخار سے ہوئی۔[194]

اس موقف کو سوائے صاحب شذرات کے کسی اور نے بیان نہیں کیا لہٰذا ہم بھی اس کی جانب توجہ کرنا اور اہمیت دینا مناسب نہیں جانتے، مگر ایک قول اس بارے میں وارد تھا تو ہم نے اسے معلومات کی غرض سے نقل کر دیا ہے۔

۴۔ مامون رشید کی جانب سے دیے جانے والے زہر سے ہوئی:

شہادت کے بارے میں چوتھا اور اہم موقف یہ ہے کہ آپ کو انگوروں میں زہر ملا کر دیا گیا تھا اور وہ زہر دینے والا خود مامون الرشید ہی تھا۔ اس بارے میں مؤرخین کے یہ اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

مؤرخ شہیر، علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک المعروف "الصفدی" رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۶۴ھ اپنی کتاب "الوَافِي بِالوَفيَاتِ" میں لکھتے ہیں:

بنو عباس کی خوشامد کے لیے مامون نے اہل خانہ کو حکم دیا کہ وہ انہیں انگوروں میں زہر ملا کر دیں۔ جب آپ نے وہ شی کھالی اور موت کی علامت محسوس ہوئیں اور یہ بھی جان گئے کہ یہ خوردنی اشیاء کہاں سے آئیں ہیں تو اپنی کیفیت کو اس شعر میں بیان کیا:

فَلَيْتَ كِفَافاً كَانَ شَرُّكَ كُلُّهُ   وَخَيْرُكَ عَنِّي مَا ارْتَوَى المَاءَ مُرْتَوِى

194۔ شذرات الذهب، لابن العماد الحنبلی: جلد ۳: ص ۱۴: دار ابن کثیر بیروت۔

ترجمہ: تیرے شرّ سے تو مجھے پورا پورا حصہ ملا اور باقی رہی تیری بھلائی (یعنی انگور کھلانا) تو پانی کو جہاں چھوڑا ہے وہ اُسی طرف بہتا جا رہا ہے (یعنی تیرا مقصد پورا ہو رہا ہے)۔

اس واقعہ کے فوراً بعد مامون نے ایک قاصد کو آپ کی خدمت میں بھیجا اور دریافت کیا: ایسی کیفیت میں آپ مجھے کیا وصیت کرتے ہیں ؟تو آپ نے قاصد سے کہا: اُس سے کہنا:

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ آئندہ کسی کو بھی وہ شی (یعنی منصب خلافت) نہیں دینا جس پر تمہیں بعد میں پچھتانا پڑے۔[195]

امام حافظ محمد بن حبان بن احمد ابی حاتم تمیمی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۳۵۴ھ اپنی ''کِتَابُ الثِّقَاتِ'' میں لکھتے ہیں:

وَمَاتَ عَلِيَّ بْنَ مُوْسَى الرِّضَا بِطُوْسٍ مِنْ شَرْبَةٍ سَقَاهُ إِيَّاهَا المَأْمُوْنُ.

ترجمہ: سیّدنا علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ کا وصال ''طوس'' میں اُس مشروب سے ہوا جسے مامون نے آپ کو پلایا تھا۔[196]

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ صفدی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ انگوروں یا انار وغیرہ جیسی خوردنی اشیاء میں زہر ملایا گیا تھا جس کے

195۔ الوافی بالوفیات، للصفدی: ج ۲۲: ص ۱۵۶: دار احیاء التراث العربی بیروت۔

196۔ کتاب الثقات، لامام ابن حبان: جلد ۸: ص ۴۵۶: مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد دکن، الهند۔

کھانے سے سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی، نیز یہ زہر خود مامون الرشید کے حکم سے دیا گیا تھا۔

مؤرخین کے کلام سے ایک بات تو عیاں ہے کہ امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں بہت سے اقوال پائے جاتے ہیں جن میں سے کسی کو بھی قرین صواب نہیں کہا جاسکتا، البتہ اَندازے کی حد تک سب ہی اہل تاریخ وسیر نے "قِیْلَ" کے ضعیف صیغہ کے ساتھ کسی نہ کسی قول کو بیان کیا ہے جس کا آسان سا مطلب یہ ہے کہ ایسی بات زیادہ مضبوط و یقینی نہیں ہے اسی لیے اس صیغہ کا استعمال کیا۔

جہاں تک شہادت کے سبب اصلی کے متعین ہونے کی بات ہے تو اس میں جمہور مؤرخین کا اتفاق ہے کہ زہر ہی سے امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی لیکن کس نے دیا؟ اس پر جمہور نے اتفاق نہیں کیا اور یہی درست وصواب بھی ہے۔

اب ہم مزید غیر ضروری کلام کو ترک کرتے ہوئے صرف مامون کے زہر دینے یا نہ دینے کے حوالے سے کلام کررہے ہے تا کہ حق معلوم ہو سکے۔

مامون الرشید کی اہل بیت سے عقیدت اور تعلق کو کوئی مؤرخ جھٹلا نہیں سکتا، امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے بلا کر ۳۳ ہزار عباس خاندان کے مجمع میں اپنی خلافت کا تاج پہنانا بذات خود اس عقیدت واحترام پر بین دلیل ہے، جس سے بنو عباس کا اس کے خلاف ہونا اور مختلف محاذ آرائیوں پر جم جانا بھی

ایسے تاریخی حقائق ہیں جن سے انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن بایں ہمہ مامون الرشید نے اپنے فیصلے سے ذرّہ برابر بھی تزلزل کا اظہار نہیں کیا۔

پھر بھلا مامون کو کیا سوجھی تھی کہ وہ اپنے محبوب و جانشین کو زہر دینے پر تُل جائے؟ یہ بے پر کی بات اور خوامخواہ کا الزام اہل تشیع کی جانب سے لگایا گیا ہے کہ اسی نے زہر دیا تھا اور اس کی تمام عقیدت و محبت تقیہ کے طور پر دکھاوا تھی۔

ہم کہتے ہیں کہ دلوں کا حال تو اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا ہے لیکن اس کے ظاہری اعمال اہل تشیع کے اس الزام کی تردید کرتے ہیں اور اَزراہِ تفنن یہ بھی خوب ہے کہ شیعہ حضرات نے مامون الرشید کو تقیہ باز لکھ کر خود ہی شیعہ ثابت کردیا کہ تقیہ تو صرف اُن ہی کے یہاں ہوتا ہے اب شیعوں ہی نے یہ کام کیا تو شور کیوں مچاتے پھرتے ہیں۔ فیاللعجب

قارئین کرام پر واضح رہے کہ اہل سنت کے تمام ہی جلیل القدر مؤرخین نے اس بابت کوئی قول فیصل بیان نہیں کیا کہ مامون الرشید نے زہر دیا تھا، چند ضعیف اقوال جو اُوپر درج ہوئے ہیں اِن سے کوئی یقینی نتیجہ اَخذ نہیں کیا جاسکتا، ہمارے جمہور علمائے اسلام اور محدثین عظام وغیرہ نے تو اس سے لاتعلقی کا ہی اظہار کیا ہے۔

امام ابوالحسن عزالدین علی بن محمد شیبانی المعروف ”ابن اثیر جزری“ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۳۰ھ تاریخی ذخیرے کی مستند کتاب لاجواب ”الکَامِل فِیْ التَّارِیْخ“ میں لکھتے ہیں:

قِيۡلَ: اِنَّ الۡمَاۡمُوۡنَ سَمَّهٗ فِیۡ عِنَبٍ وَكَانَ عَلِیٌّ يُحِبُّ الۡعِنَبَ وَهٰذَا عِنۡدِیۡ بَعِيۡدٌ.

ترجمہ: کہا گیا ہے: مامون نے انگوروں میں زہر ملا کر دیا تھا اور انگور سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ کو بہت پسند تھے۔ میرے (امام ابن اثیر کے) نزدیک یہ بات ممکن ہی نہیں۔ [197]

زمانہ قریب کے نامور تذکرہ نگار شبلی نعمانی نے ایک مستقل کتاب مامون الرشید کے احوال وواقعات پر لکھی جس کا نام "اَلۡمَاۡمُوۡنُ" ہے، اس میں لکھتے ہیں:

تاریخی اصولِ تحقیق سے اگر ہم کام لیں تو بھی یہی ماننا پڑے گا کہ مامون نے حضرت علی رضا کو ولی عہد مقرر کیا تو اس سے اُس کو کوئی سازش مقصود نہ تھی، حضرت علی رضا کوئی ملکی شخص نہ تھے اور نہ اُن سے حکومت عباسیہ کو کسی خطرہ کا احتمال تھا جیسا کہ شیعوں کا دعوی ہے۔

مامون کو اہل بیت کے ساتھ جو دلی خلوص تھا اس سے کون انکار کر سکتا ہے حضرت علی رضا کے بعد مامون کا طریق عمل سادات کے ساتھ کیا رہا؟ اس خاص حیثیت سے مامون کے اُن تمام حالات اور واقعات کو ترتیب دو جو حضرت علی رضا کی وفات سے پہلے اور پیچھے پیش آئے، یہ مرتب اور نتیجہ خیز سلسلہ خود بتا دے گا کہ مامون پر یہ غلط الزام ہے، بے شبہ مامون کے خاندان والے حضرت

197۔ الکامل فی التاریخ، لامام ابن الاثیر الجزری: ص ۹۲۴: حوادث سنۃ ثلاث ومائتین: بیت الأفکار الدولیۃ۔

علی رضا کی ولی عہدی سے ناراض تھے، انہیں میں سے کسی نے (زہر دینے کی) یہ بیہودہ حرکت کی ہوگی۔[198]

امام ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ اور پھر شبلی نعمانی کے کلام سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ مامون الرشید نے سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ کو زہر نہیں دیا تھا یہ کسی دوسرے فرد کی سازش تھی جسے مامون کے سر لگایا جارہا ہے۔ اس بارے میں اہل علم کی تحقیقات کا کافی ذخیرہ موجود ہے جن کے تانے بانے بننے سے حقیقت مزید آشکار ہوسکتی ہے لیکن عوام الناس کے لیے لکھی گئی اس کتاب میں اتنا تفصیلی کلام کہیں ذہنی کوفت کا باعث نہ ہو لہٰذا ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

تاریخ شہادت

امام سیّدنا علی بن موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت کے حوالے سے دو قول زیادہ کثرت سے ملتے ہیں۔ ایک کے مطابق آپ کی شہادت صفر المظفر کے مہینے کی اخیر میں ہفتہ کے دن ہوئی، جبکہ دوسرے قول کے مطابق ۲۱/رمضان المبارک کو ہوئی، البتہ سال پر سب کا اتفاق ہے کہ ۲۰۳ھ تھا۔ پہلے مؤقف پر چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابو عمرو خلیفہ بن خیاط بن ابی ہبیرہ لیثی عصفری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں:

198۔ المأمون: للشبلی النعمانی: ص ۶۳: کریمی پریس لاہور: سن ۱۸۸۹ء۔

علی بن موسی بن جعفر کا صفر کے آخری ہفتہ کے دن سن ۲۰۳ھ میں وصال ہوا۔[199]

امام حافظ محمد بن حبان بن احمد ابی حاتم تمیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۵۴ھ اپنی ''کِتَابُ الثِّقَاتِ'' میں لکھتے ہیں:

ہفتہ کے روز سن ۲۰۳ھ میں آپ کا وصال ہوا۔[200]

امام علاء الدین ابن قلیج مغلطای حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

مَاتَ الرِّضَى عَلِيُّ بْنُ مُوْسَى بْنِ جَعْفَرٍ يَوْمَ السَّبْتِ آخَرِ مِنْ صَفَرٍ.

ترجمہ: علی بن موسی بن جعفر کا صفر کے آخری ہفتہ کے دن سن ۲۰۳ھ میں وصال ہوا۔[201]

جبکہ دوسرے مؤقف پر بھی کئی جلیل القدر ائمہ کرام کے دلائل و حوالہ جات موجود ہیں، اُن میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

اسْتُشهِدَ عَلِيُّ ابنُ مُوسَى بسَنَداباذ مِنْ طُوْسٍ لِتِسع بَقِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ سَنَةَ ثَلَاثٌ وَمِئَتَيْن.

199۔ تاریخ خلیفة بن خیاط: ص۴۷۱: دار طیبة ریاض: الطبعة الثانیة، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔

200۔ کتاب الثقات، لامام ابن حبان: جلد ۸: ص ۴۵۶: مجلس دائرة المعارف العثمانیة، حیدر آباد دکن، الهند۔

201۔ الاکمال تهذیب الکمال، لامام علاء الدین مغلطای حنفی: ج ۹: ص ۳۷۹۔۳۸۰: الفاروق الحدیثیة للطباعة والنشر بالقاهرة۔

ترجمہ: سیّدنا علی بن موسی رضی اللہ عنہ کی شہادت ۲۱/ر رمضان المبارک ۲۰۳ھ میں طوس کے علاقے سند اباذ میں ہوئی۔[202]

مؤرخ شہیر، علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک المعروف "الصفدی" رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۶۴ھ اپنی کتاب "الوَافِي بِالوَفيَاتِ" میں لکھتے ہیں:

ترجمہ: سیّدنا علی بن موسیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت ۲۱/ر رمضان المبارک ۲۰۳ھ میں طوس کے علاقے "سناباذ" میں ہوئی۔[203]

امام ابو الفرج عبد الرحمٰن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۹۷ھ "اَلْمُنْتَظَم فِيْ تَارِيْخِ المُلُوْكِ وَالأُمَمْ" میں لکھتے ہیں:

آپ کا وصال طوس کے علاقے سناباذ میں رمضان ۲۰۳ھ میں ہوا۔[204]

نمازِ جنازہ کی امامت

شہادت کے بعد سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی اہم رسومات کو شایانِ شان طریقے سے ادا کیا گیا اور اہل طوس و قرب وجوار کے علاقے میں اس سانحہ کی خبر پہنچائی گئی۔ اہل تشیع حضرات میں سے بعض نے اس بات کا قول کیا ہے کہ آپ کی شہادت کو کئی دنوں بعد ظاہر کیا گیا، یہ صرف دورغ گوئی و بہتان کے سوا کچھ

202۔ سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدین محمد الذہبی: ج ۹: ص ۳۹۳: موسسة الرسالة بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

203۔ الوافی بالوفیات، للصفدی: ج ۲۲: ص ۱۵۴: دار احیاء التراث العربی بیروت۔

204۔ المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، لامام ابن الجوزی: ج ۱۰: ص ۱۲۰: دار الکتب العلمیة بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔

نہیں ہے۔ہاں یہ ممکن ہے کہ آپ کی علالت کی خبر کو مخفی رکھا گیا ہو کیونکہ آپ کو زہر دیا گیا تھا اس لیے علاج و معالجہ کا سلسلہ جاری رہا تا آنکہ حکم الٰہی نے شہادت سے سرفراز کیا تو اس کے بعد خبر کی تشہیر کی گئی۔

بہر کیف شہادت کے بعد جب تمام اُمور پایہ تکمیل کو پہنچ گئے تو نمازِ جنازہ خود امیر المومنین عبد اللہ المعروف مامون الرشید نے پڑھائی۔اس بارے میں کتب تاریخ میں واضح اقوال موجود ہیں ان میں سے چند کو ہم نقل کرتے ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۱۰ھ اپنی معروف کتاب "تَارِیْخُ الرُّسُل والمُلُوْكَ" میں رقم طراز ہیں:

وَكَانَ الَّذِی صَلَّی عَلَی عَلِیِّ بْنِ مُوْسَی الْمَأْمُوْنُ.

ترجمہ: سیّدنا علی بن موسیٰ کی نمازِ جنازہ مامون نے پڑھائی۔[205]

امام شہاب الدین عبد الحی المعروف "ابن العماد" حنبلی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۳۲ھ اپنی شہرہ آفاق کتاب "شَذَرَاتُ الذَّهَبِ فِي أَخْبَارِ مَنْ ذَهَبَ" میں لکھتے ہیں:

مَاتَ بِطُوْسٍ، وَصَلَّی عَلَیْهِ الْمَأْمُوْنُ.

ترجمہ: سیّدنا علی بن موسیٰ کا وصال طوس میں ہوا اور نمازِ جنازہ مامون نے پڑھائی۔[206]

205۔ تاریخ الرسل والملوک، لامام ابی جعفر محمد بن جریر الطبری: جلد۸: ص ۵۶۸: دار المعارف مصر۔

206۔ شذرات الذهب، لابن العماد الحنبلی: جلد ۳: ص ۱۴: دار ابن کثیر بیروت۔

تدفین

مامون الرشید اِن ایام میں سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کے ساتھ طوس میں قیام پذیر تھا کہ آپ کا وصال ہوا تو مامون نے نمازِ جنازہ پڑھانے کے بعد انہیں نہایت ادب واحترام سے اپنے والد کی قبر کے قریب دفن کیا اور یہ دراصل اُس کی آپ سے محبت اور عقیدت تھی جس کی بنا پر اس نے اِس جگہ کا انتخاب کیا۔

بعض کتب میں یہ بھی مذکور ہے کہ اُس نے ایسا اس لیے کیا تا کہ آپ کی برکت اس کے باپ ہارون الرشید کو بھی حاصل ہو۔ بہر حال تمام ہی اہل سیر و تاریخ نے آپ کی تدفین ''قبہ ہارونی'' میں ہونا بیان کی ہے۔ اس بارے میں ائمہ اسلام کے اہم اقوال مندرجہ ذیل ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۱۰ھ اپنی معروف کتاب ''تَارِیْخُ الرُّسُل والمُلُوْكَ'' میں رقم طراز ہیں:

سیّدنا علی بن موسیٰ نے انگور بہت زیادہ کھالیے جس کی تکلیف کے باعث ماہ صفر کے اخیر میں آپ کا وصال ہوا تو مامون نے آپ کو اپنے باپ رشید کی قبر کے قریب ہی دفن کیا۔[207]

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

207۔تاریخ الرسل والملوک، لامام ابی جعفر محمد بن جریر الطبری: جلد۸: ص ۵۶۸: دار المعارف مصر۔

سن ۲۰۳ھ میں مامون نے "طوس" کا سفر کیا اور اپنے باپ رشید کی قبر کے پاس کچھ دن گزارے، اسی دوران علی بن موسی نے انگور بہت زیادہ کھا لیے جس کی تکلیف کے باعث ماہ صفر میں آپ کا وصال ہوا، تو مامون نے آپ کو اپنے باپ رشید کی قبر کے قریب ہی دفن کیا اور آپ کے وصال پر اسے شدید غم لاحق ہوا۔[208]

مؤرخ شہیر، علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک المعروف "الصفدی" رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۶۴ھ اپنی کتاب "الوَافِي بِالوَفيَاتِ" میں لکھتے ہیں:

آپ کی وفات کا مامون پر بہت اثر ہوا اُس نے آپ کو اپنے والد کی قبر کے پاس دفن کیا۔[209]

علامہ صفدی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی مزید یہ بھی کہا ہے:

اس نے اپنے باپ رشید کی قبر کھول کر اس میں آپ کو دفن کیا۔[210]

یہ بات تاریخی قرائن وشواہد کی لحاظ سے بالکل درست نہیں، اس کے ناقابل یقین ہونے کے بہت سے اسباب ہیں، یہاں صرف اتنا ہی کافی ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو بنو عباس اس فعل پر خاموش نہ بیٹھتے بلکہ ضرور فتنہ برپا کرتے کہ جو لوگ صرف خلافت کے منصب کو انہیں تفویض کرنے پر تیار نہیں تھے وہ بھلا

208۔ سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدین محمد الذہبی: ج ۹: ص ۳۹۱۔ ۳۹۰: مؤسسة الرسالة بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔

209۔ الوافی بالوفیات، للصفدی: ج ۲۲: ص ۱۵۵: دار احیاء التراث العربی بیروت۔

210۔ الوافی بالوفیات، للصفدی: ج ۲۲: ص ۱۵۵: دار احیاء التراث العربی بیروت۔

کیونکر عباسی خاندان کے ایک نامور بادشاہ کی قبر میں انہیں دفن ہونے دیتے۔

واللہ اعلم بالصواب

مزار مبارک

امام شہاب الدین عبدالحی المعروف "ابن العماد" حنبلی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۳۲ھ اپنی شہرہ آفاق کتاب "شَذَرَاتُ الذَّهَبِ فِي أَخْبَارِ مَنْ ذَهَبَ" میں لکھتے ہیں:

امام ابو الحسن علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہ حسینی کا مزار مبارک طوس میں ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے۔[211]

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

(سیّدنا امام) علی بن موسی رضی اللہ عنہ کا مزار اقدس "طوس" میں ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے۔[212]

یہی امام موصوف ایک اور کتاب میں فرماتے ہیں:

(سیّدنا امام علی بن موسی رضی اللہ عنہ کا) مزارِ اقدس "طوس" میں ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے۔[213]

211۔ شذرات الذہب، لابن العماد الحنبلی: جلد ۳: ص ۱۴: دار ابن کثیر بیروت۔

212۔ سیر أعلام النبلاء، لامام شمس الدین محمد الذہبی: ج ۹: ص ۳۹۳: مؤسسة الرسالة بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔

213۔ تهذیب تهذیب الکمال، للذہبی: ج ۷: ص ۴۶: رقم الترجمة ۴۸۴۳: الفاروق الحدیثیة للطباعة والنشر بالقاہرة: الطبعة الاولی ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء۔

مزارِ امام علی الرضا رضی اللہ عنہ پر محدثین کرام کی حاضری

امام الحدیث ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۸۵۲ھ علم اَسماء الرجال پر لکھی گئی اپنی بے مثال تصنیف "تَهْذِيْبُ التَّهْذِيْب" میں رقم طراز ہیں:

امام ابو بکر محمد بن مؤمل بن حسن بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہم لوگ مشائخ کرام اور امام اہل حدیث ابو بکر بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہم پلہ ابو علی ثقفی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سیّدنا علی بن موسی الرضی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کے لیے "طوس" میں حاضر ہوئے۔

میں نے امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس مقام پر ایسی تعظیم و توقیر اور انکساری کرتے ہوئے دیکھا جس نے ہمیں حیرت میں ڈال دیا۔[214]

مزارِ سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ سے امام ابن حبان کو فیض ملا

امام حافظ محمد بن حبان بن احمد ابی حاتم تمیمی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۳۵۴ھ اپنی "كِتَابُ الثِّقَاتِ" میں لکھتے ہیں:

وَ قَبْرُهُ بِسَنَابَاذِ خَارِجُ النُّوْقَانِ مَشْهُورٌ، يُزَارُ بِجَنْبِ قَبْرِ الرَّشِيْدِ. قَدْ زُرْتُهُ مِرَاراً كَثِيْرَةً وَمَا حَلَّت بِي شِدَّةٌ فِي وَقْتِ مَقَامِي بِطُوْسٍ

214۔ تهذيب التهذيب، لابن حجر العسقلانی : ج ۷: ص ۳۸۸: دائرة المعارف النظامية: بحيدر آباد دکن، الهند: الطبعة الاولى، ۱۳۲۵ھ۔

فَزُرْتُ قَبْرَ عَلِيِّ بْنِ مُوْسَى الرِّضَا صَلَوَاتُ اللهِ عَلَى جَدِّهِ وَعَلَيْهِ وَ دَعَوْتُ اللهَ إِزَالَتَهَا عَنِّي إِلَّا اسْتُجِيْبَ لِي وَ زَالَتْ عَنِّي تِلْكَ الشِّدَّةُ وَ هٰذَا شَيْءٌ جَرَّبْتُهُ مِرَارًا فَوَجَدْتُهُ كَذٰلِكَ أَمَاتَنَا اللهُ عَلَى مَحَبَّةِ الْمُصْطَفَى وَأَهْلِ بَيْتِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ أَجْمَعِيْنَ.

ترجمہ: آپ کی قبر "سناباذ" میں "نوقان" نامی محلے میں رشید کی قبر کے پاس مشہور ہے، میں نے کئی مرتبہ اس کی زیارت کی ہے اور میرے طوس کے قیام کے دوران مجھے کوئی بھی مشکل درپیش ہوتی تو میں علی بن موسی الرضا "صلوات اللہ علی جدّہ وعلیہ" کی قبر کی زیارت کرتا اور اللہ تعالیٰ سے اس مشکل کو ٹالنے کے لیے دعا کرتا تو میری دعا قبول ہو جاتی اور میری مشکل حل ہو جایا کرتی تھی۔ میں نے اس بات کو بہت مرتبہ آزمایا اور ہر مرتبہ کامیابی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محمد مصطفی ﷺ اور آپ کے اہل بیت کی محبت پر موت نصیب فرمائے۔[215]

215۔ کتاب الثقات، لامام ابن حبان: جلد ۸: ص ۴۵۶: مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد دکن، الھند۔

سیّدنا امام علی رِضا رضی اللہ عنہ کی کرامات

شیخ عبد اللہ شبراوی اپنی کتاب ''الاتحاف بحب الأشراف'' میں سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان کے مناقب بڑے بلند اور صفات بڑی عمدہ تھیں، آپ ہاشمی خاندان کے چشم وچراغ تھے، آپ کی اصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات تھی، آپ کی کرامات لاتعداد تھیں۔[216]

ہواؤں کا سیّدنا امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی خدمت کرنا

۱۔ جب مامون نے اپنے بعد کا ولی عہد امام علی رضا رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا تو مامون کے دائیں بائیں بیٹھنے والوں میں کچھ لوگ ایسے تھے جنہیں یہ نامزدگی اچھی نہ لگی اور انہیں خطرہ محسوس ہوا کہ خلافت بنو عباس سے ختم ہو جائے گی اور بنو فاطمہ میں چلی جائے گی، اس سوچ کی وجہ سے ان میں حضرت سیّدنا علی رضا رضی اللہ عنہ سے نفرت پیدا ہو گئی، حضرت سیّدنا علی رضا رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ آپ جب مامون

216۔جامع کرامات الاولیاء، لامام السیّد النبهانی: ج ۲: ص ۳۱۲: مرکز اهل السنة برکات رضا، الهند۔

کے گھر ملاقات کے لیے تشریف لاتے تو وہ نوکر چاکر جو دربان ہوتے یا پردہ ہٹانے کی ذمہ داری ان کے سپرد ہوتی یہ سب اور دوسرے خادمین آپ کا استقبال کرتے اور سلام عرض کرتے پھر پردہ ہٹاتے تاکہ آپ اندر تشریف لا سکیں۔

جب ان لوگوں کو آپ سے نفرت ہو گئی اور اس فیصلہ کے بارے میں پریشان ہو گئے تو آپس میں انہوں نے مشورہ کیا کہ اب جب حضرت سیّدنا علی رضا رضی اللہ عنہ مامون سے ملنے آئیں ہم ان سے منہ موڑ لیں گے اور دروازوں کے پردے نہیں اٹھائیں گے، اس پر سب متفق ہو گئے ابھی وہ یہ مشورہ کر کے بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ تشریف لائے اور اپنی عادت کے مطابق ملاقات کرنے اندر آنے لگے تو ان لوگوں کو اپنے مشورہ پر عمل کرنے کی ہمت نہ پڑی چنانچہ سب کھڑے ہوئے استقبال کیا اور دروازوں کے پردے بھی پہلے کی طرح اٹھائے جب آپ اندر تشریف لے گئے تو وہ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے تم نے اپنے منصوبہ اور مشورہ پر عمل نہیں کیا، پھر یہ طے پایا کہ اب جو ہو گیا سو ہو گیا آئندہ اگر آئے تو پھر لازماً ہم اپنے مشورہ پر عمل کریں گے۔

جب دوسرے دن آپ حسبِ عادت تشریف لائے اب کی باری یہ کھڑے تو ہو گئے سلام بھی کیا لیکن پردے نہ اٹھائے، فوراً تیز ہوا چلی اس نے پردوں کو اٹھا دیا اور آپ اندر تشریف لے گئے پھر باہر نکلتے وقت بھی تیز ہوا نے آپ کی خاطر پردے اٹھا دیئے۔ اب یہ سب ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور کہنے لگے:

اس شخص کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا مرتبہ ہے اور اُس کی اِن پر بڑی مہربانی ہے، دیکھو کہ ہوا کیسے آئی اور ان کے اندر آتے وقت اس نے کس طرح پردوں کو اٹھادیا، لہٰذا چھوڑو اپنے مشورہ کو، اور دوبارہ اپنی اپنی ڈیوٹی دو۔[217]

امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کا لوگوں کے خواب پر مطلع ہونا

۲۔ حاکم نے محمد بن عیسیٰ بن ابی حبیب رحمۃ اللہ علیہ روایت نے کیا:

میں نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو آپ اس جگہ تشریف فرما تھے جہاں ہمارے شہر میں حاجی آکر ٹھہرتے تھے، میں نے آپ کے پاس ایک تھال دیکھا جو کھجور کے پتوں سے بنایا گیا تھا، اس میں صیحانی کھجوریں تھیں، آپ نے مجھے اٹھارہ (۱۸) کھجوریں عنایت فرمائیں۔ بیس دن کے بعد میرے ہاں مدینہ منورہ سے سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اُسی جگہ قیام فرمایا جہاں میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی۔

لوگ سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام پیش کرنے کے لیے بے تابانہ ٹوٹ پڑے، میں بھی آپ کی زیارت کے لیے گیا تو دیکھا کہ آپ بالکل اسی جگہ تشریف فرما ہیں اور آپ کے سامنے بھی ایک تھال میں کھجوریں رکھی ہوئی ہیں، آپ نے ان میں سے ایک مٹھی بھر کر کھجوریں مجھے عنایت فرمائیں،

217۔ جامع کرامات الاولیاء، لامام السیّد النبهانی: ج ۲: ص ۳۱۲: مرکز اہل السنة برکات رضا، الھند۔ الاتحاف بحب الاشراف، للشبراوی: ۳۱۳: دار الکتاب الاسلامی بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء۔

میں نے لینے کے بعد انہیں شمار کیا تو ان تعداد بھی اٹھارہ ہی تھی اور یہ وہی تعداد تھی جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خواب میں عنایت کی تھی۔

میں نے سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ سے عرض کی: مجھے کچھ اور بھی عنایت فرمائیں، آپ نے فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے (خواب میں) اور بھی دیں ہوتیں تو میں بھی تجھے مزید دے دیتا۔[218]

اپنے مدفن کا بیان

۳۔ سیّدنا مسافر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

میں سیّدنا ابو الحسن علی الرضا رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدان منیٰ میں تھا تو یحییٰ بن خالد برمکی وہاں سے گزرے، انہوں نے غبار کی وجہ سے اپنا رومال چہرے پر ڈالا ہوا تھا انہیں دیکھ کر سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ مسکین لوگ نہیں جانتے کہ اس سال ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے اُن کا کام جو ہو گا... سو ہو گا۔

مزید ارشاد فرمایا:

اس بھی زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ میں اور ہارون الرشید اِن دو انگلیوں کی مثل ہیں، پھر آپ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی ملا کر دکھائی۔

218۔جامع کرامات الاولیاء، لامام السیّد النبھانی: ج ۲: ص ۳۱۱: مرکز اہل السنۃ برکات رضا، الھند۔ الاتحاف بحب الاشراف، للشبراوی: ۳۱۷: دار الکتاب الاسلامی بیروت: الطبعۃ الاولی ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء۔

مسافر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

خدا کی قسم! مجھے ہارون الرشید کے بارے میں سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ کی بات اس وقت سمجھ میں آئی جب سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور انہیں ہارون الرشید کے ساتھ دفن کیا گیا۔[219]

۴۔ جناب موسی بن مروان رحمۃ اللہ علیہ (صحیح مہران ہے) بیان کرتے ہیں:

میں نے سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کی مسجد میں دیکھا اور اس مسجد میں ہارون الرشید خطبہ دے رہا تھا۔

آپ نے فرمایا: تم لوگ اس کو اور مجھے دیکھو گے کہ ایک ہی گھر میں دفن کیے جائیں گے۔

۵۔ حمزہ بن جعفر ارجانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

ایک مرتبہ ہارون الرشید مسجد الحرام کے ایک دروازے سے باہر آیا اور سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ دوسرے دروازے سے باہر تشریف لائے تو سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے بندۂ خدا! جو گھر کے لحاظ سے مجھ سے دور ہے لیکن میری اور تیری ملاقات ایک ہی جگہ ہونی ہے۔ بیشک "طوس" مجھے اور تجھے جمع کر دے گی۔[220]

219۔ جامع کرامات الاولیاء، لامام السیّد النبهانی: ج ۲: ص ۳۱۲: مرکز اہل السنة برکات رضا، الهند۔ الاتحاف بحب الاشراف، للشبراوی: ۳۱۵: دار الکتاب الاسلامی بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء۔

220۔ جامع کرامات الاولیاء، لامام السیّد النبهانی، ج ۲: ص ۳۱۲: مرکز اہل السنة برکات رضا، الهند۔ الاتحاف بحب الاشراف، للشبراوی: ۳۱۶: دار الکتاب الاسلامی بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء۔

بطن مادر کی خبریں دینا

۶۔ جناب بکر بن صالح سے مروی ہے:

میں سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی: میری بیوی جو محمد بن سنان کی بہن ہے اور وہ آپ کا خاص مصاحب ہے، حمل سے ہے، آپ دعا فرمائیں کہ بیٹا ہو۔ آپ نے فرمایا: اس کے پیٹ میں دو بچے ہیں جب وہ پیدا ہوں تو ایک کا نام محمد اور دوسری کا اُم عمر رکھنا، چنانچہ میں کوفہ آگیا پھر میری بیوی نے دو بچوں کو جنم دیا، واقعی ان میں سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی، لہٰذا جیسے آپ نے فرمایا تھا میں نے ایک کا نام محمد اور دوسری کا اُم عمرو رکھ دیا۔

میں نے اپنی والدہ سے اُم عمرو کے بارے میں استفسار کیا تو وہ کہنے لگیں: میری دادی کا نام بھی اُم عمرو تھا۔ [221]

آئندہ ہونے والی خبریں بیان کیں

۷۔ جناب حسن بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

ہم بنو ہاشم کے کچھ نوجوان سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو اس طرف سے جعفر بن عمر علوی کا گزر ہوا، اس کی داڑھی گرد و غبار سے پراگندہ تھی، ہم نے ایک دوسرے کی طرف مذاق کے لیے دیکھا کیونکہ جعفر بن

221۔جامع کرامات الاولیاء، لامام السیّد النبہانی: ج ۲: ص ۳۱۳: مرکز اہل السنة برکات رضا، الھند۔ الاتحاف بحب الاشراف، للشبراوی: ۳۱۶: دار الکتاب الاسلامی بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء۔

عمر کی ظاہری صورت ہی ایسی تھی، یہ کیفیت دیکھ کر سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: تم لوگ بہت جلد دیکھو گے کہ اس کے بہت سال مال ہو گا، خادمین ہوں گے اور صورت بھی عمدہ ہو گی۔

آپ کے اس فرمانے کو ابھی ایک مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ اسے مدینہ کا والی مقرر کر دیا گیا، اس کی حالت سدھر گئی اور وہ ہمارے پاس سے گزرتا تو اس کے دائیں بائیں خادمین ہوتے تھے۔ ہم اس کے آنے پر کھڑے ہوتے اور اس کی تعظیم و توقیر کیا کرتے اور اس کی خاطر مدارات کے لیے دعوتیں کیا کرتے تھے۔[222]

ہارون الرشید کے قاتل کی خبر بیان کرنا

۸۔ حسین بن یسار رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

مجھے سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ نے بتایا: محمد کو عبد اللہ قتل کرے گا۔ میں نے پوچھا: کیا محمد بن ہارون کو عبد اللہ بن ہارون قتل کرے گا؟ آپ نے جواباً فرمایا: ہاں۔ پھر ایسے ہی واقع ہوا۔[223]

222۔جامع کرامات الاولیاء، لامام السیّد النبھانی: ج ۲: ص ۳۱۳: مرکز اہل السنۃ برکات رضا، الھند۔ الاتحاف بحب الاشراف، للشبراوی: ۳۱۸: دار الکتاب الاسلامی بیروت: الطبعۃ الاولی ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء۔

223۔جامع کرامات الاولیاء، لامام السیّد النبھانی: ج ۲: ص ۳۱۳: مرکز اہل السنۃ برکات رضا، الھند۔ الاتحاف بحب الاشراف، للشبراوی: ۳۱۸: دار الکتاب الاسلامی بیروت: الطبعۃ الاولی ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ...

”تَذْکِرَۃُ الرِّضَا لِرَاحَۃِ الْمُصْطَفٰی“ معروف بہ ”تذکرہ سیّدنا امام علی رِضا رضی اللہ عنہ“ بیس دن کی مختصر سی مدت میں مؤرخہ ۹/ ذوالحجہ ۱۴۳۵ھ / ۵/ اکتوبر ۲۰۱۴ء پایۂ تکمیل کو پہنچا، اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور نافع عوام و خواص بنائے۔

آمین بجاہ سیدنا النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

ابو محمد اعجاز احمد

غفرلہ ولوالدیہ واحسن الیہما والیہ

Contact: 0321.2166548
aijazalqadri@hotmail.com

مآخذ و مراجع

۱۔ القرآن المجید و الفرقان الحمید، کلام اللہ تعالی جلَّ جلالہ۔

۲۔ کنز الایمان، للامام احمد رضا خان الحنفی۔

۳۔ الاتحاف بحب الأشراف، للشبراوی: دار الکتاب الاسلامی بیروت: الطبعة الاولی، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء۔

۴۔ تاریخ الاسلام، للذهبی: دار الکتاب العربی بیروت: الطبعة الثانیة، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۵۔ تاریخ بغداد: للخطیب: دار الغرب الاسلامی بیروت: الطبعة الاولی، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۶۔ التدوین فی اخبار قزوین، للامام عبد الکریم الرافعی القزوینی: دار الکتب العلمیة بیروت، ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۷ء۔

۷۔ تاریخ خلیفة بن خیاط، لابن خیاط: دار طیبة ریاض: الطبعة الثانیة، ۱۴۰۵ھ /۱۹۸۵ء۔

۸۔ تاریخ الرسل و الملوك، للامام ابی جعفر محمد بن جریر الطبری: دار المعارف مصر۔

۹۔ تحفة الأشرف بمعرفة الأطراف، للامام المزّی: المکتب الاسلامی بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۰۲ ھ / ۱۹۸۲ء۔

۱۰۔ التذکرة الحمدونیة، لابن حمدون: دار صادر بیروت، الطبعة الاولی ۱۹۹۶ء۔

۱۱۔ تہذیب تہذیب الکمال، للذہبی: الفاروق الحدیثیة للطباعة والنشر بالقاہرة: الطبعة الاولی ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء۔

۱۲۔ تہذیب الکمال، للامام المزّی: مؤسسة الرسالة بیروت: الطبعة الثانیة ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

۱۳۔ تہذیب التہذیب، للامام ابن حجر العسقلانی: مجلس دائرة المعارف العثمانیة، حیدر آباددکن، الہند: الطبعة الاولی۔

۱۴۔ کتاب الثقات، للامام ابن حبان: مجلس دائرة المعارف العثمانیة، حیدر آباد دکن، الہند۔

۱۵۔ جامع کرامات الاولیاء، للامام السید النبہانی: مرکز اہل السنة برکات رضا، الہند۔

۱۶۔ الجامع لاحکام القرآن، لللامام القرطبی: دار احیاء التراث العربی بیروت۔

۱۷۔ الجرح والتعدیل، للامام ابن أبی حاتم: مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانیة، حیدرآباد دکن، الہند، الطبعة الاولی ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۳ء۔

۱۸۔ سیر أعلام النبلاء، للامام شمس الدین محمد الذهبی: مؤسسة الرسالة بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔

۱۹۔ شذرات الذهب، لابن العماد الحنبلی: دار ابن کثیر بیروت۔

۲۰۔ شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة، للامام القسطلانی: دار المعرفة بیروت۔

۲۱۔ شرح المواقف، لسید الشریف الجرجانی: منشورات شریف الرضی، قم، ایران۔

۲۲۔ الصواعق المحرقة، لابن حجر المکی: مکتبة الحقیقة استانبول، ترکی۔

۲۳۔ طبقات الاولیاء، للامام ابن الملقن المصری: مکتبة الخانجی بالقاهرة: الطبعة الثانیة ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء۔

۲۴۔ الأعلام، للزرکلی: دار العلم للملایین بیروت۔

۲۵۔ الفتاوٰی الحدیثیة، لابن حجر المکی: المطبعة الجمالیة مصر۔

۲۶۔ الفتاوی الرضویة، للامام أحمد رضا الحنفی: رضا فاؤنڈیشن لاهور۔

۲۷۔ الاکمال، للامام أبی نصر بن ما کولا: دار الکتب العلمیة بیروت۔

۲۸۔ الکواکب الدریة فی تراجم السادة الصوفیة، للامام المناوی: دار صادر بیروت۔

۲۹۔ الاکمال تہذیب الکمال، للامام علاء الدین المغلطای الحنفی: الفاروق الحدیثیة للطباعة والنشر بالقاهرة۔

۳۰۔ الکامل فی التاریخ، للامام ابن الاثیر الجزری: بیت الأفکار الدولیة۔

۳۱۔ الکاشف، للامام الذهبی: مؤسسة علوم القرآن و دار القبلة، جدة، سعودی عرب۔

۳۲۔ المنتظم فی تاریخ الملوك والامم، للامام ابن الجوزی: دار الکتب العلمیة بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۱۲ هـ/۱۹۹۲ء۔

۳۳۔ المنصف شرح کتاب التصریف، لابن جنی النحوی: ادارة احیاء التراث القدیم: الطبعة الاولی ۱۳۷۹ھ/۱۹۶۰ء۔

۳۴۔ المعجم، للامام أبی سعید ابن الأعرابی: دار ابن الجوزی: الطبعة الاولی، محرم ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء۔

۳۵۔ المأمون، للشبلی النعمانی: کریمی پریس لاهور: سن ۱۸۸۹ء۔

۳۶۔ النکت الظراف علی هامش الأطراف، للامام ابن حجر العسقلانی: المکتب الاسلامی بیروت: الطبعة الاولی ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء۔

۳۷۔ الوافی بالوفیات، للصفدی: دار احیاء التراث العربی بیروت۔

۳۸۔ وفیات الاعیان و انباء أبناء الزمان، للامام ابن خلکان: دار صادر بیروت۔

فضیلۃ الاستاذ المفتی

ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ

کی دیگر علمی و تحقیقی کتابیں

[1] ترجمہ و تحقیق "مجلۃ الاحکام العدلیۃ" (سلطنت عثمانیہ کا قانونی دیوان)، مؤلفہ: سلطنت عثمانیہ کے جلیل القدر علماء و قانون داں، (400 صفحات)، قلمی، غیر مطبوعہ۔

[2] ترجمہ و تحقیق "الرسائل الخمس" (بنام: رسائل امام عابد سندھی) مؤلفہ: امام محمد عابد سندھی انصاری رحمۃ اللہ علیہ، (170 صفحات) مطبوعہ: مکتبہ غوثیہ، کراچی، پاکستان۔

[3] ترجمہ و تحقیق "اخلاق النبی وآدابہ" (بنام: انسانِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی) مصنف: امام ابو الشیخ اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، (250 صفحات)، قلمی، غیر مطبوعہ۔

[4] ترجمہ و تحقیق "ایضاح الدلالات فی سماع الآلات" (بنام: موسیقی اور سماع اسلام کی نظر میں) مصنف: امام عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ، (208 صفحات)، دار البیان، کراچی۔

[5] ترجمہ و تحقیق "رسائل امام جلال الدین سیوطی" مصنف: امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، (جلد اوّل، 500 صفحات، جلد ثانی، زیر قلم)، قلمی، غیر مطبوعہ۔

[6] ترجمہ و تحقیق "النعمۃ الکبریٰ علی العالم" مصنف: امام ابن حجر مکی ہیثمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، اشاعت اوّل: مکتبہ علیمیہ، کراچی (64 صفحات)، تحقیقی ایڈیشن (مع اعتراضات کے جوابات۔ 128 صفحات)، قلمی، غیر مطبوعہ۔

[7] ترجمہ و تحقیق "انباء الاذکیا بحیاۃ الانبیاء" (بنام: حیاتِ انبیاء) مصنف: امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمۃ، (72 صفحات)، مطبوعہ: جماعت محمودیہ، سجاول، سندھ۔

[8] ترجمہ و تحقیق "حصول الرفق باُصول الرزق" (بنام: رزق میں برکت کے نبوی وظائف) مصنف: امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمۃ، (38 صفحات) مطبوعہ: جمعیت اشاعت اہلسنّت، کراچی، پاکستان۔

[9] ترجمہ و تحقیق "سھام الاصابۃ فی الدعوات المستجابۃ" (بنام: دعائیں کیسے قبول ہوں؟) مصنف: امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمۃ، (70صفحات)، مطبوعہ: جمعیت اشاعت اہلسنّت، کراچی، پاکستان۔

[10] ترجمہ و تحقیق "المورد الروی فی المولد النبوی" (بنام: میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) مصنف: امام ملا علی القاری علیہ الرحمۃ، (168 صفحات)، دارالبیان، کراچی۔

[11] ترجمہ و تحقیق "حسن المقصد فی عمل المولد" مصنف: امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمۃ، (32صفحات) مطبوعہ: ماہنامہ "المقصود" کراچی، پاکستان۔

[12] ترجمہ و شرح "شرح العقائد النسفیۃ" مصنف: امام سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمۃ، (500صفحات)، قلمی، غیر مطبوعہ۔

[13] تحقیق و تخریج "فرشتے ہی فرشتے" مؤلفہ: فضیلۃ الامام فیض احمد اویسی علیہ الرحمۃ، (512صفحات)، اشاعت اوّل، بزم اویسیہ، کراچی، اشاعت ثانی، دارالبیان، کراچی۔

[14] تحقیق و تخریج "شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام" امام احمد رضا حنفی علیہ الرحمۃ، (92 صفحات)، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا/ دار المبرور، کراچی، پاکستان۔

[15] "تذکرۂ امام ابن حجر مکی" مؤلفہ: فضیلۃ الاستاذ ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ، (32 صفحات)، مطبوعہ: مکتبہ علیمیہ، کراچی، پاکستان۔

[16] **"مظلوم مصنف"** (حیات واَحوال فضیلۃ الامام فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ)، مؤلفہ: فضیلۃ الاستاذ ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ، (92 صفحات)، اِدارہ تالیفات اویسیہ، بہاولپور، پاکستان۔

[17] **"مہینوں کے فضائل"** (دو حصے) مؤلفہ: فضیلۃ الاستاذ ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ، (64 صفحات) مطبوعہ: مکتبہ علیمیہ، کراچی، پاکستان۔

[18] **"فیضانِ علم ومقام اولیاء"** مؤلفہ: فضیلۃ الاستاذ ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ، (32 صفحات) مطبوعہ: مکتبہ علیمیہ، کراچی، پاکستان۔

[19] **"حاضر وناظر کا ثبوت"** مؤلفہ: فضیلۃ الاستاذ ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ، (32 صفحات) مطبوعہ: انجمن عاشقان غوث اعظم، گلبہار، کراچی، پاکستان۔

[20] تخریج **"بہار شباب"** مؤلفہ: مبلغ اسلام شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، (64 صفحات)، اشاعت اوّل: مکتبہ علیمیہ، کراچی (محرم ۱۴۲۹ھ / جنوری ۲۰۰۸ء) / اشاعت ثانی: (80 صفحات): جمعیت اشاعت اہلسنّت، کراچی، پاکستان (ذوالحجہ ۱۴۳۴ھ / اکتوبر ۲۰۱۳ء)۔

[21] تخریج وتسہیل **"سیرت محبوب سبحانی"** مؤلفہ: پیر طاہر علاؤالدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، (72 صفحات)، مطبوعہ: مکتبہ علیمیہ، کراچی، پاکستان۔

[22] ترجمہ وترتیب "الاربعین فی فضل اطعام الطعام للانس والمسلمین" (بنام: کھانا کھلانے کا اجر وثواب)، مؤلفہ: فضیلۃ الاستاذ ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ، (48 صفحات) مطبوعہ: سیلانی ویلفیئر ٹرسٹ (سلام پبلیشرز)، کراچی، پاکستان۔

[23] **"مسلک شیخ عبد الحق محدث دہلوی"** مؤلفہ: فضیلۃ الاستاذ ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ، (152 صفحات) مطبوعہ: مکتبہ غوثیہ، کراچی، پاکستان۔

[24] **"مدارس اسلامیہ کا نصاب تعلیم"** (تنقید واصلاح کی روشنی میں)، مؤلفہ: فضیلۃ الاستاذ ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ، (150 صفحات)، **قلمی، غیر مطبوعہ۔**

[25] **"نعتیہ دیوان"** مؤلفہ: فضیلۃ الاستاذ ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ، **قلمی، غیر مطبوعہ۔**